يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ

یہ چاہتے ہیں کہ طاغوت کا حکم چلے

# الدين النصيحة

(قسط دوم)

از

ابو شہریار

۲۰۲۰

www.islamic-belief.net

# فہرست

ایقاظ ........................................................ 6
باب ا: طاغوت سے کیا مراد ہے ........................................ 11
باب ۲: قرن اول میں تکفیر کرنے کی امثال ................................. 24
تکفیر معین کی مثالیں ................................................ 28
تکفیر نہ کرنے کی مثالیں .............................................. 29
باب ۳ : کفریہ اجتہاد کرنا قابل معافی ہے؟ ................................ 31
باب ۴ : بعض تلبیسات کا رد ............................................ 36
بعض علماء کی ام المومنین رضی اللہ عنہا پر بد عقیدگی کی تہمت .................. 36
بعض علماء کی بدری صحابی پر تہمت ...................................... 42
اگر میں غیر اللہ کو سجدہ کا حکم کرتا تو ................................... 48
باب ۵ : بعض روایات کی صحیح تفہیم ..................................... 56
مسلمان سے لڑنا کفر ہے؟ .............................................. 56
مسلمان کو گالی دینا فسق ہے؟ ........................................... 59
کسی اور کو باپ بنانے والا کافر ہے ...................................... 65
یہ کہنے کی حرمت کہ اللہ تعالی فلاں کو معاف نہ کرے گا ........................ 66

ایک جاہل کی وصیت ............................. 67

ذات انواط ............................. 73

اگلے پچھلوں پر لعنت کریں گے ؟ ............................. 74

آنے والے غلط تکفیر کریں گے ؟ ............................. 76

باب ٦ : حکم اہل الفترة ............................. 78

باب ٧ : حق تکفیر ............................. 81

کوئی بھی کافر نہیں ............................. 81

کافر کہنا صرف اللہ کے رسولوں کا حق تھا ............................. 85

کافر کہنا صرف حاکم کا حق ہے ............................. 88

کافر کہنا صرف محدثین کا حق تھا ............................. 91

کافر کہنا اہل سنت کے علماء کا حق ہے ............................. 92

باب ٨ : ایمان میں کمی وزیادتی کا قول ............................. 97

پہلا گروہ کہتا ہے : ایمان نہ بڑھتا ہے نہ کم ہوتا ہے ............................. 100

دوسرا گروہ کہتا ہے : ایمان میں اضافہ اور کمی ہوتی ہے ............................. 102

تیسرا گروہ کہتا ہے : ایمان کم نہیں ہوتا صرف بڑھتا ہے ............................. 108

چوتھا گروہ ایمان بڑھتا ہے اور کم پر توقف ہے یعنی کوئی رائے نہیں ہے ............................. 109

ترک نماز پر تکفیر کرنا ............................. 121

التتار (منگول) مسلمان نہیں ............................. 129

باب ٩ : جو اللہ نے نازل کیا اس سے الگ حکم دینا ............................. 135

136 ........................ ابن عباس سے منسوب قول کفر دون کفر ثابت نہیں ہے

137 ......................  ابن عباس سے جو قول ثابت ہو رہا ہے وہ یہ ہے

141 ................................ خوارج کی اجتہادی غلطی

154.......................باب ۱۰ : فہم سلف دین میں حجت نہیں

162 ............................باب ۱۱ : مسئلہ اتباع الطاغوت

164 ............................ قول: اعتقاد میں تکفیر نہیں ہے

165 .... قول: رسول اللہ کے لئے علم غیب کا دعوی کرنے والے کی تکفیر نہیں کی جائے گی

167 ...................... قول: مسئلہ سماع الموتی میں تکفیر نہیں کی جائے گی

176 ............................ قول: تجسیم الٰہی پر تکفیر نہ کرنا

178 ...................... قول: اللہ کی صفت قدرت کا منکر کافر نہیں

179 ...................... قول: قبر پرستوں کی تکفیر نہیں کی جائے گی

180 ...................... قول: وسیلہ کے قائلین کی تکفیر نہیں کی جائے گی

181 ...................... قول: تعویذ کرنے پر تکفیر نہیں ہے

184 ....................... قول عائشہ رضی اللہ عنہ لاعلم تھیں کہ اللہ جاننے والا ہے

188 .......................... قول: فروع میں تکفیر کی جائے گی

189 ............................ قول: صوفیاء کا رد نہ کیا جائے؟

197 ...................... پالیسی: صوفیاء کی مدح اور منکر حدیث کی تکفیر کرنا

203 ...................... ڈاکٹر عثمانی رحمہ اللہ علیہ کی جانب سے اصلاح عقائد کا مقصد

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ الْمَكِّيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: قُلْتُ لِسُهَيْلٍ: إِنَّ عَمْرًا حَدَّثَنَا عَنِ الْقَعْقَاعِ، عَنْ أَبِيكَ، قَالَ: وَرَجَوْتُ أَنْ يُسْقِطَ عَنِّي رَجُلًا، قَالَ: فَقَالَ: سَمِعْتُهُ مِنَ الَّذِي سَمِعَهُ مِنْهُ أَبِي كَانَ صَدِيقًا لَهُ بِالشَّامِ، ثُمَّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سُهَيْلٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «الدِّينُ النَّصِيحَةُ» قُلْنَا: لِمَنْ؟

قَالَ: لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ

صحيح مسلم

بسم اللہ الرحمان الرحیم

# ایقاظ

**طاغوت** کا کفر کرنے پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے - سورۃ البقرۃ : الآیات 256 الی 257

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (256) آیت

الدین (اسلام) میں کوئی زبردستی نہیں بے شک ہدایت گمراہی سے الگ ھوچکی ہے پس جس نے طاغوت کا کفر کیا اور اللہ پر ایمان لایا اس نے مظبوط حلقہ تھام لیا جو ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے

سورہ الزمر میں ارشاد ہوتا ہے :

«والذين اجتنبوا الطاغوت أن يعبدوها»

جنھوں نے طاغوت کی بندگی سے اجتناب کیا کہ اللہ کی عبادت کریں

اس طرح جو طاغوت کا کفر نہیں کر رہا وہ عند اللہ کافر ہے، اگرچہ اس شخص کو خود اس کی ابھی خبر نہیں ہے- کتاب اللہ کی وجہ سے انسانوں کی تکفیر ہو رہی ہے چاہے ان کو عربی کا قرآن پڑھنا بھی نہ آتا ہو-

محدثین قرن ثالث میں سے بعض نے یہ موقف پیش کیا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے—ایسا ہی قول خوارج کا بھی تھا- انہی اقوال کی وجہ سے عصر حاضر میں دہشت گرد تنظیمین وجود میں آئیں ہیں جو قتل عوام و حاکم کو جائز کرتی ہیں- محدثین میں سے بعض کا یہ افراط تھا جس کی سزا ہم کو بھگتنی پڑ رہی ہے- ان چند محدثین (امام احمد و اسحاق) کے فتووں کو عملی جامہ سلفی تنظیموں نے پہنایا جنہوں نے پہلے انگریز کے ساتھ مل کر عثمانی ترکوں کو قتل کیا، پھر مصر میں اخوان بن کر وہاں حاکموں کو قتل کیا، پھر پاکستان میں تحریک طالبان پاکستان بن کر قتل کیا، عراق میں داعش بن کر قتل کیا اور شام میں سلفی تنظیموں نے قتل عام کیا- جوابا وہاں کی شامی حکومت نے سلفیوں کا قتل کیا- جاننا ضروری ہوا کہ یہ فساد فی الارض کیوں بپا کیا گیا ہے؟ بعض اخباری دانشوروں نے حقائق کو چھپا کر بتایا کہ یہ صیہونی و نصرانی سازشیں ہیں جو مسلمانوں کو لڑا رہی ہیں- بہت ممکن ہے یہ درپردہ ہو لیکن یہ مکمل سچ نہیں ہے، بلکہ آدھا سچ بھی نہیں ہے اس کا بھی کم ہے-

حربی تنظیموں کی ویب سائٹز اور کتب انٹرنیٹ پر موجود ہیں، ان کی تقاریر بھی موجود ہیں- ان کو پڑھ، سن لیں تو دودھ کا دودھ، پانی کا پانی ہو جاتا ہے—ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ان تنظیموں کے مذہبی مواد میں تلاش کریں کہ ان تنظیموں کے ہاں فساد فی الارض کی شرعی دلیلیں و نصوص کیا پیش کی گئی ہیں؟ چونکہ (دہشت گردوں) حربیوں کی کتب اکثر عربی میں ہیں، ایک عام بر صغیری مسلمان کو علم نہیں ہو پاتا کہ جھگڑا کیا چل رہا ہے- ان تنظیموں نے حاکم کے خلاف خروج کا بھی فتوی دے رکھا ہے کیونکہ بقول ان کے یہ اہل کتاب کے زیر اثر ہیں -الولاء والبراء کی بحث یہاں سے شروع ہو جاتی ہے اور انہی حربی تنظیموں نے فتوی دیا کہ جو مسلمان ان حاکموں سے قتال نہیں کرتا وہ بھی انہی میں سے ہے لہذا دہشت گردی کے مذہبی جواز اکھٹے کیے گئے—

مصیبت کو دیکھ کر اس رجحان کے خلاف مسئلہ تکفیر کی خود سلفی حلقوں کی جانب سے وضاحت کی گئی لیکن انہوں نے اس مسئلہ تکفیر کو سلجھانے کی بجائے مزید الجھا کر رکھ دیا- ان لوگوں نے بے محل انداز میں خارجی کا لفظ کفر کے متبادل پر بولا—لہذا ہم نے دیکھا کہ عصر

حاضر میں چھپنے والی، تکفیر سے منع کرنے والی کتب میں الْمُرجِئَةِ، مرافضی، خارجی، طاغوت کی تعریفات بدلی گئیں ہیں[1]- ان لوگوں کی جدید تلبیسات اور باطل فلسفوں کے پردے چاک کرنا ضروری ہیں-

طاغوت کا انکار کرنا اللہ تعالی کا حکم ہے اور اسی کا حکم ہے کہ فساد فی الارض نہ کیا جائے—سورہ محمد میں ہے

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ

اگر تم حاکم ہو گئے تو زمین میں فساد مچاؤ گے اور رشتہ داریاں تڑواو گے

ظاہر ہے دہشت گردی، قتل کرنا، خودکشی کرنا یہ سب گناہ کبیرہ ہیں اور ان کا مرتکب اگر توبہ نہ کرے اپنے آپ کو قصاص کے لئے پیش نہ کرے تو جہنمی ہے- اللہ چاہے تو معاف کر سکتا ہے لیکن اللہ نے کہا ہے کہ جو اپنی عبادت سے راضی ہوا وہ جہنم میں جائے گا- مثل مشہور ہے خدا گنجے کو ناخن نہ دے، اللہ تعالی کو خوب معلوم ہے کہ انسانوں میں سے بعض مفسد ایسے ہوتے ہیں جو اپنی سیاست کو مذہبی رنگ دیتے ہیں پھر موقع ملتے ہی زمین پر فساد کرتے ہیں اور رشتہ داریاں ختم کرواتے ہیں

سوال ہے کہ طاغوت کا انکار کس نوعیت کا ہے؟ اس کی کیا حدود ہیں؟ کیا کفر طاغوت کا مطلب ہے کہ کہ متبع طاغوت کو قتل کر دیا جائے؟ تو اس کا جواب ہے نہیں - طاغوت کے انکار کا حکم مکہ میں نازل ہوا- مسلمان غلام نے اپنے مشرک آقا سے بغاوت نہ کی، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مشرک ابن الدغنہ سے دوستی ختم نہ کی، عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے مشرک عقبہ بن ابی معیط کے ساتھ معاہدہ ختم نہ کیا- معاشرت چلتی رہی، لین دین ہوتا رہا- اسی طرح مسلمان اپنے مشرک ماں باپ کی خدمت میں لگے رہے، رشتہ داروں سے قطع تعلق نہ ہوئے اور یہی قرآن میں حکم دیا گیا تھا کہ فساد فی الارض نہ کرنا- جنگ ہو گی تو شہر میں نہیں بلکہ میدان قتال میں ہو گی جس کو جنگ بدر واحد کہا جاتا ہے—

---

[1] یہ انداز کتاب فکر خوارج، خطرناک فرقوں کی حقیقت از ڈاکٹر علی محمد محمد الصلابی میں اختیار کیا گیا ہے

لہٰذا طاغوت کا انکار اصلا ایک مذہبی فکر و انذار (آخرت کا خوف) کی نوعیت کی بات ہے —یہ موقف کی بات ہے، معاشرتی بائیکاٹ نہیں ہے

اللہ کا شکر ہے کہ عقیدے کی جس خرابی کا ذکر ڈاکٹر عثمانی رحمہ اللہ علیہ نے اپنی کتابوں میں کیا تھا اس کی گونج سے مسلک پرستوں کے محراب و منبر لرز اٹھے ہیں- ڈاکٹر صاحب نے توحید میں باطل کی ملاوٹ پر تبین و وضاحت کی ہے — علماء سابقہ کی عقائد کی غلطی و بے بضاعتی کو ظاہر کیا ہے - ڈاکٹر صاحب نے راہ حق میں گلیوں بازاروں میں توحید کی تبلیغ کی - انہوں نے کبھی بھی فساد فی الارض برپا کرنے کا حکم نہیں دیا تھا — مخالفت میں مولویوں نے عثمانی صاحب پر جھوٹ گھڑا اور ان کو مخالف محدثین بنا کر پیش کیا گیا جبکہ عثمانی صاحب کا موقف تھا کہ عقیدہ کی خرابی اگر کسی محدث میں بھی ہو تو اس کو رد کیا جائے گا دین مختار کو برقرار رکھا جائے گا - طرفہ تماشہ ہے کہ قبر پرستی کو سند جواز دینے کے بعد اس پر جانے والے عوام کو کافر و مشرک کہنے والے آج انہی کی صف میں کھڑے ہو کر اعلان کر رہے ہیں کہ وہ تکفیری نہیں ہیں، یا للعجب-

افسوس فتنہ اتباع الطاغوت اس قدر پھیل چکا ہے کہ ایک مومن اس پر کلام کرتا ہے تو علماء سوء کا ایک گروہ اس کو فتنہ تکفیر سے ملا کر بات کو الجھانے کی کوشش کرتا ہے- پھر متقدمین متکلمین کی دقیق بحثوں اور شروحات کی بے رطب تحریروں اور فسادی [2]

---

[2] حربی تنظیمیں منتظر مہدی ہیں جو ملت میں تشدد کی راہ اپنانے والی ہیں- یہ تنظیمیں لوگوں کے گلے کاٹنے والے ہیں — یہ عورتوں اور بچیوں کو لونڈیاں بنانے کے لئے تیّار ہیں اور اس میں سلفی اور اب دیو بندی پیش پیش ہیں اور یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے- امت میں اس تکفیری سوچ کو پروان چڑھانے والوں میں القاعدہ اور داعش کے لوگ ہیں جو سلفی وہابی سوچ کے حامل ہیں - اس فکر میں مدنیہ یوینورسٹی کے سعودی اساتذہ کے نام بھی ہیں مثلا ربیع المدخلی وغیرہ -آج اپنے سپولوں کو دودھ پلا کر ان فرقہ باز مولویوں نے اس قدر بڑا کر دیا ہے کہ وہ اژدھے بن کر ان کی بغلوں سے نکل چکے ہیں — وہ ان کی اب سن نہیں رہے- جس **Frankenstine** کو انہوں نے خلق کیا تھا وہ انہی کی نسلوں کو تباہ کر رہا ہے- سٹپٹاہٹ میں تکفیر پر ، فرقوں سے منسلک مولوی کتب لکھ رہے ہیں-اس طرح یہ اپنی طفلانہ تکفیر کو تو شیر مادر سمجھ کر پی جاتے ہیں لیکن حق گو علماء پر قادیانی تک کی تکفیر کرنے کی بھپتی کستے ہیں اور اپنے اپنے طواغیت کو بچانے میں لگ جاتے ہیں — ہر مولوی اپنا بت سر پر اٹھائے بھاگ رہا ہے اور ان کا سب سے بڑا بت ابن تیمیہ ہے —

احمق ، اہل حق کی زبان بندی کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔اس معاملے میں غیر پختہ ذھن کے لوگ الجھ جاتے ہیں اور غلط تاویلات کر بیٹھتے ہیں ۔اس کتاب میں فتنہ اتباع طاغوت سے متعلق مباحث کو ابواب کی صورت تقسیم کر کے آسان انداز میں واضح کیا گیا ہے ۔

راقم نے اس کتاب میں وضاحت کی ہے کہ فتنہ اتباع طاغوت کو مسئلہ تکفیر میں خلط مبحث کر کے اس پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا۔ تکفیر کوئی انسانی عمل نہیں ہے یہ الوہی حکم کی وجہ سے سب مشرکوں اور کفار کی ہو رہی ہے۔ علماء تو محض تبین و وضاحت کرتے ہیں، حاکم اس کو نافذ کرتے ہیں ۔

ابو شہر یار

۲۰۲۰

# باب ۱: طاغوت سے کیا مراد ہے

بعض لوگوں نے طاغوت کی تعریف کو محض بتوں کی عبادت یا شیطان تک محدود کرنے کی کوشش کی ہے – اس طرح یہ ان کی اپنے بزرگوں کو بچانے کی ایک چال ہے – زیر نظر بحث میں طاغوت کی تعریف قرانی آیات کے تحت بیان کی گئی ہے

**طاغوت** کا مطلب حد سے نکلا ہوا سرکش انسان یا جن ہے –اس میں شیطان، جھوٹے انبیاء، جھوٹے الہ و معبود، توریت و قرآن کے احکام کے مخالف علماء سب شامل ہیں جو وہ حکم کریں جو اللہ کا مقرر کردہ نہ ہو-

بعض علماء نے طاغوت کی تعریف کی کل معبود من دون اللہ : اللہ کے علاوہ سارے معبود (باطل) ہیں- بعض نے کہا شیطان ہی طاغوت ہے –بعض نے کہا جادوگر طاغوت ہے- ان سب کی برائی میں کوئی شک نہیں ہے لیکن ان تعریفات میں یہ واضح نہیں ہے کہ کیا کوئی ذی روح فرد بھی طاغوت ممکن ہے- لہٰذا اب قرآن کو دیکھتے ہیں- طاغوت کے انکار کا حکم مکہ میں سورہ الزمر میں دیا گیا

(17) وَالَّـذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُـوٓا اِلَى اللّـٰهِ لَـهُـمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ

اور جو لوگ **طاغوت** کو پوجنے سے بچتے رہے اور اللہ کی طرف رجوع ہوئے ان کے لیے خوشخبری ہے، پس میرے بندوں کو خوشخبری دے دو۔

(18) اَلَّـذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَه ۚ اُولٰٓئِكَ الَّـذِيْنَ هَدَاهُـمُ اللّـٰهُ ۖ وَاُولٰٓئِكَ هُـمْ اُولُو الْاَلْبَابِ

جو توجہ سے بات کو سنتے ہیں پھر اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں، یہی ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت کی ہے، اور یہی عقل والے ہیں۔

یعنی مشرکین مکہ کے سردار کو طاغوت قرار دیا گیا۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ فَمِنْهُمْ مَنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُمْ مَنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ (36) سورة النحل

اور بے شک ہم نے ہر امت میں رسول بھیجے کہ اللہ کی عبادت کرو اور **طاغوت** سے اجتناب کرو پس ان میں سے کچھ کو اللہ نے ہدایت دی اور کچھ پر گمراہی ثبت ہو گئی، پھر و زمین پر چلو پھر و دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا

وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَنْ يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا إِلَى اللَّهِ لَهُمُ الْبُشْرَى فَبَشِّرْ عِبَادِ (17) سورة الزمر

اور جنھوں نے **طاغوت** کی بندگی سے اجتناب کیا اور اللہ سے لو لگائی ان کے لئے بشارت ہے پس ان کو خوشخبری دے دیں

دوسری طرف عرب کا وہ توھم پرست معاشرہ تھا، جس میں ساحر اور کاہن بھی راج کر رہے تھے (جس طرح آج ہمارے ہاں جن اتارنے والے پیر اور بزرگ مشہور ہیں کہ میڈیا پر بھی ان کی رسائی ہے جو خالصتاپڑے لکھے لوگوں کا پیشہ سمجھا جاتا ہے)۔ساحر و کاہن کو جبت کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے

الذین أُوتوا نَصِیباً مِّنَ الکتاب یُؤْمِنُونَ بالجبت و الطاغوت

جن کو کتاب میں حصہ دیا گیا وہ جبت اور **طاغوت** پر ایمان لے آیے

مکہ کے بعد انکار طاغوت کا مدینہ میں بھی حکم دیا گیا- طاغوت کا ذکر سورہ بقرہ سن ۲ ہجری میں ہے- سورہ النساء سن ۳ یا ۴ ہجری میں ہے- اس میں کعب بن اشرف کا مسئلہ جو مدینہ کے شمال میں رہنے والا قبیلہ طی کا ایک یہودی تھا- اس کی ننھیال مدینہ کی تھی- کعب بن اشرف کے بہت سے ہمدرد مدینہ کے منافق تھے اور ان کا آپس میں گٹھ جوڑ تھا– ان کے لیڈر دو یہودی حيي ابْن اخْطُبْ، اور كَعب بْن الاشرف تھے – منافقین جو ایمان لانے کے دعوے دار تھے لیکن بطور مصلحت اور بزنس کی بڑھوتی کے لئے مدینہ والوں کے ہمدرد بن کر ان کو اندر ہی اندر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ورغلانے میں لگے رہتے تھے، منافقین اپنے یہودی لیڈروں سے منسلک تھے اور انکے مدد گار بنے ہوئے تھے – ان کے نزدیک اسلام ایک آفت سے کم نہ تھا – مدینہ کا بیشتر بزنس یہودی ہاتھوں میں تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں کو ہی مدینہ سے نکال رہے تھے اور وہ قافلے جو قریش کا مال شام لے کر جاتے تھے ان پر حملے ہو رہے تھے – منافقین کے حساب سے مدینہ میں اسلام کی آمد اس زمانے کے بزنس پلان اور ٹریڈ روٹ پر حملہ تھا جس سے اندیشہ تھا کہ عربوں کا ہی نقصان ہو گا لہٰذا منافقین یہودیوں کی مدد کرنا چاہتے تھے – لیکن منصوبہ الٰہی کچھ اور ہی تھا – وہ انسان کی اس سوچ سے بہت دور تھا جس پر مال اور اولاد کی بیڑیاں پڑی ہوتی ہیں- ان یہودی لیڈران کو اسلام میں طاغوت کہا گیا- دو سوال یہاں پیش نظر ہیں

اول: مدینہ میں طاغوت کون تھے ؟

دوم: طاغوت کے فیصلوں کو ماننے والوں کو کیا دور النبی میں کیا منافق کہا جاتا تھا؟

مدینہ میں طاغوت کون تھے ؟ کیا وہاں مشرکوں کے سردار تھے ؟ نہیں تھے – یہاں طاغوت کی تعریف بدل جاتی ہے – یہاں طاغوت وہ ہے جو اسلامی حکومت کا مخالف ہو اس کو گرانے کے لئے سازش کر رہا ہے یعنی کعب بن اشرف- اس کے فیصلوں کے انکار کا حکم دیا گیا تھا جو غیر اللہ کی پرستش کے حوالے سے نہیں تھے بلکہ سیاسی فیصلے تھے-

طاغوت کے فیصلوں کو ماننے والوں کو کیا دور النبی میں کیا منافق کہا جاتا تھا؟ نہیں، بلکہ ان کو مسلم کہا جاتا تھا اور یہ منافق مسجد النبی میں نماز بھی پڑھتے تھے- یہ ایک سرد جنگ کی طرح تھی، ایک اندرونی سیاست تھی جو خلاف رسول چل رہی تھی- منافق جن کو مسلمان ہی کہا جاتا تھا وہ جا کر کعب بن اشرف سے ملتے جلتے تھے اور پلان بناتے تھے- اس پر کہا گیا کہ ایمان مکمل نہ ہو گا اگر طاغوت کا انکار نہ کیا اور اگر اس کے فیصلوں پر عمل کیا- اس کے بعد ظاہر ہے کعب بن اشرف کا ربیع الاول 3 ھ قتل ہوا- منافقوں و یہود کا طاغوت مر گیا، لیکن منافق مدینہ باقی رہے- ان پر مسلم کا اطلاق ہی گیا گیا یہاں تک کہ ایک موقعہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان منافقوں کو اصحاب محمد بھی کہا جب کہا گیا کہ

ان کو قتل کر دیں توفرمایا نہیں لوگ کہیں گے محمد اپنے اصحاب کا قتل کراتا ہے- یہاں تک کہ قبیلۃ الخزرج کے سردار عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ سن ۹ ہجری میں پڑھی گئی تو اللہ نے منع کیا کہ ان کی نماز پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے[3]- یعنی ایک اللہ کا حکم ہے کہ منافق جو طاغوت کا متوالا ہے وہ مومن نہیں ہے —ایک معاشرت ہے جس میں اس کے باوجود ان منافقوں کو مسجد النبی آنے دیا جاتا ہے اور جنگ میں بھی آنے کے لئے کہا جاتا ہے مثلا تبوک کی جنگ میں منافق پیچھے رہے- سورہ توبہ سن ۹ ہجری میں ذکر ہے جبکہ معلوم تھا کہ یہ یہ لوگ کعب بن اشرف انجہانی سن ۳ ہجری سے ملے ہوئے تھے لہذا دو الگ الگ باتیں ہیں ایک ہے معاشرت جو اسلام ہے اور ایک ہے ایمان جو اللہ کا حکم ہے

طاغوت- مسلم ، مشرک، اہل کتاب، ہندو میں کہیں بھی ہو سکتا ہے[4]- اہل قبلہ میں سے ہونا اور شرک کرنا یہ دو الگ باتیں ہیں- ظاہر ہے اللہ اپنا حکم نافذ کرے گا کہ مشرک پر جنت حرام ہے- لیکن عرف عام میں انہی مسلمانوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا- حدیث میں ہے کہ رسول اللہ کہیں گے یہ میرے اصحاب ہیں یا امتی ہیں لیکن ان کو جہنم کی طرف لے جایا جائے گا

---

3

بعض سلفی علماء نے منافق کو طاغوت قرار دیا ہے جو درست نہیں ہے – منافق متبع طاغوت ہے - قرآن و حدیث میں مناق کو طاغوت نہیں کہا گیا بلکہ ان کی اتباع کرنے والا کہا گیا ہے - طاغوت کا کفر اس کی زندگی میں ہی کیا جاتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی زندگی میں اس کی مغفرت کی دعا کی ہے -- قرآن میں منافق کی موت کے بعد اس کی مغفرت کی دعا سے منع کیا گیا ہے

4

کتاب طاغوت کے تعاون سے جہاد،شرعی میں غیر مقلد محمد ابراہیم سلفی کا کہنا ہے

طاغوت کی مذکورہ تعریفات و مفاہیم سے واضح ہوا کہ طاغوت طاغوت میں فرق ہے۔ ایک طاغوت وہ ہے جو کلمے کے اقراری ہے اور ایک طاغوت جو کلمے کا انکاری ہے۔ ظاہر ہے جو برتاؤ کلمے کے انکاری کے ساتھ ہوگا وہ کلمے کے اقراری یعنی کلمہ گو کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔ حتیٰ کہ قرآن وحدیث میں تو کلمے کا انکاری کافروں طاغوتوں کے مابین بھی فرق کیا گیا ہے کہ ایک طاغوت کافر ہے، کلمے کا انکاری ہے اور مسلمانوں سے سخت دشمنی رکھتا ہے اور ایک طاغوت کافر ہے، کلمے کا انکاری ہے، ہر مسلمان سے سخت

❶ تیسیر القرآن : ۱۸۵/۱۔

طاغوت کے تعاون سے جہاد (شرعی جائزہ) | 9

دشمنی نہیں رکھتا بلکہ نرم رویہ رکھتا ہے۔ اب جو مسلمانوں کا دشمن طاغوت اور کافر ہے اس کے ساتھ سلوک اور برتاؤ الگ ہوگا اور جو غیر دشمن کافر ہے اس کے ساتھ برتاؤ الگ ہوگا۔

طاغوت سے مراد وہ بزرگان دین بھی ہیں جن کو لوگوں نے مسند الوہیت پر بیٹھا دیا ہے – چاہے کتاب اللہ کچھ بھی حکم دے حدیث رسول میں جو بھی حکم ہو لیکن بات بزرگ کی مانی جائے گی چاہے خلاف قرآن و حدیث ہی کیوں نہ ہو – اور اس مرض میں اک انبوہ کثیر ہے – اللہ اس سے بچائے - لہٰذا اپنے دور کے اور اپنے سے پہلے گزرے ہوئے طواغیت کا کفر للازم ہے

اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو گمراہ ہیں اور اپنی پرستش کرا رہے ہیں – اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا (60) سورة النساء

کیا تم نے دیکھا جنھوں نے یہ دعوی کیا کہ وہ ایمان لے آئے ہیں جو تم پر نازل کیا گیا ہے اور جو تم سے پہلے نازل کیا گیا تھا چاہتے ہیں کہ **طاغوت** سے فیصلہ کرایا جائے اور بے شک ان کو اس کے کفر کا حکم دیا گیا تھا اور شیطان چاہتا ہے کہ ان کو دور کی گمراہی میں لے جائے

یہ بھی کہا:

قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِنْ ذَلِكَ مَثُوبَةً عِنْدَ اللَّهِ مَنْ لَعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ أُولَئِكَ شَرٌّ مَكَانًا وَأَضَلُّ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ (60) سورة المائدة

کہو کیا تم کو بتاؤں اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ شر انگیز (لوگ) جن پر اللہ نے لعنت کی اپنا غضب ڈھایا اور ان کو بندر اور سور بنا دیا اور **طاغوت** کے بندے جن کا برا مقام ہے اور جنہیں راہ راست سے بھٹکا دیا ہے

**اس سے معلوم ہوا کہ طاغوت سے مراد ہر وہ فرد بھی ہے جو اللہ تعالی کے کلام کے خلاف فتوی دے رہا ہو، چاہے وہ خود اس بات سے لاعلم ہو کہ وہ اللہ کا دشمن بن چکا ہے –**

کہا جاتا ہے کہ ہر انسان سے صرف اس کے عمل کا پوچھا جائے گا - بلا شبہ ہر انسان سے اس کے عمل کا سوال کیا جائے گا – لیکن کیا ہم نے قرآن میں سوٗالحساب (براحساب) کی اصطلاح نہیں پڑھی – جب حساب کتاب شروع ہو گا تو اس میں ہر چیز داخل ہوتی جائے گی – اور اللہ سریع الحساب (تیز حساب کرنے والا) بھی ہے – ہمارے عمل کا دارومدار عقائد پر ہے اور طاغوت کا انکار عقیدہ سے تعلّق رکھتا ہے - اب کچھ تو وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں کوئی انفورمیشن نہیں کہ کس عقیدے پر تھے ان کے حوالے سے یہی کہا جائے گا ان کے بارے میں اللہ کو پتا ہے جس طرح فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ پچھلی پشتوں کا کیا ہو گا؟ موسیٰ نے کہا اس کا علم اللہ کو ہے

اس میں واضح ہے کہ انبیاء دنیا میں کفر مٹانے کے لئے منتخب ہوئے اور اس مقصد کو انہوں نے ادا کیا – آج اگر کوئی عیسائی اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام سے کفر منسوب کرے تو ہم بلا دلیل انکار کریں گے کیونکہ یہ ناممکن ہے لیکن غیر انبیاء کے بارے میں یہ گمان نہیں کیا جا سکتا ان کی تعلیمات اور عقائد کی جانچ کی جائے گی - وہ لوگ جنہوں نے کتابیں لکھیں اور اپنے گمراہ عقائد کو پھیلایا اور آج لوگ ان کو ان کی تحریروں کی ہی وجہ سے جانتے ہیں تو ان کے بارے میں حسن ظن رکھنا کہاں کا انصاف ہے؟ یہ تو اللہ سے بغاوت اور مصلحت کوشی ہے کہ کہیں دنیا والے ناراض نہ ہو جائیں - بہر حال ہم انکار کریں گے اور اسی کی تلقین کریں گے

حکم قرآن کے تحت صرف طاغوت کو پہچان لینا کافی نہیں ہے – اس کے انکار کا حکم ہے یعنی اس کے فیصلوں کو نہیں لے سکتے - اب سوال ہے کہ طاغوت کے کس فیصلے کو نہیں لے سکتے؟ جبکہ صلح حدیبیہ میں مشرکوں نے فیصلہ دیا کہ مدینہ کے مسلمان مکہ نہیں آئیں – رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس فیصلے کو مان گئے - معلوم ہوا طاغوت کا ہر فیصلہ قابل انکاری نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق توحید کے حوالے سے عقیدہ پر ہے

طاغوت کے حوالے سے بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ طاغوت معاشرہ ہے جبکہ قرآن میں معاشرہ کی معروف بات کو قبول کرنے کا حکم ہے چاہے وہ مشرکین و اہل کتاب میں ہی کیوں نہ ہو قولِ معروفا کہہ کر اس رسم کو قابل قبول قرار دیا گیا ہے جو اسلام کی تعلیمات

سے متصادم نہ ہوں۔ اس طرح معاشرہ بذات خود طاغوت نہیں۔ طاغوت کی فردانیت کو ختم کرنے سے ظاہر ہے پھر اوٹ پٹانگ نتائج نکلیں گے۔ معاشرہ، نظام طاغوت نہیں ہے۔ طاغوت افراد ہیں جو عوام پر اثر کی طاقت رکھتے ہوں۔

دار العلوم دیوبند کا فتوی ہے فتوی نمبر: 143101200022

دار الإفتاء
جامعة العلوم الاسلامية
علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی ۵ پاکستان

طاغوت کا مفہوم اور اس کے مصداق

## سوال

محترم مفتی صاحب السلام علیکم طاغوت کی تعریف کیا ہے؟ کیا طاغوت سے کفر ایمان کی بنیادی شرط ہے؟ اگر ہے تو اس کفر کی عملی صورت کیا ہے؟ کیا طاغوت مسلمان ہوسکتا ہے؟ اور کیا غیر اللہ کا قانون نافذ کرنے والا حکمران طاغوت ہے؟ پاکستان کے حکمران ڈنکے کی چوٹ پر غیر اللہ کا قانون نافذ کرتے ہیں کیا وہ طاغوت ہیں؟ جواب دیتے وقت ائمہ اہل سنت والجماعت کے فہم کو ضرور مد نظر رکھئے گا۔

## جواب

طاغوت لغت کے اعتبار سے لفظ طغیانسے نکلا ہوا کلمہ ہے اس کا معنی حد سے بڑھ جانا اور سر کشی کرنا ہے، آئمہ اہل سنت والجماعت کی تفسیروں کے مطابق طاغوت کا اطلاق ہر جھوٹے معبود اور شیاطین پر ہوتا ہے یعنی طاغوت اللہ تعالیٰ کے علاوہ اس بت یا شیطان کو کہا جاتا ہے.جس کی معبود بر حق کے علاوہ عبادت اور پیروی کی جائے، بایں معنیٰ ایمان کیلئے طاغوت پر رد اور اس کا انکار لازم اور شرط ہے۔ یہ مفہوم کلمہ طیبہ لاالہ اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہوئے ادا ہو جاتا ہے۔.جس انسان کو کلمہ اسلام یا کلمہ شہادت پڑھوایا جائے اس کو اس کا مفہوم بھی سمجھایا جائے اور اگر کسی غیر مسلم کو مشرف با اسلام کیا جارہا ہو تو اس کی اپنی زبان میں اس کے سابقہ معبودان باطلہ سے برأت کا اظہار کرایا جائے ان معبودوں کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر بھی واضح کیا جائے کہ وہ معبود اللہ کی مخلوق ہے،اللہ کے کاموں اور تصرفات میں شریک وساجھی یا عبادت کے لائق نہیں ہے۔ غیر اللہ کا قانون نافذ کرنے والے حکمران اللہ تعالیٰ کے نافرمان اور باغی ضرور ہیں مگر طاغوت کے اصطلاحی مفہوم کا ان پر اطلاق مشکل ہے البتہ مغوی مفہوم کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی عدولی کرنے والے سارے لوگ خواہ وہ حکمران ہو یا رعایا سب کے سب طاغوت کا مصداق بن سکتے ہیں گو کہ اس درجہ میں بھی حکمران، عام رعایا سے زیادہ ذمہ دار ہونے کی وجہ سے اعلی درجے پر فائز شمار ہوں گے۔ فقط واللہ اعلم

دیوبندیوں کے نزدیک طاغوت محض بت اور شیطان ہیں۔

اہل حدیث کے بقول اس امت میں بھی شرک ہو رہا ہے لیکن طاغوت شیطان ہے - ماہنامہ الحدیث نمبر ۳۹ ، ص ۴۹ - ۵۸ میں ہے



ابوالاسجد محمد صدیق رضا

امتِ مصطفیٰ ﷺ اور شرک



ابوالاسجد محمد صدیق رضا

# امتِ مصطفیٰ ﷺ اور شرک

بعض لوگ یہ دعویٰ کرتے رہتے ہیں کہ امت مسلمہ میں کبھی شرک نہیں ہوگا اور اس سلسلے میں وہ بعض احادیث توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں۔ محترم ابوالاسجد محمد صدیق رضا حفظہ اللہ نے قرآن وحدیث کے دلائل کے ساتھ ان لوگوں کا بہترین رد کیا ہے جسے ماہنامہ الحدیث میں قسط وار شائع کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلے کی پہلی قسط پیشِ خدمت ہے۔/ حافظ شیر محمد

الحمد لله رب العالمين و الصلوٰة و السلام على رسوله الأمين، أما بعد:

شرک انتہائی مذموم عمل ہے، اللہ تعالیٰ نے شرک سے جس قدر کراہت وناپسندیدگی کا اظہار فرمایا شاید ہی کسی دوسرے مذموم عمل پر اس قدر کراہت وناپسندیدگی کا اظہار کیا ہو، اور اللہ رب العالمین نے ہر قوم کی طرف انبیاء ورسل مبعوث فرمائے جن میں سے ہر رسول کی اساسی وبنیادی اور اوّلین دعوت توحید کے واضح اعلان اور شرک کی قطعی مذمت پر مبنی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ .﴾

اور یقیناً ہم نے ہر امت میں رسول بھیجے (اس دعوت کے ساتھ) کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت سے بچو۔ (یعنی شرک وشیطان سے بچو) (النحل:۳۶)



اور پھر جب نوح علیہ السلام نے انھیں توحید کی دعوت دی تو وہ ماننے کے لئے تیار نہ ہوئے بلکہ مقابلے پر آڈٹے۔

اسی طرح آج بھی بتوں کی پوجا کرنے والے جن بتوں کی پوجا کرتے ہیں ان کی طویل داستانیں سناتے ہیں بدھا، کرشن کنھیا، سیتا، کالی الغرض کہ ہر بت سے متعلق من گھڑت کرشمہ جات کی ایک طویل داستان ہے اور (کہتے ہیں کہ) یہ کبھی جیتے جاگتے انسان تھے۔

## شرک کی قباحت مسلمہ ہے

اسلام کا کوئی مدعی شرک کی قباحت وشناعت سے انکار نہیں کرسکتا اور نہ ہی یہ کہنے کی جرأت کرسکتا ہے کہ اسلام میں شرک جیسے قبیح ترین فعل کے لئے جواز یا گنجائش موجود ہے۔ الحمد للہ! اسلام کا مدعی ہر فرد یہ جانتا اور مانتا ہے کہ اسلام میں شرک جیسے انتہائی مکروہ عمل کی رتی برابر گنجائش نہیں، شرک سے اللہ سخت نفرت کرتا ہے، شرک کرنیوالا اگر بغیر توبہ کے مرجائے تو اُس کی مغفرت بھی نہیں ہوگی، اُس پر جنت حرام ہے اور اُس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

## محمد ﷺ کی اُمت بھی شرک میں مبتلا ہوسکتی ہے یا نہیں؟

افسوس صد افسوس! کہ اب تو اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہو چلا ہے، کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو یہ باور کرانے کے درپے ہیں کہ اُمتِ مصطفیٰ ﷺ کا کوئی فرد شرک میں مبتلا نہیں ہو سکتا، بلکہ وہ شرک سے محفوظ و مامون ہے!!!

جبکہ دوسری طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ جس طرح گزشتہ انبیائے کرام کی امتوں میں شرک داخل ہو چکا تھا بالکل اسی طرح محمد مصطفیٰ ﷺ کی اُمت میں بھی شرک آسکتا ہے، اس اُمت کے بھی کچھ لوگ شرک میں مبتلا ہو سکتے ہیں بلکہ ہوئے بھی ہیں، محض آپ ﷺ کا اُمتی ہونے کی وجہ سے وہ شرک سے محفوظ نہیں ہو جائے گا۔ اب دو گروہ میں سے کس کی بات درست ہے اور کس کی غلط؟ کس کی بات حق ہے اور قرآن وسنت کے عین مطابق اور کس کی بات قرآن وسنت کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل ہے؟

ابن حجر نے بھی شرح فتح الباری ج ۱۱ ص ۴۴۸ میں طاغوت کی تعریف کو محدود کیا ہے

**جمع طاغوت، وهو الشيطان والصنم** یہ طاغوت کی جمع ہے جو شیطان یا بت ہے

صحیح بخاری میں معلق روایت ہے کہ کچھ افراد تھے جو مختلف قبائل میں تھے اور مشرکین کے سرپنچ تھے

قَالَ جَابِرٌ: «كَانَتِ الطَّوَاغِيتُ الَّتِي يَتَحَاكَمُونَ إِلَيْهَا، فِي جُهَيْنَةَ وَاحِدٌ، وَفِي أَسْلَمَ وَاحِدٌ، وَفِي كُلِّ حَيٍّ وَاحِدٌ، كُهَّانٌ يَنْزِلُ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ

لوگ ان قبائل کے سرپنچ سے فیصلہ کراتے - صحیح مسلم کی حدیث ہے

عن عبد الرحمن بن سمرة -رضي الله عنه- قال: قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم-: «لا تحلفوا بِالطَّوَاغِي، ولا بآبَائِكُم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے طاغوت اور آباواجداد کی قسم مت لو

اس حدیث کا ترجمہ اردو میں کیا جاتا ہے

عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہ بتوں کی قسم کھاؤ اور نہ ہی اپنے آباواجداد کی۔

کتاب تطریز ریاض الصالحین از فیصل بن عبدالعزیز بن فیصل ابن حمد المبارک الحریملی النجدی (المتوفى: 1376ھ-) میں ہے

الطَّواغِي» : جَمْعُ طَاغِيَةٍ، وهِيَ الأصنَامُ. وَمِنْهُ الحَدِيثُ: «هذِهِ طَاغِيَةُ دَوْسٍ» أيْ: صَنَمُهُمْ وَمَعْبُودُهُمْ. وَرُوِيَ « في غير مسلم: ... «بِالطَّوَاغِيتِ» جَمعُ طَاغُوت، وَهُوَ الشَّيْطَانُ وَالصَّنَمُ.

یہ قبیلہ دوس کے طاغی تھے اور حدیث میں مراد ہے ان کے بت و معبود اور صحیح مسلم میں ہے بِالطَّوَاغِيتِ» جو طاغوت کی جمع ہے اور یہ شیطان و بت ہیں

راقم کہتا ہے یہ کلام منکر ہے ظاہر ہے طاغوت اگر بت یا شیطان تھے تو وہ انسانی جھگڑوں میں فیصلہ نہیں کر سکتے تھے

عمدہ القاری میں عینی نے درست شرح کی ہے کہ طاغوت محض بت و شیطان نہیں ہیں بلکہ انسانوں میں بھی ہیں

قَوْله: (الطواغيت) جمع طاغوت وَهُوَ الشَّيْطَان والصنم وَيكون جمعا ومفرداً ومذكراً ومؤنثاً، وَيُطلق أَيْضا على رُؤَسَاء الضلال

الطواغیت یہ طاغوت کی جمع ہے جو شیطان یا بت ہے اور یہ جمع و مفرد ہو سکتا ہے مذکر مونث ہو سکتا ہے اور اس کا اطلاق گمراہ سرداروں پر بھی ہوتا ہے

التوضیح لشرح الجامع الصحیح از ابن ملقن میں ہے

وفي "الصحاح": الطاغوت: الكاهن الشيطان، وكل رأس في الضلال

کنز الایمان (تفسیر قرآن) از احمد رضا خان بریلوی میں طاغوت کا ترجمہ شیطان کر دیا گیا ہے

إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَن
زبردستی نہیں ۵۳۲ دین میں بے شک خوب جدا ہو گئی ہے نیک راہ گمراہی سے تو جو شیطان کو
يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ
نہ مانے اور اللہ پر ایمان لائے ۵۳۳ اس نے بڑی محکم گرہ تھامی
الْوُثْقَىٰ لَا انفِصَامَ لَهَا وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (۲۵۶) اللَّهُ وَلِيُّ
جسے کبھی کھلنا نہیں اور اللہ سنتا جانتا ہے اللہ والی ہے



یہاں سورہ بقرہ میں آیت ۲۵۶ میں طاغوت کا ترجمہ شیطان کیا گیا ہے

سورہ النساء آیت ٦٠ کو تو کسی بھی طرح شیطان نہیں لیا جا سکتا کیونکہ وہاں پر فیصلہ کرانے کا ذکر آیا ہے لیکن احمد رضا نے ترجمہ شیطان کیا لیکن تفسیر میں اقرار کیا ہے کہ کعب بن اشرف، طاغوت تھا جس سے فیصلہ کرایا جا رہا تھا۔

كنز الايمان فى ترجمة القرآن

وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿٥٩﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى

ایمان رکھتے ہو ف۱۶۹ یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا کیا تم نے انہیں نہ

الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَاۤ اُنْزِلَ

دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمان لائے اُس پر جو تمہاری طرف اترا اور اس پر جو تم سے

مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْۤا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ

پہلے اترا پھر چاہتے ہیں کہ شیطان کو اپنا پنچ بنائیں اور اُن کو

اُمِرُوْۤا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿٦٠﴾

توحکم یہ تھا کہ اُسے اصلاً نہ مانیں اور ابلیس یہ چاہتا ہے کہ انہیں دور بہکاوے ف۱۷۰

خزائن العرفان فی تفسیر القرآن

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

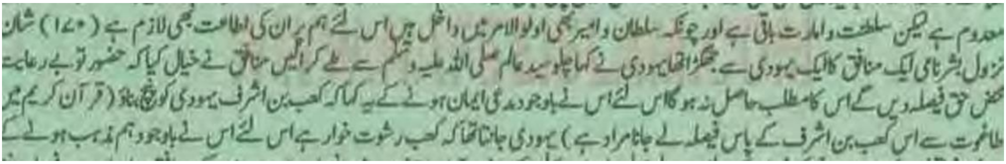

معدوم ہے لیکن سلطنت و امارت باقی ہے اور چونکہ سلطان و امیر بھی اولوالامر میں داخل ہیں اس لئے ہم پر ان کی اطاعت بھی لازم ہے (۱۷۰) شان
نزول بشر نامی ایک منافق کا ایک یہودی سے جھگڑا تھا یہودی نے کہا چلو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے طے کرالیں منافق نے خیال کیا کہ حضور تو بے رعایت
محض حق فیصلہ دیں گے اس کا مطلب حاصل نہ ہو گا اس لئے اس نے باوجود مدعی ایمان ہونے کے یہ کہا کہ کعب بن اشرف یہودی کو پنچ بناؤ (قرآن کریم میں
طاغوت سے اس کعب بن اشرف کے پاس فیصلہ لے جانا مراد ہے) یہودی جانتا تھا کہ کعب رشوت خوار ہے اس لئے اس نے باوجود ہم مذہب ہونے کے

شروح و تفاسیر لوگوں کی ایک بڑی تعداد نہیں پڑھتی وہ تو صرف ترجمہ ہی پڑھ لیتی ہے۔ اس تناظر میں ظاہر ہے علماء بریلوی ہوں، دیو بندی ہوں، غیر مقلدین ہوں یہ طاغوت کی اصل تعریف عوام سے چھپانے کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اگرچہ جدید کتب میں طاغوت کی تعریف میں انسانوں مثلا حاکموں کا ذکر ہے لیکن متقدمین مسلم علماء کو ابھی بھی طاغوت نہیں لکھا جاتا جنہوں نے گمراہی پھیلائی

امین احسن اصلاحی صاحب نے طاغوت کی تعریف اس طرح کی ہے

**طاغوت سے مراد ہر وہ وجود ہے جو بندگی سے نکل جائے اور ہر وہ معبود ہے جس کی اللہ کے سوا پرستش کی جائے۔**

(تدبر 591/1)

یہ تعریف مزید وضاحت کی متقاضی تھی البتہ ان کی جانب سے مکمل واضح نہیں کیا گیا۔

بہر حال طاغوت کے ماننے والے اولیاء الشیطان ہیں۔ اور طاغوت محض بت اور جنات نہیں ہیں بلکہ انسان بھی ہیں۔ شارحین نے کہا طاغوت گمراہ لیڈر رہے۔ بھلا ہو عثمانی صاحب رحمہ اللہ علیہ کا کہ انہوں نے واضح کیا کہ طاغوت تو علماء بھی ہیں جو شرک کو پھیلا رہے ہیں۔ کائنات کا سب سے بڑا ظلم شرک ہے۔ اس کے خلاف آواز بلند ہوئی جو اپنے آپ کو توحید کا علم بردار کہہ رہے تھے۔ غیر مقلد خواجہ قاسم ایک مقام پر طاغوت کی تعریف کرتے ہیں کہ مشہور صوفیاء طاغوت نہیں ہیں

**طاغوت :-** یاد رکھنا چاہئے کہ بزرگ اللہ کے بندے ہوتے ہیں وہ طاغوت نہیں ہوتے ہیں۔ طاغوت انہیں بنایا جاتا ہے کسی نے لات و منات کو طاغوت بنایا، کسی نے فرشتوں کو طاغوت بنایا، کسی نے پیغمبروں کو بنایا، کسی نے ولیوں کو، کسی نے اماموں کو، کسی نے پیروں کو، کسی نے مولویوں کو اور کسی نے شیطان کو طاغوت بنایا۔ اللہ کے سوا جس کی بھی عبادت کی جائے اور پیغمبر کے سوا جس کی بات کو حجت شرعی مانا جائے وہ اسے طاغوت بنایا ہے۔ میری نگاہ میں جو شخص مسلمانوں کو بزرگان دین سے متنفر کرتا ہے اس کی اتباع کرنا بھی طاغوت بنانے سے کم نہیں بلکہ یہ اپنے وقت کا سب سے بڑا طاغوت ہے۔

غیر مقلدین خواجہ قاسم کے نزدیک بزرکان دین سے متنفر کرنے والا طاغوت ہے - افسوس صد افسوس - اللہ نے خبر دی کہ ہر دور کے شیاطین اس کے نبی کے دشمن ہوتے ہیں جن میں انسان بھی ہیں جن بھی ہیں تو ظاہر ہے طاغوت محض بت نہیں ہیں

و كذلك جعلنا لكل نبي عدوًا شياطين الإنس و الجن

وہ لوگ جو شریعت سازی میں مصروف ہیں وہ یقینا اللہ اور اس کے رسول کے دشمن ہیں

ایک مومن نماز میں دوزانہ کفر کا فتوی دہراتا ہے جو من جانب اللہ آیا ہے - پہلے وہ رد شیطان کرتا ہے اس کو دھتکارا ہوا شیطان رجیم قرار دیتا ہے پھر وہ الفاتحہ میں مغضوب علیهم و الضالین کہہ کر فتوی لگاتا ہے کہ ان میں سے نہ کر جن پر غضب الہی ہے جو گمراہ ہیں

یاد رہے کہ علماء ، طاغوت ہیں اگر وہ ، وہ حکم نہ کریں جو اللہ نے دیا ہو -

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (سوره النور )

پس خبردار رہیں وہ جو حکم میں مخالفت کریں کہ ان کو فتنہ لگ جائے یا دردناک عذاب ملے

ہماری زبان اردو کے تنقیدی ادب میں شخصیت پرستی ، بطل پرستی ، ذھن پرستی کے الفاظ موجود ہیں ، لیکن اردو میں شخصیت پرستی کے الفاظ کو تنقیدی ادب کے الفاظ سمجھ کر ہلکا لیا جاتا ہے - اسی طرح ہمارے معاشرے میں طاغوت کو بھی شخصیت پرستی کی ایک شکل سمجھ لیا جاتا ہے جبکہ قرآن میں طاغوت کا ذکر نہایت سخت انداز میں کیا گیا ہے اس کے کھلے رد کا حکم دیا گیا ہے - طاغوت کا مقابلہ براہ راست

اللہ سے ہے لہٰذا اس کا رد و کفر ضروری ہے — — اسلامی نظام صرف اسی صورت نافذ ہو گا جب لوگ اس کو خود پسند کریں - اسلامی نظام صرف اور صرف عقائد کی اصلاح کے بعد ہی ممکن ہے - ایک بد عقیدہ مسلم حاکم کے تحت اسلامی نظام مزید شرک کی ترویج کی صورت نکلے گا —

# باب ۲ : قرن اول میں تکفیر کرنے کی امثال

بعض لوگوں نے افواہ پھیلائی ہے کہ دور اصحاب رسول میں یا قرن ثلاثہ میں تکفیر معین نہیں کی جاتی تھی - پھر ان میں سے بعض نے کہا کسی قوم کو یا شخص کو متعین کر کے تکفیر نہیں کی جاتی تھی – اس کے لئے انہوں نے جدید اصطلاح تکفیر معین اپنے تئیں گھڑ لی ہے

تسہیل العقیدة الإسلامیة از عبد الله بن عبد العزیز بن حمادة الجبرین میں ہے

ولهذا ينبغي للمسلم أن لا يتعجل في الحكم على الشخص المعين أو الجماعة المعينة بالكفر حتى يتأكد من وجود جميع شروط الحكم عليه بالكفر، وانتفاء جميع موانع التكفير في حقه"1"، وهذا يجعل مسألة تكفير المعين من مسائل الاجتهاد التي لا يحكم فيها بالكفر على شخص أو جماعة أو غيرهم من المعيَّنين إلا أهل العلم الراسخون فيه، لأنه يحتاج إلى اجتهاد من وجهين:

الأول: معرفة هل هذا القول أو الفعل الذي صدر من هذا المكلف مما يدخل في أنواع الكفر الأكبر أم لا؟ .

والثاني: معرفة الحكم الصحيح الذي يحكم به على هذا المكلف، وهل وجدت جميع أسباب الحكم عليه بالكفر وانتفت جميع الموانع من تكفيره أم لا؟ "1".

والحكم على المسلم بالكفر وهو لا يستحقه ذنب عظيم؛ لأنه حكم عليه بالخروج من ملة الإسلام، وأنه حلال الدم والمال، وحكم عليه بالخلود في النار إن مات على ذلك، ولذلك ورد الوعيد الشديد في شأن من يحكم على مسلم بالكفر، وهو ليس كذلك، فقد ثبت

عن أبي ذر قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: " لا يرمي رجل رجلاً بالفسوق ولا يرميه بالكفر إلا ارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك "".1"

ولذلك كله فإنه يجب على المسلم الذي يريد لنفسه النجاة أن لا يتعجل في إصدار الحكم على أحد من المسلمين بالكفر أو الشرك.

كما أنه يحرم على العامة وصغار طلاب العلم أن يحكموا بالكفر على مسلم معيَّن أو على جماعة معيَّنة من المسلمين أو على أُناس معينين من المسلمين ينتسبون إلى مذهب معيَّن دون الرجوع في ذلك إلى العلماء

كما أنه يجب على كل مسلم أن يجتنب مجالسة الذين يتكلمون في مسائل التكفير وهم ممن يحرم عليهم ذلك لقلة علمهم

اس ليے مسلمان كے ليے يہ لازم ہے كہ وہ كسي معين شخص يا معين جماعت كي تكفير ميں جلدي نہ كرے يہاں تک كہ اس معين شخص يا جماعت ميں كفر كا حكم لگانے كے ليے جميع شروط موجود ہوں اور تكفير كے وجود ميں تمام موانع ختم ہو جائيں اس سے يہ واضح ہوتا ہے كہ تكفير معين كا مسئلہ ايک اجتہادي مسئلہ ہے اور كسي معين شخص يا جماعت يا معين ادارے وغيرہ پر كفر كا حكم وہي لگا سكتے ہيں جو راسخون في العلم ہيں كيونكہ اس قسم كي معين تكفير ميں دو اعتبارات سے اجتہاد كي ضرورت ہوتي ہے:

اس بات كو معلوم كرنا كہ معين مكلف سے جو قول يا فعل صادر

ہوا ہے وہ كفر اكبر ميں داخل ہے يا نہيں

دوسرا اس پہلو سے كہ اس صحيح حكم كي معرفت حاصل كرنا جس كا اس مكلف پر اطلاق كرنا ہے اور اس بات كو معلوم كرنا كہ اس

مكلف پر كفر كا حكم جاري كرنے كے جميع اسباب پائے جاتے ہيں
اور اس كي تكفير ميں جميع موانع ختم ہو گئے ہيں يا نہيں...

اسي طرح عامة الناس اور چھوٹے درجے كے كسي مذہب كي طرف
منسوب ديني طلباء كے ليے يہ حرام ہے كہ وہ كسي مسلمان يا
مسلمانوں كي معين جماعت يا مسلمانوں ميں سے متعين لوگوں كي
تكفير كريں يہانتک كہ وہ اس بارے اپنے علماء كي طرف رجوع نہ
كرليں اسي طرح ایک مسلمان پر يہ بھي واجب ہے كہ وہ ان لوگوں
كي مجلس ميں نہ بيٹھے جو تكفيري مسائل پر گفتگو كرتے ہيں اور
يہ وہ لوگ ہيں كہ جن پر تكفير كے مسئلے ميں گفتگو ان كے قليل
علم كي وجہ سے حرام ہے

اس اقتباس میں مزید چار چاند لگا کر برصغیر کے غیر مقلدین نے تکفیر کی وہ وہ شرائط نکال لی ہیں کہ کسی کی بھی تکفیر ممکن نہیں رہی۔اس طرح تکفیر معین و غیر معین سے متعلق سلفی تحریروں میں مغالطے شامل کر کے ان کو کچھ سے کچھ بنا کر پیش کیا جس پر محاورہ صادق آتا ہے کہ آسمان میں تھگلی لگا دی

غیر مقلد مولوی عبداللہ ناصر رحمانی اپنی تقریر میں کہتے ہیں

سب سے زیادہ عافیت کی بات یہ ھے کہ آپ اگر کسی پر حکم لگاناچاھتے ھیں تو آ پ اس کی ذات پر حکم نہ لگاؤ بلکہ حکم مسئلے پر لگاؤ۔

ایک شخص بے نمازی ھے، حدیث موجود ھے:

من ترك الصلاة متعمدا فقد كفر

جس نے جان بوجھ کر نماز کو ترک کیا وہ کافر ھوگیا۔

مطلق حکم ھے، اس میں کسی بندے کو مخصوص نہیں کیاگیا، ھمیشہ نماز نہیں پڑھتا ،تو آپ کیا کہیں گے؟یہ نہ کہو توکافر ہے ،کیوں کہ تو تارک الصلاہ ہے، بلکہ تم اس کو یہ کہو کہ بھائی ترک الصلاۃ کفر ہے۔

حکم ذات پر نہیں، حکم مسئلے پر ہے، اس کی دلیل موجود ہے، نبی ﷺ کی حدیث :

من ترك الصلاة متعمدا فقد كفر

لیکن اگر ذات پر حکم لگارہے ہو کہ تو کافر ہے اس کی دلیل موجود نہیں ہے۔

کسی کو متعین کرکے کافر قراردینا ،کسی کلمہ گو کو،یہ حکم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ یہ اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، کیوں؟؟

http://jamiatsindh.org/en/dawat-e-ahle-hadith-magazine/2019/dec-2019/5432/

سب سے زیادہ عافیت کی بات یہ ہے کہ آپ اگر کسی پر حکم لگانا چاہتے ہیں توآپ اس کی ذات پر حکم نہ لگاؤ بلکہ حکم مسئلے پر لگاؤ۔

:ایک شخص بے نمازی ہے، حدیث موجود ہے

من ترک الصلاۃ متعمدا فقد کفر

جس نے جان بوجھ کر نماز کو ترک کیا وہ کافر ہو گیا۔

مطلق حکم ہے،اس میں کسی بندے کو مخصوص نہیں کیا گیا، ہمیشہ نماز نہیں پڑھتا، توآپ کیا کہیں گے؟ یہ نہ کہو توکافر ہے ،کیوں کہ تو تارک الصلاہ ہے، بلکہ تم اس کو یہ کہو کہ بھائی ترک الصلاۃ کفر ہے۔

: حکم ذات پر نہیں، حکم مسئلے پر ہے،اس کی دلیل موجود ہے، نبی ﷺ کی حدیث

من ترک الصلاۃ متعمدا فقد کفر

لیکن اگر ذات پر حکم لگا رہے ہو کہ تو کافر ہے اس کی دلیل موجود نہیں ہے۔

کسی کو متعین کر کے کافر قرار دینا، کسی کلمہ گو کو، یہ حکم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ یہ اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے

راقم کہتا ہے یہ اس فرقے کا اندرونی فساد ہے ،آگے حوالے آئیں گے جب یہی لوگ تارک نماز کی تکفیر کریں گے، حاکم کو گناہ کبیرہ کا مرتکب قرار دے کر تکفیر کریں گے - سرے دست یہاں کچھ امثال پیش کی جاتی ہیں جس سے ملاؤں کی دروغ گوئی کا بھانڈہ پھوٹ جائے گا

# تکفیر معین کی مثالیں

## زکواۃ نہ دینے والے قبائل کی تکفیر

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے زکواۃ نہ دینے والے قبائل کی تکفیر کی حالانکہ وہ اہل قبلہ تھے

محدثین نے خلق قرآن کے قائل جھمیوں کی تکفیر کی مثلا امام احمد نہ جگہ جگہ خلق قرآن کے قائلین کو کافر کہا ہے لیکن اسی کے قائل عباسی خلفاء کے خلاف خروج نہیں کیا

## ختم نبوت کے انکار پر کفر کا فتوی:

ختم نبوت کا انکار بھی ابو بکر رضی اللہ عنہ کے نزدیک کفر ہے اور اسی پر صحابہ کا عمل تھا لہٰذا اس میں تکفیر معین کی گئی ہے -

## علی کا ابن سبا کے پیروکاروں کا قتل کرنا

علی رضی اللہ عنہ نے ابن سبا کی تکفیر معین کی ہے

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ, أَنَّ عَلِيًّا- عَلَيْهِ السَّلَام- أَحْرَقَ نَاسًا ارْتَدُّوا عَنِ الْإِسْلَامِ، فَبَلَغَ ذَلِكَ ابْنَ عَبَّاسٍ! فَقَالَ: لَمْ أَكُنْ لِأُحْرِقَهُمْ بِالنَّارِ, إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: >لَا تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللَّهِ<. وَكُنْتُ قَاتِلَهُمْ بِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ, فَإِنَّ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ, قَالَ: >مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ<، فَبَلَغَ ذَلِكَ عَلِيًّا- عَلَيْهِ السَّلَام- فَقَالَ: وَيْحَ ابْنِ عَبَّاسٍ

عکرمہ سے روایت ہے کہ سیدنا علیؓ نے بعض لوگوں کو جو دین اسلام سے مرتد ہو گئے تھے آگ سے جلوا دیا۔ سیدنا ابن عباسؓ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا کہ میں انہیں آگ سے نہ جلواتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے " اللہ کے عذاب سے عذاب مت دو۔ " میں انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق قتل کرتا۔ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے " جو اپنا دین بدل لے اسے قتل کر دو۔ " سیدنا علیؓ کو یہ بات پہنچی تو انہوں نے کہا: بربادی ہو تیری ابن عباس

اسی طرح گروہ کی تکفیر پر دلیل ہے کہ محدثین نے جہم بن صفوان کی یعنی فرد معین کی تکفیر کی ہے اور جھمیوں کو کافر قرار دیا ہے

# تکفیر نہ کرنے کی مثالیں

خوارج کو اصحاب رسول میں سے کسی نے کافر نہیں کہا- خوارج علی اور عثمان رضی اللہ عنہم کو گناہ کبیرہ کا مرتکب کہتے ہیں یعنی گورنروں کے تقرر میں اقرباء پروری وغیرہ یا باغی کو قتل نہ کرنے کا علی کا فیصلہ ان کے نزدیک صحیح نہیں گناہ کبیرہ تھا- لیکن اہل سنت کی جانب سے اس بناپر خوارج اول کی تکفیر نہیں کی گئی ی- ہاں تک کہ محدثین نے ان کو شیخ بنایا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو شاگرد بنایا اور صحیح بخاری میں خارجی سے روایت لی گئی ہے- ظاہر ہے کفر سے عدالت ساقط ہوتی ہے جبکہ آج خارجی کا لفظ بہت غلط طریقہ سے مخالف کو کافر قرار دینے کے لئے استعمال ہوتا ہے

بعض لوگوں نے شوشہ چھوڑا کہ دور نبوی میں طاغوت کا نام نہیں لیا گیا- راقم جواب میں کہتا ہے طاغوت کی نشان دہی نام لے کر کرنا سنت سے ثابت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مبہم انداز میں طاغوت کا ذکر نہیں کیا بلکہ کعب بن اشرف یا اسی طرح کے دیگر اکابرین عرب کا نام لے کر ذکر کیا- جنگ بدر کے بعد ۲۴ سرداران قریش یا طواغیت کا نام لے لے کر ان کا ذکر کیا، عمرو بن لحی کا نام لے کر ذکر کیا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نرم مزاج تھے اور تند خو اور جذباتی نہیں تھے لیکن بہت سے علماء کا مزاج ایسا ہے کہ وہ فورا کافر جاہل کہنے لگ جاتے ہیں

لہذا پہلے دلیل دی جاتی ہے بات ثابت کی جاتی ہے اس کے بعد جو نہ مانے کو سمجھایا جاتا ہے اور صبر کیا جاتا ہے- اگر کوئی کسی کو کافر اپنی ذاتی بھڑاس نکالنے کے لئے کہہ رہا ہے تو وہ اس منہج پر نہیں جس پر انبیاء تھے اس صورت میں یہ فتوی پلٹ جاتا ہے- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی آدمی اپنے بھائی کو کافر کہتا ہے تو ان دونوں میں سے کوئی ایک اس کا مستحق بن جاتا ہے

ابن عمر (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم میں سے کوئی بھی آدمی اپنے بھائی کو کافر کہے تو ان میں سے کوئی ایک اس کا مستحق بن جاتا ہے، اگر اس نے کہا، جیسا کہ وہ تھا اور اگر نہیں تو یہ اسی کی طرف پلٹے گا

لیکن اگر وہ دلیل قائم کرنے کے بعد صرف اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں کسی کو طاغوت کہہ رہا ہے تو یہ کیا جا سکتا ہے

# باب ۳ : کفریہ اجتہاد کرنا، قابل معافی ہے؟

---

دین میں وہ عملی مسائل جن میں قرآن و حدیث میں رہنمائی نہ ہو ان کے حل کے لئے نصوص کو دیکھ کر نا اپنی رائے دینا قیاس یا اجتہاد یا استنباط کہلاتا ہے - اعتقادی مسائل کے حوالے سے کتاب اللّٰہ میں مکمل وضاحت ہے - بعض علماء نے تلبیس کی اور موقف پیش کیا کہ اعتقاد میں غلط عقیدہ رکھنے سے خاطی عالم کو ثواب ملتا ہے

---

## ارشاد باری تعالی ھے

سورۃالبقرۃ286 : 2

لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۗ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ ۖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا ۚ أَنتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ (286)

اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، جو نیکی وہ کرے وہ اس کے لئے اور جو برائی وہ کرے وہ اس پر ہے، اے ہمارے رب اگر ہم بھول گئے ہوں یا خطا کی ہو تو ہمیں نہ پکڑنا اے ہمارے رب ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا اے ہمارے رب ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں طاقت نہ ہو اور ہم سے درگزر فرما اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر تو ہی ہمارا مالک ہے، ہمیں کافروں کی قوم پر غلبہ عطا فرما۔

ان آیات کا تعلق بھول چوک سے کردہ گناہوں پر ہے جو عقائد سے متعلق نہ ہوں – کیونکہ اللہ تعالی نے آخری حکم سورہ المائدہ میں یہی دیا ہے کہ جو اللہ نے نازل کیا اس کے مطابق اب بات کرو- لیکن فرقہ باز مولویوں کی جانب سے مغالطہ امیز باتوں سے یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ سوچ سمجھ کر کیا گیا کفریہ اجتہاد اللہ تعالی کے نزدیک قابل معافی ہے – اس حوالے سے ایک غیر متعلق حدیث پیش کی جاتی ہے

Sahih Bukhari Hadees # 7352

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ الْمَكِّيُّ، حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْهَادِ،

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي قَيْسٍ مَوْلَى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ، ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ، ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ""،

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حاکم کوئی فیصلہ اپنے اجتہاد سے کرے اور فیصلہ صحیح ہو تو اسے دہرا ثواب ملتا ہے اور جب کسی فیصلہ میں اجتہاد کرے اور غلطی کر جائے تو اسے اکہرا ثواب ملتا ہے

اس حدیث کا تعلق ان مسائل میں اجتہاد کرنے سے ہے جس پر کوئی نص نہیں ہو لہذا مجتہد قرآن و حدیث کو دیکھ کر قیاس کرتا ہے بعض اوقات صحیح ہوتا ہے بعض اوقات غلط بھی ہو سکتا ہے – اس حدیث کا تعلق عقائد سے سرے سے ہے ہی نہیں کیونکہ عقیدہ نص صریح سے لیا جاتا ہے

کتاب الأم میں امام الشافعی (المتوفى: 204ھ-) لکھتے ہیں –

وَالْعِلْمُ مِنْ وَجْهَيْنِ اتِّبَاعٌ، أَوْ اسْتِنْبَاطٌ وَالِاتِّبَاعُ اتِّبَاعُ كِتَابٍ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فَسُنَّةٍ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ فَقَوْلِ عَامَّةٍ مِنْ سَلَفِنَا لَا نَعْلَمُ لَهُ مُخَالِفًا، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فَقِيَاسٍ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فَقِيَاسٍ عَلَى سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فَقِيَاسٍ عَلَى قَوْلِ عَامَّةٍ مِنْ سَلَفٍ لَا مُخَالِفَ لَهُ وَلَا يَجُوزُ الْقَوْلُ إلَّا بِالْقِيَاسِ وَإِذَا قَاسَ مَنْ لَهُ الْقِيَاسُ فَاخْتَلَفُوا وَسِعَ كُلًّا أَنْ يَقُولَ بِمَبْلَغِ اجْتِهَادِهِ وَلَمْ يَسَعْهُ اتِّبَاعُ غَيْرِهِ فِيمَا أَدَّى إلَيْهِ اجْتِهَادُهُ بِخِلَافِهِ، وَاَللَّهُ أَعْلَمُ

اور علم کے دورخ ہیں اتباع ہے یا استنباط ہے-اتباع، کتاب اللہ کی اتباع ہے اور اگر اس میں نہ ہو تو پھر سنت اور اگر اس میں نہ ہو تو ہم وہ کہیں گے جو ہم سے پہلے گزرنے والوں نے کہا اس میں ہم انکی مخالفت نہیں جانتے، پس اگر اس میں بھی نہ تو ہم پھر کتاب اللہ پر قیاس کریں گے، اگر کتاب اللہ پر نہیں تو سنت رسول صَلّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلّمَ پر قیاس کریں گے –اور اگر سنت رسول پر نہیں تو بیشتر سلف نے جو کہا ہو اس پر قیاس کریں گے اس میں انکی مخالفت نہیں کریں گے اور قول جائز نہیں ہے سوائے اس کے کہ قیاس ہو اور جب قیاس ہو تو (اپس میں مسلمان) اختلاف بھی کریں گے اس سب میں وسعت ہے کہ ہم ان کے اجتہاد کی پہنچ اور اتباع کی کوشش پر بات کریں کہ یہ پیروی نہ کر سکے جو لے جاتا ہے اس کے خلاف اجتہاد پر واللہ اعلم

امام الشافعی قیاس اور اجتہاد کو ایک ہی سمجھتے ہیں –اسی طرح کتاب الام میں لکھتے ہیں

إنَّ مَنْ حَكَمَ أَوْ أَفْتَى بِخَيْرٍ لَازِمٍ أَوْ قِيَاسٍ عَلَيْهِ فَقَدْ أَدَّى مَا عَلَيْهِ وَحَكَمَ وَأَفْتَى مِنْ حَيْثُ أُمِرَ فَكَانَ فِي النَّصِّ مُؤَدِّيًا مَا أُمِرَ بِهِ نَصًّا وَفِي الْقِيَاسِ مُؤَدِّيًا مَا أُمِرَ بِهِ اجْتِهَادًا وَكَانَ مُطِيعًا لِلَّهِ فِي الْأَمْرَيْنِ. ثُمَّ لِرَسُولِهِ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – أَمَرَهُمْ بِطَاعَةِ اللَّهِ ثُمَّ رَسُولِهِ ، ثُمَّ الِاجْتِهَادِ فَيُرْوَى «أَنَّهُ قَالَ لِمُعَاذٍ بِمَ تَقْضِي ؟ قَالَ بِكِتَابِ اللَّهِ قَالَ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللَّهِ قَالَ بِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ – قَالَ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ قَالَ أَجْتَهِدُ قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَفَّقَ رَسُولَ رَسُولِ اللَّهِ – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -» وَقَالَ: «إذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ فَأَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ – وَإِنْ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ» فَأَعْلَمَ أَنَّ لِلْحَاكِمِ الِاجْتِهَادَ وَالْمَقِيسَ فِي مَوْضِعِ الْحُكْمِ

امام الشافعی کہتے ہیں جو فیصلہ کرے یا فتوی دے خیر کو لازم کرے، یا اس پر قیاس کرے تو اس معاملہ میں بھی خیر کو لازم کرے۔اس طرح اس نے اس کو وہ پورا کیا جو اس پر لازم تھا کہ فیصلہ اور قیاس کرتا ہے جیسا کہ حکم ہے تو وہ نص جس پر قیاس کیا گیا ہے وہ نص مودیا ہے۔یا جس پر اجتہاد کیا ہے تو وہ قیاس مودیا ہے یہ ان معاملات میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہے۔کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی اطاعت اور پھر اسکے رسول کی اطاعت اور اس کے بعد اس پر اجتہاد کا حکم دیا ہے۔جیسا کہ مروی ہے کہ آپ نے معاذ بن جبل سے فرمایا کس پر فیصلہ کرو گے تو انہوں نے جواب دیا اللہ کی کتاب پر۔آپ نے فرمایا اگر وہ اللہ کی کتاب میں نہ ہو تو؟ معاذ نے جواب دیا کہ اللہ کے رسول کی سنت کے مطابق۔اس پر آپ نے فرمایا کہ اگر اس میں بھی نہ ملے تو کیا کرو گے۔انہوں نے جواب دیا اجتہاد کروں گا۔اس پر اللہ کے نبی نے کہا الحمد للہ۔اور معاذ کی اس بات کی اللہ کے نبی نے موافقت فرمائی۔اور کہا جب کوئی حاکم اجتہاد سے فیصلہ کرے اور وہ فیصلہ صحیح ہو تو اس کو دوھرا اجر ہے اور اگر اس میں غلطی ہو جائے تو بھی اس کے لیے ایک اجر تو ہے ہی۔جان لو کہ حاکم کے اجتہاد اور قیاس کا درجہ حکم کا ہے۔

سنن نسائی باب: اہل علم کے اتفاق واجماع کے مطابق فیصلہ کرنے کا بیان۔حدیث نمبر: 5399 میں ہے

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ هُوَ ابْنُ عُمَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ، قَالَ: أَكْثَرُوا عَلَى عَبْدِ اللَّهِ ذَاتَ يَوْمٍ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: "إِنَّهُ قَدْ أَتَى عَلَيْنَا زَمَانٌ وَلَسْنَا نَقْضِي، وَلَسْنَا هُنَالِكَ، ثُمَّ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدَّرَ عَلَيْنَا أَنْ بَلَغْنَا مَا تَرَوْنَ، فَمَنْ عَرَضَ لَهُ مِنْكُمْ قَضَاءٌ بَعْدَ الْيَوْمِ فَلْيَقْضِ بِمَا فِي كِتَابِ اللَّهِ، فَإِنْ جَاءَ أَمْرٌ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ، فَلْيَقْضِ بِمَا قَضَى بِهِ نَبِيُّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنْ جَاءَ أَمْرٌ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ وَلَا قَضَى بِهِ نَبِيُّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلْيَقْضِ بِمَا قَضَى بِهِ الصَّالِحُونَ، فَإِنْ جَاءَ أَمْرٌ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ، وَلَا قَضَى بِهِ نَبِيُّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا قَضَى بِهِ الصَّالِحُونَ فَلْيَجْتَهِدْ رَأْيَهُ وَلَا يَقُولُ إِنِّي أَخَافُ، وَإِنِّي أَخَافُ فَإِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ، وَالْحَرَامَ بَيِّنٌ، وَبَيْنَ ذَلِكَ أُمُورٌ مُشْتَبِهَاتٌ فَدَعْ مَا يَرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيبُكَ". قَالَ أَبُو عَبْد الرَّحْمَنِ: هَذَا الْحَدِيثُ جَيِّدٌ.

عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ لوگوں نے ایک دن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بہت سارے موضوعات پر بات چیت کی، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم پر ایک زمانہ ایسا بھی گزر چکا ہے کہ ہم نہ تو کوئی فیصلہ کرتے تھے اور نہ ہی فیصلہ کرنے کے قابل تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے مقدر کر رکھا تھا کہ ہم اس مقام کو پہنچے جو تم دیکھ رہے ہو، لہٰذا آج کے بعد سے جس کسی کو فیصلہ کرنے کی ضرورت آ پڑے تو چاہیئے کہ وہ اس کے مطابق فیصلہ کرے جو اللہ کی کتاب (قرآن) میں ہے، پھر اگر ایسا کوئی معاملہ اسے درپیش آئے جو کتاب اللہ (قرآن) میں نہ ہو تو اس کے مطابق فیصلہ کرے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا، اور اگر کوئی ایسا معاملہ ہو جو نہ کتاب اللہ (قرآن) میں ہو اور نہ اس سلسلے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فیصلہ ہو تو اس کے مطابق فیصلہ کرے جو نیک لوگوں نے کیا ہو، اور اگر کوئی ایسا معاملہ آئے جو نہ کتاب اللہ (قرآن) میں ہو، نہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سلسلے میں کوئی فیصلہ ہو اور نہ ہی نیک لوگوں کا) تو اسے چاہیئے کہ اپنی عقل سے اجتہاد کرے اور یہ نہ کہے کہ مجھے ڈر ہے، مجھے ڈر ہے، کیونکہ حلال واضح ہے اور حرام واضح ہے اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں تو تم ان باتوں کو چھوڑ دو جو تمہیں شک میں ڈالیں اور وہ کرو جو شک سے بالاتر ہوں۔ ابوعبدالرحمٰن (نسائی) کہتے ہیں: یہ حدیث بہت اچھی ہے۔

تخریج دارالدعوہ: تفرد بہ النسائی (تحفۃ الأشراف: ۹۳۹۹) (صحیح الإسناد)

دوسری روایت ہے

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ شُرَيْحٍ، أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى عُمَرَ يَسْأَلُهُ، فَكَتَبَ إِلَيْهِ، «أَنْ اقْضِ بِمَا فِي كِتَابِ اللَّهِ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَبِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللَّهِ، وَلَا فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاقْضِ بِمَا قَضَى بِهِ الصَّالِحُونَ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللَّهِ، وَلَا فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يَقْضِ بِهِ الصَّالِحُونَ، فَإِنْ شِئْتَ فَتَقَدَّمْ، وَإِنْ شِئْتَ فَتَأَخَّرْ، وَلَا أَرَى التَّأَخُّرَ إِلَّا خَيْرًا لَكَ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ»

شریح سے روایت ہے کہ انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھنے کے لیے انہیں ایک خط لکھا تو انہوں نے لکھا: فیصلہ کرو اس کے مطابق جو کتاب اللہ (قرآن) میں ہے، اور اگر وہ کتاب اللہ (قرآن) میں نہ ہو تو سنت رسول (حدیث) کے مطابق، اور اگر وہ نہ کتاب اللہ

(قرآن) میں ہو اور نہ سنت رسول (حدیث) میں تو اس کے مطابق فیصلہ کرو جو نیک لوگوں نے کیا تھا، اور اگر وہ نہ کتاب اللہ (قرآن) میں ہو اور نہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اور نہ ہی نیک لوگوں کا کوئی فیصلہ ہو تو اگر تم چاہو تو آگے بڑھو (اور اپنی عقل سے کام لے کر فیصلہ کرو) اور اگر چاہو تو پیچھے رہو (فیصلہ نہ کرو) اور میں پیچھے رہنے ہی کو تمہارے حق میں بہتر سمجھتا ہوں۔ والسلام علیکم۔

الألباني: صحیح الإسناد موقوف

اجتہاد ان مسائل میں ہوتا ہے جن پر قران و حدیث میں حکم نہیں ہوتا اور ظاہر ہے یہ عقائد میں نہیں کیا جاتا - عقیدہ نص پر لیا جاتا ہے

لیکن علماء میں سے بعض نے دعوی کر دیا ہے کہ عقائد میں خطا کرنے والا ، قاضی کی طرح ہے اس کا دوہرا اجر ہے —یہ علماء جاہل ہیں - خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں

# باب ۴ : بعض تلبیسات کا رد

اپنے موقف کہ تکفیر عقائد میں نہیں کی جائے گی کے حق میں بعض لوگوں نے اپنے تئیں اصحاب رسول کی "خود ساختہ" بد اعمالیوں اور عقائد کی خرابیوں کا ذکر کیا ہے – یہاں ان کی پیش کردہ چند امثال کا ذکر کرتے ہیں

**بعض** علماء اس قدر جری ہوئے کہ انہوں نے اصحاب رسول تک سے بد اعمالیاں و اعتقادی خامیاں منسوب کر دی ہیں – ان کے اشکالات کو رفع کرنے کے لئے یہاں چند امثال پیش کی جائیں گی۔

## بعض علماء کی ام المومنین رضی اللہ عنہا پر بد عقیدگی کی تہمت

صحیح مسلم ح ۲۲۴۹ میں ہے

حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرِ بْنِ الْمُطَّلِبِ أَنَّهُ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ قَيْسٍ يَقُولُ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تُحَدِّثُ فَقَالَتْ أَلَا أُحَدِّثُكُمْ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنِّي قُلْنَا بَلَى ح و حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ حَجَّاجًا الْأَعْوَرَ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسِ بْنِ مَخْرَمَةَ بْنِ الْمُطَّلِبِ أَنَّهُ قَالَ يَوْمًا أَلَا أُحَدِّثُكُمْ عَنِّي وَعَنْ أُمِّي قَالَ فَظَنَنَّا أَنَّهُ يُرِيدُ أُمَّهُ الَّتِي وَلَدَتْهُ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ أَلَا أُحَدِّثُكُمْ عَنِّي وَعَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا بَلَى قَالَ قَالَتْ لَمَّا كَانَتْ لَيْلَتِي الَّتِي كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا عِنْدِي انْقَلَبَ فَوَضَعَ رِدَائَهُ وَخَلَعَ نَعْلَيْهِ فَوَضَعَهُمَا عِنْدَ رِجْلَيْهِ وَبَسَطَ طَرَفَ إِزَارِهِ عَلَى فِرَاشِهِ فَاضْطَجَعَ فَلَمْ يَلْبَثْ إِلَّا رَيْثَمَا ظَنَّ أَنْ قَدْ رَقَدْتُ فَأَخَذَ رِدَائَهُ رُوَيْدًا وَانْتَعَلَ رُوَيْدًا وَفَتَحَ الْبَابَ فَخَرَجَ ثُمَّ أَجَافَهُ رُوَيْدًا فَجَعَلْتُ دِرْعِي فِي رَأْسِي وَاخْتَمَرْتُ وَتَقَنَّعْتُ إِزَارِي ثُمَّ انْطَلَقْتُ عَلَى إِثْرِهِ حَتَّى جَاءَ الْبَقِيعَ فَقَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ انْحَرَفَ فَانْحَرَفْتُ فَأَسْرَعَ فَأَسْرَعْتُ فَهَرْوَلَ فَهَرْوَلْتُ فَأَحْضَرَ فَأَحْضَرْتُ فَسَبَقْتُهُ فَدَخَلْتُ فَلَيْسَ إِلَّا أَنْ اضْطَجَعْتُ فَدَخَلَ فَقَالَ مَا لَكِ يَا عَائِشُ حَشْيَا رَابِيَةً قَالَتْ قُلْتُ لَا شَيْئَ قَالَ لَتُخْبِرِينِي أَوْ

لَيُخْبِرَنِّي اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي فَأَخْبَرْتُهُ قَالَ فَأَنْتِ السَّوَادُ الَّذِي رَأَيْتُ أَمَامِي قُلْتُ نَعَمْ فَلَهَدَنِي فِي صَدْرِي لَهْدَةً أَوْجَعَتْنِي ثُمَّ قَالَ أَظَنَنْتِ أَنْ يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْكِ وَرَسُولُهُ قَالَتْ مَهْمَا يَكْتُمِ النَّاسُ يَعْلَمْهُ اللَّهُ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّ جِبْرِيلَ أَتَانِي حِينَ رَأَيْتِ فَنَادَانِي فَأَخْفَاهُ مِنْكِ فَأَجَبْتُهُ فَأَخْفَيْتُهُ مِنْكِ وَلَمْ يَكُنْ يَدْخُلُ عَلَيْكِ وَقَدْ وَضَعْتِ ثِيَابَكِ وَظَنَنْتُ أَنْ قَدْ رَقَدْتِ فَكَرِهْتُ أَنْ أُوقِظَكِ وَخَشِيتُ أَنْ تَسْتَوْحِشِي فَقَالَ إِنَّ رَبَّكَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَأْتِيَ أَهْلَ الْبَقِيعِ فَتَسْتَغْفِرَ لَهُمْ قَالَتْ قُلْتُ كَيْفَ أَقُولُ لَهُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ قُولِي السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنْ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَيَرْحَمُ اللَّهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ

ترجمہ: ہارون بن سعید ایلی، عبداللہ بن وہب، ابن جریج، عبداللہ بن کثیر بن مطلب، محمد بن قیس، حضرت محمد بن قیس (رض) بن مخرمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک دن کہا کیا میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنی اور اپنی ماں کے ساتھ بیتی ہوئی بات نہ سناؤں ہم نے گمان کیا کہ وہ ماں سے اپنی جننے والی ماں مراد لے رہے ہیں ہم نے کہا کیوں نہیں فرمایا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے پاس میری باری کی رات میں تھے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کروٹ لی اور اپنی چادر اوڑھ لی اور جوتے اتارے اور ان کو اپنے پاؤں کے پاس رکھ دیا اور اپنی چادر کا کنارہ اپنے بستر پر بچھایا اور لیٹ گئے اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اتنی ہی دیر ٹھہرے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے گمان کر لیا کہ میں سو چکی ہوں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے آہستہ سے اپنی چادر لی اور آہستہ سے جوتا پہنا اور آہستہ سے دروازہ کھولا اور باہر نکلے پھر اس کو آہستہ سے بند کر دیا میں نے اپنی چادر اپنے سر پر اوڑھی اور اپنا ازار پہنا اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پیچھے پیچھے چلی یہاں تک کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بقیع میں پہنچے اور کھڑے ہوگئے اور کھڑے ہونے کو طویل کیا پھر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے دونوں ہاتھوں کو تین بار اٹھایا پھر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) واپس لوٹے اور میں بھی لوٹی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تیز چلے تو میں بھی تیز چلنے لگی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دوڑے تو میں بھی دوڑی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پہنچے تو میں بھی پہنچی میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سبقت لے گئی اور داخل ہوتے ہی لیٹ گئی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے تو فرمایا اے عائشہ تجھے کیا ہوگیا ہے کہ تمہارا سانس پھول رہا ہے میں نے کہا کچھ نہیں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم بتا دو ورنہ مجھے باریک بین خبردار یعنی اللہ تعالیٰ خبر دے دے گا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے ماں باپ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر قربان پھر پورے قصہ کی خبر میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دے دی فرمایا میں اپنے آگے آگے جو سیاہ سی چیز دیکھ رہا تھا وہ تو تھی میں نے عرض کیا جی ہاں تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے میرے سینے پر مارا جس کی مجھے تکلیف ہوئی پھر فرمایا تو نے خیال کیا کہ اللہ اور اس کا رسول تیرا حق داب لے گا فرماتی ہیں جب لوگ کوئی چیز چھپاتے ہیں اللہ تو اس کو خوب جانتا ہے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ جبرائیل میرے پاس آئے جب تو نے دیکھا تو مجھے پکارا اور تجھ سے چھپایا تو میں نے بھی تم سے چھپانے ہی کو پسند کیا اور وہ تمہارے پاس اس لئے نہیں آئے کہ تو نے اپنے کپڑے اتار دیئے تھے اور میں نے گمان کیا کہ تو سو چکی ہے اور میں نے تجھے بیدار کرنا پسند نہ کیا میں نے یہ خوف کیا کہ تم گھبرا جاؤ گی جبرائیل نے کہا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے

رب نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو حکم دیا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بقیع تشریف لے جائیں اور ان کے لئے مغفرت مانگیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں کیسے کہوں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا (السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَأَتَاكُمْ مَا تُوعَدُونَ غَدًا مُؤَجَّلُونَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ) کہو سلام ہے ایماندار گھر والوں پر اور مسلمانوں پر اللہ ہم سے آگے جانے والوں پر رحمت فرمائے اور پیچھے جانے والوں پر ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔

فرقہ پرست یہ دعوی کرتے ہیں کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالی عنھا بنیادی عقائد سے لاعلم تھیں کیونکہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا

قَالَتْ مَهْمَا يَكْتُمِ النَّاسُ يَعْلَمْهُ اللَّهُ ؟ نَعَمْ

کیا جو بھی لوگ چھپاتے ہیں اللہ تعالی اسے جانتا ھے؟ (تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا) ہاں (عائشہ)۔

امام نووی نے اس حدیث کی شرح میں کہا یہ ہاں ام المومنین نے خود کلامی کے انداز میں خود کہا۔ لیکن بعض نے الٹا ام المومنین پر ہی فتوی جڑ دیا ہے۔ وہابی عالم عبد المجید بن سالم لکھتے ہیں جو اصلا ابن تیمیہ کے الفاظ ہیں

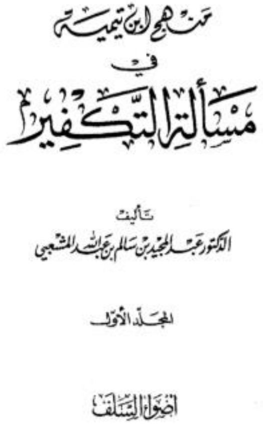


فهذه عائشة ـ رضي اللّٰه عنها ـ كانت تجهل بأن اللّٰه يعلم بكل ما يكتمه الناس ، ولم تكن بجهلها ذلك كافرة ، قال شيخ الإسلام موضحا ذلك بعد أن سرد هذا الحديث : « فهذه عائشة أم المؤمنين : سألت النبي ﷺ هل يعلم اللّٰه كل ما يكتم الناس ؟ فقال لها النبي ﷺ : نعم ، وهذا يدل على أنها لم تكن تعلم ذلك ، ولم تكن قبل معرفتها بأن اللّٰه عالم بكل شيء يكتمه الناس كافرة ، وإن كان الإقرار بذلك بعد قيام الحجة من أصول الإيمان ، وإنكار علمه بكل شيء كإنكار قدرته على كل شيء . هذا مع أنها كانت ممن يستحق اللوم على الذنب[٣] . ولهذا لهزها النبي ﷺ ، وقال : أتخافين أن

یہ عائشہ ہیں رضی اللہ عنہا یہ اس سے لا علم ہیں کہ اللہ وہ جانتا ہے جو لوگ چھپاتے ہیں اور اس لا علمی پر یہ کافر نہیں ہوئیں شیخ اسلام ابن تیمیہ کہتے ہیں اس حدیث پر یہ عائشہ ہیں رضی اللہ عنہا یہ اس سے لا علم ہیں کہ اللہ وہ جانتا ہے جو لوگ چھپاتے ہیں؟ پس اس کا سوال انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا ہاں اور یہ دلیل ہے ہے کہ وہ عائشہ اسکو نہیں جانتی تھیں اور ان کو معرفت نہیں تھی کہ اللہ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو لوگ چھپاتے ہیں اس لئے کافر نہیں تھیں

ابن تیمیہ مجموع الفتاوی ج ۱۱ ص ۴۱۲ پر بحث کی ہے اور سنن نسائی کی روایت کے الفاظ نقل کیے ہیں

أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ قَالَ: أَنْبَأَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ، أَنَّهُ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ قَيْسٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ . . . . قَالَتْ: مَهْمَا يَكْتُمُ النَّاسُ فَقَدْ عَلِمَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ؟ قَالَ: «نَعَمْ»

اور یہ سند وہی ہے جو صحیح مسلم میں ہے

اس منکر روایت سے ان کے نزدیک ثابت ہوتا ہے کہ فقہائے مدینہ کی استاذ عائشہ رضی اللہ تعالی عنھا یہ بات تک نہیں جانتی تھیں کہ اللہ تعالی ہر اس چیز کو جانتا ھے جو لوگ چھپاتے ہیں۔ قابل غور ہے یہ ایمان کی بنیادی بات ہے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی تو خود قرآن کو شادی سے پہلے یاد کر رہی تھیں اور قرآن ان کے گھر سے متصل مسجد النبی میں دن و رات پڑھا جاتا تھا۔

یہ روایت آخری دور کی بتائی جاتی ہے جبکہ اس کا متن منکر ہے اس سے یہ تک نکلتا ہے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے نبی کی جاسوسی کی ان کا پیچھا رات کے اندھرے میں کیا۔ روایت بھی عجیب ہے۔ تعاقب پیچھے سے کیا جاتا ہے نہ کہ پیچھا کرنے والا آگے پہنچ جاتا ہے روایت میں ہے فرمایا میں اپنے آگے آگے جو سیاہ سی چیز دیکھ رہا تھا وہ کیا تو تھی؟ جبکہ عقلا یہ بات محال ہے

سند میں عبد اللہ بن کثیر بن المطلب بن إبي وداعۃ مجھول ہے اس کو امام مسلم نے قبول کیا ہے لہذا ابن حجر نے اس کو مقبول کہا ہے۔

الذھبی نے میزان میں کہا

فعبد الله بن كثير السهمى لا يعرف إلا من رواية ابن جريج عنه، وما رأيت أحدا وثقه ففيه جهالة.

عبد اللہ نہیں جانا جاتا اس سے صرف ابن جریج نے روایت کیا ہے اور کسی اور ثقہ نے میرے خیال میں روایت نہیں کیا ہے اور اس میں جہالت ہے یعنی مجہول ہے۔

:اور تاریخ اسلام میں کہا

، وهو فلا يكاد يُعْرَف إلا فِي حديثٍ واحد سَنَدُهُ مضطَّرب، وهو حديث عَائِشَةَ فِي استغفاره لأهل البَقيع

اس کی کوئی حدیث معلوم نہیں سوائے ایک مضطرب روایت کے جس میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے اہل بقیع پر استغفار کا ذکر ہے۔

فرقے کہتے ہیں کہ صحیح مسلم کی شاہد حدیث سنن نسائی ۲۰۲۳۹ ہے

أَخْبَرَنَا يُوسُفُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ قَيْسِ بْنِ مَخْرَمَةَ، يَقُولُ

-سند یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سند کو شعیب نے ضعیف کہا ہے

سنن نسائی جیسی سند سے یہ روایت مسند احمد 25855 موجود ہے

حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ أَنَّهُ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ قَيْسِ بْنِ مَخْرَمَةَ بْنِ الْمُطَّلِبِ، أَنَّهُ قَالَ يَوْمًا أَلَا أُحَدِّثُكُمْ عَنِّي، وَعَنْ أُمِّي؟ - فَظَنَنَّا أَنَّهُ يُرِيدُ أُمَّهُ الَّتِي وَلَدَتْهُ - قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ:

شعیب الأرنؤوط کا کہنا ہے إسناد ضعيف-اس کی اسناد ضعیف ہیں۔

شعیب کی تحقیق کے مطابق سنن نسائی کی سند میں عبد اللہ بن إبي مليكة کا نام غلطی ہے- صحیح ابن حبان ۷۱۱۰ میں اسی سند سے ہے

أَخْبَرَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُوسَى بْنِ مُجَاشِعٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْعَصَّارُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ كَثِيرٍ أَنَّهُ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ قَيْسِ بْنِ مَخْرَمَةَ

اور یہ اصلا عبد اللہ بن کثیر ہے جو ایک مجھول ہے۔

نسائی نے اس سند کو اس طرح بھی لکھا ہے

اخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ قَالَ: أَنْبَأَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ، أَنَّهُ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ قَيْسٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ

اور اپنی دوسری کتاب سنن الکبری میں کہا

خَالَفَهُ حَجَّاجٌ فَقَالَ: عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ

حجاج نے ان کی مخالفت کی اور کہا بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ - یعنی نسائی کے نزدیک یہ غلطی حجاج کی وجہ سے آئی ہے۔

اولا تو متنا یہ روایت صحیح نہیں دوم اس کا متن دیکھتے ہیں۔

محمد بن قیس بن مخرمہ کہتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو بیان کرتے ہوئے سنا وہ کہہ رہی تھیں: کیا میں تمہیں اپنے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نہ بتاؤں؟ ہم نے کہا کیوں نہیں ضرور بتایئے، تو وہ کہنے لگیں، جب وہ رات آئی جس میں وہ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تھے تو آپ (عشاء) سے پلٹے، اپنے جوتے اپنے پائتانے رکھے، اور اپنے تہبند کا کنارہ اپنے بستر پر بچھایا، آپ صرف اتنی ہی مقدار ٹھہرے جس میں آپ نے محسوس کیا کہ میں سو گئی ہوں، پھر آہستہ سے آپ نے جوتا پہنا اور آہستہ ہی سے اپنی چادر لی، پھر دھیرے سے دروازہ کھولا، اور دھیرے سے نکلے، میں نے بھی اپنا کرتا، اپنے سر میں ڈالا اور اپنی اوڑھنی اوڑھی، اور اپنی تہبند پہنی، اور آپ کے پیچھے چل پڑی، یہاں تک کہ آپ مقبرہ بقیع آئے، اور اپنے ہاتھوں کو تین بار اٹھایا، اور بڑی دیر تک اٹھائے رکھا، پھر آپ پلٹے تو میں بھی پلٹ پڑی، آپ تیز چلنے لگے تو میں بھی تیز چلنے لگی، پھر آپ دوڑنے لگے تو میں بھی دوڑنے لگی، پھر آپ اور تیز دوڑے تو میں بھی اور تیز دوڑی، اور میں آپ سے پہلے آ گئی، اور گھر میں داخل ہو گئی، اور ابھی لیٹی ہی تھی کہ آپ بھی اندر داخل ہو گئے، آپ نے پوچھا: "عائشہ! تجھے کیا ہو گیا، یہ سانس اور پیٹ کیوں پھول رہے ہیں؟" میں نے کہا: کچھ تو نہیں ہے، آپ نے فرمایا: "تو مجھے بتا دے ورنہ وہ ذات جو باریک بین اور ہر چیز کی خبر رکھنے والی ہے مجھے ضرور بتا دے گی"، میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، پھر میں نے اصل بات بتا دی تو آپ نے فرمایا: "وہ سایہ جو میں اپنے آگے دیکھ رہا تھا تو ہی تھی"، میں نے عرض کیا: جی ہاں، میں ہی تھی، آپ نے میرے سینہ پر ایک مکا مارا جس سے مجھے تکلیف ہوئی، پھر آپ نے فرمایا: "کیا تو یہ سمجھتی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تجھ پر ظلم کریں گے"، میں نے کہا: جو بھی لوگ چھپائیں اللہ تعالیٰ تو اس سے واقف ہی ہے، (وہ آپ کو بتا دے گا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جبرائیل میرے پاس آئے جس وقت تو نے دیکھا، مگر وہ میرے پاس اندر نہیں آئے کیونکہ تو اپنے کپڑے اتار چکی تھی، انہوں نے مجھے آواز دی اور انہوں نے تجھ سے چھپایا، میں نے انہیں جواب دیا، اور میں نے بھی اسے تجھ سے چھپایا، پھر میں نے سمجھا کہ تو سو گئی ہے، اور مجھے اچھا نہ لگا کہ میں تجھے جگاؤں، اور میں ڈرا کہ تو اکیلی پریشان نہ ہو، خیر انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں مقبرہ بقیع آؤں، اور وہاں کے لوگوں کے لیے اللہ سے مغفرت کی دعا کروں"، میں نے پوچھا: اللہ کے رسول! میں کیا کہوں (جب بقیع میں جاؤں)، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہو «السلام على أهل الديار من المؤمنين والمسلمين يرحم الله المستقدمين منا والمستأخرين وإنا إن شاء الله بكم لاحقون» "سلامتی ہو ان گھروں کے مومنوں اور مسلمانوں پر، اللہ تعالیٰ ہم میں سے اگلے اور پچھلے (دونوں) پر رحم فرمائے، اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم تم سے ملنے (ہی) والے ہیں"

اس روایت میں الٹا لکھا ہے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا

قُلْتُ: مَهْمَا يَكْتُمُ النَّاسُ فَقَدْ عَلِمَهُ اللَّهُ

میں نے کہا: جو بھی لوگ چھپائیں اللہ تعالیٰ تو اس سے واقف ہی ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا پر جو الزام صحیح مسلم کی روایت کے تحت لگا یا گیا ہے اس روایت میں اس کا رد ہے۔ یہاں عائشہ اپنے صحیح عقیدے کا اظہار کر رہی ہیں جبکہ صحیح مسلم میں وہ صحیح عقیدے سے ناواقف ہیں اور سوال کر رہی ہیں۔

قَالَتْ مَهْمَا يَكْتُمِ النَّاسُ يَعْلَمْهُ اللَّهُ ؟ نَعَمْ

کیا جو بھی لوگ چھپاتے ہیں اللہ تعالی اسے جانتا ھے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا ہاں عائشہ۔

اس طرح یہ حدیث صحیح مسلم سے الگ ہے۔

## بعض علماء کی بدری صحابی پر تہمت

بعض لوگوں نے اپنے موقف میں ایک واقعہ پیش کیا جس میں انہوں نے بدری صحابی قُدَامَةُ بْنُ مَظْعُونٍ رضی اللہ عنہ پر شراب پینے کی تہمت لگائی ہے - راقم کہتا ہے ہمارے دین میں اصحاب رسول میں اصحاب بدر کا مقام سب سے بلند ہے اور ان کے بارے میں صحیح حدیث میں موجود ہے

لعل الله اطلع إلى أهل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد وجبت لكم الجنة أو فقد غفرت لكم

ممکن ہے اللہ اہل بدر کے لئے تم کو اطلاع دے کہ جو چاہے کرو تم پر جنت واجب ہو چکی یا مغفرت ہو چکی

دوسری طرف بعض راویوں نے ایک بدری صحابی قُدَامَةُ بْنُ مَظْعُونٍ رضی اللہ عنہ پر شراب پینے کی تہمت لگا دی ہے

مصنف عبد الرزاق 17076 میں امام زہری کی منکر روایت ہے

عَبْدُ الرَّزَّاقِ، - عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ، وَكَانَ أَبُوهُ شَهِدَ بَدْرًا إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، اسْتَعْمَلَ قُدَامَةَ بْنَ مَظْعُونٍ عَلَى الْبَحْرَيْنِ وَهُوَ خَالُ حَفْصَةَ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ فَقَدِمَ الْجَارُودُ سَيِّدُ عَبْدِ الْقَيْسِ

عَلَى عُمَرَ مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ قُدَامَةَ شَرِبَ فَسَكِرَ، وَلَقَدْ رَأَيْتُ حَدًّا مِنْ حُدُودِ اللَّهِ حَقًّا عَلَيَّ أَنْ أَرْفَعَهُ إِلَيْكَ فَقَالَ عُمَرُ: «مَنْ يَشْهَدُ مَعَكَ» قَالَ: أَبُو هُرَيْرَةَ: فَدَعَا أَبَا هُرَيْرَةَ فَقَالَ: بِمَ أَشْهَدُ؟ قَالَ: لَمْ أَرَهُ يَشْرَبُ وَلَكِنِّي رَأَيْتُهُ سَكْرَانَ فَقَالَ عُمَرُ: " لَقَدْ تَنَطَّعْتَ فِي الشَّهَادَةِ قَالَ: ثُمَّ كَتَبَ إِلَى قُدَامَةَ أَنْ يَقْدَمَ إِلَيْهِ مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَقَالَ الْجَارُودُ لِعُمَرَ: أَقِمْ عَلَى هَذَا كِتَابَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَقَالَ عُمَرُ: «أَخَصْمٌ أَنْتَ أَمْ شَهِيدٌ» قَالَ: بَلْ شَهِيدٌ قَالَ: «فَقَدْ أَدَّيْتَ شَهَادَتَكَ» قَالَ: فَقَدْ صَمَتَ الْجَارُودُ حَتَّى غَدَا عَلَى عُمَرَ فَقَالَ: أَقِمْ عَلَى هَذَا حَدَّ اللَّهِ فَقَالَ عُمَرُ: «مَا أَرَاكَ إِلَّا خَصْمًا، وَمَا شَهِدَ مَعَكَ إِلَّا رَجُلٌ» فَقَالَ الْجَارُودُ: إِنِّي أُنْشِدُكَ اللَّهَ، فَقَالَ عُمَرُ: «لَتُمْسِكَنَّ لِسَانَكَ أَوْ لَأَسُوءَنَّكَ» فَقَالَ الْجَارُودُ: أَمَّا وَاللَّهِ مَا ذَاكَ بِالْحَقِّ أَنْ شَرِبَ ابْنُ عَمِّكَ وَتَسُوءُنِي، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: إِنْ كُنْتَ تَشُكُّ فِي شَهَادَتِنَا فَأَرْسِلْ إِلَى ابْنَةِ الْوَلِيدِ [ص:242] فَسَلْهَا، وَهِيَ امْرَأَةُ قُدَامَةَ فَأَرْسَلَ عُمَرُ إِلَى هِنْدَ ابْنَةِ الْوَلِيدِ يَنْشُدُهَا فَأَقَامَتِ الشَّهَادَةَ عَلَى زَوْجِهَا فَقَالَ عُمَرُ لِقُدَامَةَ: «إِنِّي حَادُّكَ» فَقَالَ: لَوْ شَرِبْتُ كَمَا يَقُولُونَ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تَجْلِدُونِي، فَقَالَ عُمَرُ: «لِمَ؟» قَالَ قُدَامَةُ: قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: {لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوا} [المائدة: 93] الْآيَةُ فَقَالَ عُمَرُ: «أَخْطَأْتَ التَّأْوِيلَ إِنَّكَ إِذَا اتَّقَيْتَ اجْتَنَبْتَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْكَ» قَالَ: ثُمَّ أَقْبَلَ عُمَرُ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: «مَاذَا تَرَوْنَ فِي جَلْدِ قُدَامَةَ» قَالُوا: لَا نَرَى أَنْ تَجْلِدَهُ مَا كَانَ مَرِيضًا، فَسَكَتَ عَنْ ذَلِكَ أَيَّامًا وَأَصْبَحَ يَوْمًا وَقَدْ عَزَمَ عَلَى جَلْدِهِ فَقَالَ لِأَصْحَابِهِ: «مَاذَا تَرَوْنَ فِي جَلْدِ قُدَامَةَ» قَالُوا: لَا نَرَى أَنْ تَجْلِدَهُ مَا كَانَ ضَعِيفًا فَقَالَ عُمَرُ: «لَأَنْ يَلْقَى اللَّهَ تَحْتَ السِّيَاطِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَلْقَاهُ، وَهُوَ فِي عُنُقِي ائْتُونِي بِسَوْطٍ تَامٍّ» فَأَمَرَ بِقُدَامَةَ فَجُلِدَ فَغَاضَبَ عُمَرُ قُدَامَةَ وَهَجَرَهُ فَحَجَّ وَقُدَامَةُ مَعَهُ مُغَاضِبًا لَهُ، فَلَمَّا قَفَلَا مِنْ حَجِّهِمَا، وَنَزَلَ عُمَرُ بِالسُّقْيَا نَامَ، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ مِنْ نَوْمِهِ قَالَ: «عَجِّلُوا عَلَيَّ بِقُدَامَةَ فَائْتُونِي بِهِ فَوَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَى آتٍ أَتَانِي فَقَالَ: سَالِمْ قُدَامَةَ فَإِنَّهُ أَخُوكَ فَعَجِّلُوا [ص:243] إِلَيَّ بِهِ فَلَمَّا أَتَوْهُ أَبَى أَنْ يَأْتِيَ، فَأَمَرَ بِهِ عُمَرُ إِنْ أَبَى إِنْ يَجُرُّوهُ إِلَيْهِ فَكَلَّمَهُ عُمَرُ وَاسْتَغْفَرَ لَهُ فَكَانَ ذَلِكَ أَوَّلَ صُلْحِهِمَا

امام زہری نے بیان کیا کہ مجھے عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ نے خبر دی جن کے باپ بدر میں موجود تھے عمر رضی اللہ عنہ نے قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ کو بحرین کا عامل مقرر کیا وہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنھا اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنھما کے ماموں تھے بحرین سے عبد القیس قبیلے کے سردار جارود عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے تو کہا اے امیر المؤمنین بلاشبہ قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ نے شراب پی ھے اور وہ نشے کی حالت میں ہو گیا ھے میں سمجھتا ھوں کہ ان پر اللہ کی حدود میں سے حد جاری ھوتی ھے مجھ پر لازم تھا کہ میں یہ خبر آپ تک پہنچادوں عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تیرے ساتھ کوئی گواہ ھے؟ جارود نے کہا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ گواہ ہیں عمر رضی اللہ عنہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بلایا تو انھوں نے کہا میں کس چیز کے ساتھ گواہی دوں میں نے قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ کو شراب پیتے ہوئے نہیں دیکھا لیکن نشے کی حالت میں دیکھا ھے تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم جارود نے گواہی میں غلو اور تکلف کیا ھے پھر عمر رضی اللہ عنہ نے قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ کی طرف خط بھیجا کہ وہ بحرین سے ان کے پاس آئیں جارود نے پھر عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اس پر اللہ کی کتاب حدود قائم کریں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تو مقابل ھے یا گواہ؟ اس نے کہا میں تو گواہ ھوں عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو نے گواہی کا حق ادا کر دیا جارود خاموش ھو گیا یہاں تک کہ صبح سویرے عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں آیا پھر کہا اس پر اللہ کی حد قائم کرو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں تو تجھے مقابل اور مخالف ہی سمجھتا ھوں اور تیرے پاس ایک آدمی کے سواء کوئی گواہی نہیں جارود کہنے لگے میں تمھیں اللہ کی قسم دیتا

ھوں عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تو اپنی زبان کو قابو میں رکھ ورنہ میں تیرے ساتھ بہت .برا سلوک کروں گا جارود کہنے لگا بہر حال اللہ کی قسم کیا یہ حق نہیں ھے کہ تیرے چچا کے بیٹے نے شراب پی ھے اور تو میرے ساتھ .برا سلوک کر رہا ھے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اگر تمھیں ہماری گواہی میں شک ھے تو ولید کی بیٹی ہند کو پیغام بھیج اور اس سے پوچھ وہ قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بیوی تھی عمر نے ہند بنت الولید کی طرف پیغام بھیجا اور اسے قسم دی تو اس نے اپنے شوہر کے خلاف گواہی دے دی عمر رضی اللہ عنہ نے قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ سے کہا بلا شبہ میں تجھ پر حد لگاؤں گا قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ کہنے لگے اگر میں نے پی ھے جیسا کہ وہ کہتے ہیں تو تمھارے لئے مجھے کوڑے لگانا صحیح نہیں ھے عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے

وہ کیوں؟ قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ فرماتا ھے

لَیسَ عَلَی الَّذِینَ اٰمَنُوا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِیمَا طَعِمُوا اِذَا مَا اتَّقَوا وَّ اٰمَنُوا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوا وَّ اٰمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوا وَّ اَحسَنُوا وَ اللّٰہُ یُحِبُّ المُحسِنِینَ

ایسے لوگوں پر جو کہ ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جس کو وہ کھاتے پیتے ہوں جب کہ وہ لوگ تقویٰ رکھتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں پھر پرہیز گاری کرتے ہوں اور خوب نیک عمل کرتے ہوں، اللہ ایسے نیکوکاروں سے محبت رکھتا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے تاویل میں غلطی اور خطاء کی بلا شبہ جب تم نے تقویٰ اختیار کیا تو جن اشیاء کو اللہ نے تم پر حرام کیا ھے ان سے اجتناب کرو پھر عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کی طرف متوجہ ھوئے اور کہا قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ کو کوڑے لگانے کے بارے میں تم کیا سمجھتے ھو؟ انھوں نے کہا جب تک وہ مریض ھے ہم اسے کوڑے لگانا صحیح نہیں سمجھتے پھر کچھ دن عمر رضی اللہ عنہ اس کے متعلق خاموش رہے ایک دن صبح اس حالت میں کی کہ انھوں نے کوڑے لگانے کا عزم کر لیا اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے قدامہ بن مظعون رضی اللہ کے کوڑوں کے بارے میں تمھارا کیا خیال ھے؟ انھوں نے کہا جب تک وہ ضعیف و ناتواں ھے ہم نہیں سمجھتے کہ آپ اسے کوڑے ماریں عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے اس کا کوڑے کے نیچے رہ کر اللہ سے ملنا مجھے اس بات سے زیادہ پسند ھے کہ وہ اپنے رب سے ملے اور یہ کوڑے لگانا میری گردن پر ھوں

میرے پاس کوئی سالم کوڑا لاؤ پھر قدامہ بن مظعون رضی للہ عنہ کو کوڑے لگانے کا حکم دیا تو انھیں کوڑے مارے گئے عمر رضی اللہ عنہ قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ سے ناراض ھو گئے اور اسے چھوڑ دیا عمر رضی اللہ عنہ نے حج کیا اور قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ تھے جب دونوں حج سے واپس لوٹے تو عمر رضی اللہ عنہ سقیا مقام پر اترے اور سو گئے پھر نیند سے بیدار ھوئے تو فرمایا جلدی سے قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ کو میرے پاس لاؤ اللہ کی قسم میں نے خواب میں ایک آنے والے کو دیکھا اس نے کہا قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ سے صلح کرو وہ تیرا بھائی ھے میرے پاس اسے جلدی لاؤ جب وہ انھیں لینے گئے تو قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ نے آنے سے انکار کر

دیا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر وہ آنے سے انکاری ھے تو میرے پاس کھینچ کر لاؤ تو عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے بات کی اور ان کے لئے اللہ سے بخشش کی دعاء مانگی اور یہ ان دونوں کی پہلی صلح تھی

اس واقعہ پر بہت سے اعتراضات وارد ہوتے ہیں

**اول** ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا معلوم ہے کہ وہ مدینہ میں ہی رہے اور وہاں سے سفر کر کے بحرین جانا معلوم نہیں ہے

**دوم** ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی گواہی فرد واحد کی گواہی ہے اور شراب کی حد اس وقت تک جاری نہیں ہوتی جب تک منہ سے شراب کی بو نہ آئے یا شراب پینے والا کوئی ایسا کلام نہ کرے جو خلاف عقل ہو-

عمر رضی اللہ عنہ پر موقوف قول ہے

حدثنا مسدَّد: حدثنا يحيى، عن أبي حيَّان: حدثنا عامر، عن ابن عمر رضي الله عنهما

قام عمر على المنبر، فقال: أما بعد، نزل تحريم الخمر و هي من خمسة: العنب و التمر و العسل و الحنطة و الشعير، و الخمر ما خامر العقل.

خمر (شراب) وہ ہے جو عقل کو بیکار کر دے

جبکہ اس واقعہ میں ایسا کچھ بیان نہیں ہوا کہ قدامہ رضی اللہ عنہ واقعی اس حالت میں ملے

**سوم** عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ جو اس واقعہ کو بیان کر رہے ہیں وہ یہ نہیں بتا رہے کہ ان کو یہ معلومات کس نے دیں کیونکہ جادور نے کب کب عمر سے ملاقات کی کب کیا کہا یہ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ کو کسی سے معلوم ہوا ہو گا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ ہر وقت عمر کے ساتھ موجود ہوں ممکن نہیں ہے

**چہارم** اس واقعہ میں الْجَارُودُ سَيِّدُ عَبْدِ الْقَيْسِ ایک مجہول الحال شخص ہے جس کا معلوم تک نہیں کہ واقعی اس قبیلہ کا سردار تھا بھی یا نہیں

مصنف عبد الرزاق 17075 میں ہے

عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَيُّوبَ بْنَ أَبِي تَمِيمَةَ يَقُولُ: «لَمْ يُحَدَّ فِي الْخَمْرِ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ إِلَّا قُدَامَةُ بْنُ مَظْعُونٍ

ابن جریج نے کہا أَيُّوبَ بْنَ أَبِي تَمِيمَةَ مدلس نے خبر دی کہ اہل بدر میں سے کسی کو شراب پر حد نہیں لگی سوائے قدامہ کے

تاریخ مدینہ میں ہے

حَدَّثَنَا مَسْعُودُ بْنُ وَاصِلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، أَنَّ الْجَارُودَ، قَدِمَ عَلَى عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: إِنَّ قُدَامَةَ بْنَ مَظْعُونٍ شَرِبَ الْخَمْرَ، فَقَالَ: «مَنْ شُهُودُكَ؟» قَالَ: أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: خَتَنُكَ وَاللَّهِ لَأُوجِعَنَّ مَتْنَهُ بِالسَّوْطِ، قَالَ: وَاللَّهِ إِنَّ هَذَا لَظُلْمٌ، يَشْرَبُ خَتَنُكَ وَيُضْرَبُ خَتَنِي؟ قَالَ: «وَمَنْ؟» قَالَ: عَلْقَمَةُ، قَالَ: «هَاتِهِمْ فَجَاءُوا، فَقَالَ لِأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: «مَا تَقُولُ» ؟ قَالَ: أَشْهَدُ أَنِّي رَأَيْتُهُ يَشْرَبُهَا مَعَ ابْنِ زَبْرَاءَ حَتَّى أَوْلَجَهَا بَطْنَهُ، ثُمَّ قَالَ لِعَلْقَمَةَ: «مَا تَقُولُ» ؟ قَالَ: أَتَجُوزُ شَهَادَةُ الْخَصِيِّ؟ قَالَ: «هَاتِ» [ص:845]، قَالَ: أَتَجُوزُ شَهَادَةُ الْخَصِيِّ؟ قَالَ: «هَاتِ» قَالَ: أَتَجُوزُ شَهَادَةُ الْخَصِيِّ؟ قَالَ: «هَاتِ» قَالَ: مَا رَأَيْتُهُ يَشْرَبُهَا وَلَكِنِّي رَأَيْتُهُ

يَمُجُّهَا، قَالَ: «مَا مَجَّهَا حَتَّى شَرِبَهَا، حَاشَا فِي إِمَارَتِنَا أَحَدًا غَيْرَهُ» ، ثُمَّ أَمَرَ بِضَرْبِهِ

سند میں ہِشَامُ بْنُ حَسَّانَ مدلس ہے

ابن سرین کی ملاقات اس جارود سے کیسے ہوئی اور یہ کون ہے اس کا مکمل نام کیا ہے کچھ معلوم نہیں- سنن الکبری نسائی میں ہے

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحِيمِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ فُلَيْحِ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي ثَوْرُ بْنُ زَيْدٍ الدِّيلِيُّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ قُدَامَةَ بْنَ مَظْعُونٍ، شَرِبَ الْخَمْرَ بِالْبَحْرَيْنِ فَشَهِدَ عَلَيْهِ ثُمَّ سُئِلَ فَأَقَرَّ أَنَّهُ شَرِبَهُ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: مَا حَمَلَكَ عَلَى ذَلِكَ، فَقَالَ: لِأَنَّ اللهَ يَقُولُ: {لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ، فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوا، وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ} [المائدة: 93]، وَأَنَا مِنْهُمْ أَيْ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ، وَمِنْ أَهْلِ بَدْرٍ، وَأَهْلِ أُحُدٍ، فَقَالَ: لِلْقَوْمِ أَجِيبُوا الرَّجُلَ فَسَكَتُوا، فَقَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ: أَجِبْهُ، فَقَالَ: إِنَّمَا أَنْزَلَهَا عُذْرًا لِمَنْ شَرِبَهَا مِنَ الْمَاضِينَ قَبْلَ أَنْ تُحَرَّمَ وَأَنْزَلَ: {إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ} [المائدة: 90] مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ، حُجَّةٌ عَلَى الْبَاقِينَ ثُمَّ سَأَلَ مَنْ عِنْدَهُ عَنِ الْحَدِّ فِيهَا، فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ: إِنَّهُ إِذَا شَرِبَ هَذِيَ، وَإِذَا هَذِيَ افْتَرَى فَاجْلِدُوهُ ثَمَانِينَ

اس کی سند میں یحییٰ بن فلیح بن سلیمان ہے

قال ابن حزم: مجهول. وقال مرة: ليس بالقوى

تاریخ مدینہ میں یہ تفصیل کے ساتھ بھی اس سند سے آیا ہے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ، قَالَ: لَمَّا تُوُفِّيَ الْعَلَاءُ بْنُ الْحَضْرَمِيِّ وَهُوَ عَامِلُ الْبَحْرَيْنِ

لیکن یہ تمام مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي كَثِيرٍ کا قول ہے جن کی وفات 170 کے لگ بھگ ہے۔

یہ واقعہ مضبوط سندوں سے نہیں آیا اور ایک بدری صحابی کی تنقیص میں ہے - مورخین نے اس کو لکھا ہے محدثین نے بیان کیا ہے لیکن کسی صحیح سند سے معلوم نہیں ہے۔ اصحاب بدر پر کوئی حد جاری نہیں کی گئی کیونکہ (حاطب رضی اللہ عنہ کے واقعہ) رسول اللہ کے راز کو افشاء کرنے کا جرم، شراب پینے سے بہت بہت بڑا جرم ہے لیکن بدری صحابی ہونے کی وجہ سے حاطب پر حد جاری نہیں ہوئی نہ باغی کا حکم لگا لہٰذا اس حکم کے تحت بدری اصحاب رسول پر حدود کا نفاذ ایک منکر خبر ہے

# اگر میں غیر اللہ کو سجدہ کا حکم کرتا تو

تکفیر کی کتب میں بار بار ایک حدیث پیش کی جاتی ہے کہ اصحاب رسول نے غیر اللہ کو سجدہ کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اگر غیر اللہ کو سجدہ کا حکم کرتا تو کہتا بیوی شوہر کو سجدہ کرے -

راقم کہتا ہے یہ روایت منکر ہے

کہا جاتا ہے کہ وہ علماء جو کتب میں غلط عقائد لکھ گئے اس پر ان کو معاف کیا جا سکتا ہے کیونکہ اس کی مثال حدیث میں ملتی ہے -ایک حدیث بیان کی جاتی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے "اگر" کے انداز میں ایک ایسے عمل کا ذکر کیا جو ممنوع رہا ہے

## ابن ابی اوفی کی حدیث

سنن ابن ماجة ۱۸۵۳ میں حدیث ہے

حَدَّثَنَا أَزْهَرُ بْنُ مَرْوَانَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ الْقَاسِمِ الشَّيْبَانِيِّ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، قَالَ: لَمَّا قَدِمَ مُعَاذٌ مِنَ الشَّامِ سَجَدَ لِلنَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -. فقَالَ: "مَا هَذَا يَا مُعَاذُ؟ " قَالَ: أَتَيْتُ الشَّامَ فَوَافَقْتُهُمْ يَسْجُدُونَ لِأَسَاقِفَتِهِمْ وَبَطَارِقَتِهِمْ، فَوَدِدْتُ فِي نَفْسِي أَنْ نَفْعَلَ ذَلِكَ بِكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: "فَلَا تَفْعَلُوا، فَإِنِّي لَوْ كُنْتُ آمِرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِغَيْرِ اللَّهِ، لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَا تُؤَدِّي الْمَرْأَةُ حَقَّ رَبِّهَا حَتَّى تُؤَدِّيَ حَقَّ زَوْجِهَا، وَلَوْ سَأَلَهَا نَفْسَهَا، وَهِيَ عَلَى قَتَبٍ، لَمْ تَمْنَعْهُ

ابن ابی اوفی نے بیان کیا کہ معاذ شام سے آئے اور رسول اللہ کے پاس مسجد پہنچے ان کو سجدہ کیا–آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کیا کیا معاذ؟ معاذ بن جبل نے کہا میں شام گیا تو دیکھا کہ وہ لوگ اپنے پادریوں اور سرداروں کو سجدہ کرتے ہیں، تو میری دلی تمنا ہوئی کہ ہم بھی آپ کے ساتھ ایسا ہی کریں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، ایسا نہ کرنا، اگر میں کسی کو سجدہ کا حکم کرتا تو بیوی کو کہتا شوہر کو کرے۔

یہ روایت مسند احمد 19403 میں بھی ہے

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنِ الْقَاسِمِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ: قَدِمَ مُعَاذٌ الْيَمَنَ، أَوْ قَالَ: الشَّامَ، فَرَأَى النَّصَارَى تَسْجُدُ لِبَطَارِقَتِهَا وَأَسَاقِفَتِهَا، فَرَوَّى فِي نَفْسِهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَقُّ أَنْ يُعَظَّمَ، فَلَمَّا قَدِمَ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، رَأَيْتُ النَّصَارَى تَسْجُدُ لِبَطَارِقَتِهَا وَأَسَاقِفَتِهَا، فَرَوَّأْتُ فِي نَفْسِي أَنَّكَ أَحَقُّ أَنْ تُعَظَّمَ، فَقَالَ: " لَوْ كُنْتُ آمُرُ أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ، لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا،

ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب معاذ رضی اللہ عنہ یمن پہنچے تو وہاں کے عیسائیوں کو دیکھا کہ وہ اپنے پادریوں اور مذہبی رہنماؤں کو سجدہ کرتے ہیں ان کے دل میں خیال آیا کہ نبی تو ان سے بھی زیادہ تعظیم کے مستحق ہیں لہٰذا یمن سے واپس آکر انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے عیسائیوں کو اپنے پادریوں اور مذہبی رہنماؤں کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہوئے دیکھا ہے میرے دل میں خیال آتا ہے کہ ان سے زیادہ تعظیم کے مستحق تو آپ ہیں- نبی کریم نے فرمایا اگر میں کسی کو کسی کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

محدث ابن ابی حاتم نے اس سند پر باپ سے کلام کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث مضطرب ہے اور راوی القاسم بن عوف الشیبانی البکری الکوفی مضطربُ الحَدِیثِ ہے۔

کتاب العلل میں ابن ابی حاتم لکھتے ہیں:

وسألتُ أَبِي عَنْ حديثٍ رَوَاهُ أيُّوب ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَوْف، عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفى: أنَّ مُعاذً قَدِمَ على النبيِّ (ص) ، فسَجد له، فنهاه النبيُّ (ص) وَقَالَ: لَوْ كُنْتُ آمِرًا أَحَدًا يَسْجُدُ لأَِ حَدٍ؛ لأَمَرْتُ المَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا ... ، الحديثَ؟

فقال أبي: يُخالَفُ أيُّوبُ فِي هَذَا الْحَدِيثِ؛ فَقَالَ هشامٌ

الدَّسْتوائِي إِسْنَادًا سِوَى [ذَا].

وَرَوَاهُ النَّهَّاسُ بنُ قَهْم ، عَنِ [الْقَاسِمِ] بإسنادٍ آخَرَ، والدَّسْتوائِي حافظٌ مُتْقِنٌ، وَالْقَاسِمُ بْنُ عَوْف مضطربُ الْحَدِيثِ، وأخافُ أَنْ يكونَ الاضطرابُ مِنَ الْقَاسِمِ.

اس روایت پر ابی حاتم نے کہا کہ قاسم بن عون کی سند میں اضطراب ہے

شام دور نبوی میں فتح نہ ہوا تھا اور معاذ رضی اللہ عنہ کو بھی یمن بھیجا گیا تھا – لہذا اس روایت کے متن میں اضطراب ہے کبھی راوی شام کہتا ہے کبھی یمن کہتا ہے۔

## معاذ رضی اللہ عنہ کی روایت

یہ روایت اِبو ظبیان کی سند سے بھی ہے لیکن ابو ظَبیان نے معاذ سے نہیں سنا۔

## ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت

الترمذی (1159)، وابن حبان (4162) میں اس کی ایک اور سند بھی ہے

حدثنا محمود بن غيلان حدثنا النضر بن شميل أخبرنا محمد بن عمرو عن أبي سلمة عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لو كنت آمرا أحدا أن يسجد لأحد لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها

اس سند کو البانی نے حسن قرار دیا ہے یعنی یہ ضعیف ہے صرف تعدد طرق کی بنا پر حسن ہوئی یہاں سند میں محمد بن عمرو بن علقمة بن وقاص اللیثی ہے جس کو امام الجوزجانی نے لیس بقوی قرار دیا ہے- الخلیلی کہتے ہیں یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ اس کی حدیث لکھو لیکن دلیل مت لینا اور ابو احمد الحاکم کہتے ہیں لیس بالحافظ عندہم محدثین کے نزدیک مضبوط نہیں-

کتاب ذخیرة الحفاظ میں ابن القیسرانی کہتے ہیں اس کی ابوہریرہ والی سند بھی سُلَيْمَان بن دَاوُد الیمامی کی وجہ سے ضعیف ہے-

رَوَاهُ سُلَيْمَان بن دَاوُد اليمامي: عَن يحيى بن أبي كثير، عَن أبي سَلمَة، عَن أبي هُرَيْرَة. وَسليمَان هَذَا لَيْسَ بِشَيْء فِي الحَدِيث.

رَوَاهُ نعيم بن حَمَّاد: عَن رشدين بن سعد، عَن عقيل، عَن ابْن شهَاب، عَن أَبِيه، عَن أبي هُرَيْرَة. وَهَذَا بِهَذَا الْإِسْنَاد عَن رشدين لم يروه عَنهُ غير نعيم.
قَالَ الْمُؤلف: وَلَا نعلم لِابْنِ شهَاب عَن أَبِيه. رَوَاهُ عَنهُ أحد

اس کی دوسری سند میں مجھول ہے-

## زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی روایت

اس کی ایک اور سند ہے لیکن اس میں بھی ضعیف راوی ہے-

رَوَاهُ صَدَقَة بن عبد الله السمين: عَن سعيد بن أبي عرُوبَة، عَن قَتَادَة، عَن الْقَاسِم الشَّيْبَانِيّ، عَن زيد بن أرقم. وَصدقَة ضَعِيف.

## قیس بِن سعد کی حدیث

سنن ابو داود ۲۱۴۰ میں ہے

حدَّثنا عمرو بنُ عون، أخبرنا اسحاق بنُ يوسفَ، عن شريكٍ، عن حُصينٍ، عن الشعبيِّ عن قيسِ بنِ سعد، قال: أتيتُ الحِيرةَ فرأيتُهم يسجدون لِمرْزُبانٍ لهم، فقلتُ: رسولُ الله أحقُّ أن يُسجدَ له، قال: فأتيتُ النبي - صلَّى الله عليه وسلم - فقلت: إني أتيتُ الحِيرَةَ فرأيتُهم يَسجُدُونَ لمرزبانٍ لَهُمْ، فأنت يا رسولَ الله أحقُّ أن نسجُدَ لك، قال: "أرأيتَ لو مررتَ بقبري أكنتَ تَسجُدُ له؟ " قال: قلت: لا، قال: "فلا تَفْعَلُوا، لو كنتُ آمراً أحداً أن يَسجُدَ لأحدٍ لأمرتُ النِّساءَ أن يسجُدْنَ لأزواجِهِنَّ، لِمَا جَعَلَ الله لهم عليهنَّ من الحق

قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حیرہ آیا، تو دیکھا کہ لوگ اپنے سردار کو سجدہ کر رہے ہیں تو میں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ انہیں سجدہ کیا جائے، میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ سے کہا کہ میں حیرہ شہر آیا تو میں نے وہاں لوگوں کو اپنے سردار کے لیے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تو اللہ کے رسول! آپ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ ہم آپ کو سجدہ کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بتاؤ کیا اگر تم میری قبر کے پاس سے گزرو گے، تو اسے بھی سجدہ کرو گے؟" وہ کہتے ہیں: میں نے کہا: نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم ایسا نہ کرنا، اگر میں کسی کو کسی کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں اس وجہ سے کہ شوہروں کا حق اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے"۔

اس میں حصین بن عبدالرحمٰن السلمی ہے جو نسائی کے بقول تغیر کا شکار ہوئے اور شریک بن عبداللہ النخعی ہے – شریک خود مختلط تھا

-بہر حال یہ سند شکوک سے خالی نہیں

## انس بن مالک کی روایت

: مسند احمد 12614 میں ہے

حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ، حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ خَلِيفَةَ، عَنْ حَفْصٍ، عَنْ عَمِّهِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كَانَ أَهْلُ بَيْتٍ مِنَ الْأَنْصَارِ .... فَقَالَ: «لَا يَصْلُحُ لِبَشَرٍ أَنْ يَسْجُدَ لِبَشَرٍ، وَلَوْ صَلَحَ لِبَشَرٍ أَنْ يَسْجُدَ لِبَشَرٍ، لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا، مِنْ عِظَمِ حَقِّهِ عَلَيْهَا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَوْ كَانَ مِنْ قَدَمِهِ إِلَى مَفْرِقِ رَأْسِهِ قُرْحَةٌ تَنْبَجِسُ بِالْقَيْحِ وَالصَّدِيدِ، ثُمَّ اسْتَقْبَلَتْهُ تَلْحَسُهُ مَا أَدَّتْ حَقَّهُ»

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لا یصلح لبشر اِن یسجد لبشر، ولو صلح اِن یسجد بشر لبشر لأمرت المراۃاِن تسجد لزوجہا من عظم حقہ علیہا، والذی نفسی بیدہ لواِن من قدمہ إلی مفرق رأسہ قرحۃ تنبجس بالقیح والصدید ثم اِقبلت تلحسہ مااِدت حقہ))

یعنی کسی بشر کے لیے جائز نہیں کہ کسی دوسرے بشر کو سجدہ کرے، اگرایسا کرنا درست ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگرآدمی کے قدم سے لے کر سر کی چوٹی تک سب پیپ سے بھرا ہوااور عورت اس سب کو اپنے منہ سے چوس لے تب بھی مرد کا حق نہیں ادا کر سکتی

[مسنداِحمد:12614 صحیح ابن حبان(4164) سنن دار قطنی(3571) وغیرھا من الکتب]

اس کی اسناد میں

-خَلَفُ بْنُ خَلِيفَةَ ہے اور خلف مظبوط راوی نہیں ہے

:امام احمد نے اس کو اختلاط کے عالم میں دیکھا- وہ کہتے ہیں

.فَسُئِلَ عَنْ حَدِيثٍ، فَلَمْ أَفْهَمْ كَلَامَهُ

میں نے اس سے حدیث پوچھی لیکن اس کا کلام سمجھ نہ سکا

قال ابن عیینۃ: یکذب

ابن عیینۃ کہتے تھے جھوٹ بولتا ہے۔

سنن اربع والوں اور مسلم نے روایت لی ہے۔

امام مسلم نے تین روایت لکھی ہیں جن میں خلف نے حفص سے کچھ روایت نہیں کیا۔

بعض محدثین نے روایت میں حفص کو حفص بن عبید اللہ ابن اِخی اِنس بولا ہے لیکن امام احمد کے مطابق اس کی سند میں حفص سے سوائے خلف کے کوئی راویات نہیں لیتا-

کتاب سؤالات إبي داود للإمام إحمد بن حنبل فی جرح الرواۃ وتعدیلھم کے مطابق

سَمِعت إحْمدیقُول حَفْص بن عبید اللہ الَّذِی روی عَنہُ ابْن إِسْحَاق وَیحیی بن إبي کثیر لَیْسَ ہُوَالَّذِی.یحدث عَنہُ خلف بن خَلِیفَۃ الَّذِی.یحدث عَنہُ خلف مَا إعلم إحدا احدث عَنہُ غَیرہ

لہٰذا یہ خفص مجھول ہو گیا کیونکہ اس کا صرف خلف کو پتا ہے کسی اور کو نہیں-

دارقطنی کے بقول حفص بن عمر بن عبد اللہ بن إبي طلحۃ ہے لیکن اس روایت کو علل میں معاذ بن جبل کی سند سے رد کرتے ہیں-

## إبي سَعِیدٍ الْخُدْرِیِّ کی روایت

سنن دارقطنی سنن الکبری البیہقی سنن الکبری نسائی مصنف ابن إبي شیبۃ مسند البزار میں یہ ایک اور سند سے بھی ہے :

نا الْحُسَيْنُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ , وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ الْعَبَّاسِ الْوَرَّاقُ , قَالَا: نا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ زَنْجُوَيْهِ , نا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ , نا رَبِيعَةُ بْنُ عُثْمَانَ , عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ , عَنْ نَهَارٍ الْعَبْدِيِّ , عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ , أَنَّ رَجُلًا جَاءَ بِابْنَتِهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ , فَقَالَ: هَذِهِ ابْنَتِي أَبَتْ أَنْ تَزَوَّجَ , فَقَالَ: «أَطِيعِي أَبَاكِ أَتَدْرِينَ مَا حَقَّ الزَّوْجُ عَلَى الزَّوْجَةِ؟ , لَوْ كَانَ بِأَنْفِهِ قُرْحَةٌ تَسِيلُ قَيْحًا وَصَدِيدًا لَحَسَتْهُ مَا أَدَّتْ حَقَّهُ» , فَقَالَتْ: «وَالَّذِي بَعَثَكَ لَا نَكَحْتُ , فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تُنْكِحُوهُنَّ إِلَّا بِإِذْنِهِنَّ

اس کی سند میں نَہار بن عَبد اللہِ العَبدیؒ جن کو ابن خراش نے صدوق کہا ہے۔

اس کی سند میں ربیعۃ بن عثمان بھی ہے اور مستدرک حاکم میں اسی سند سے ہے جس پر الذھبی لکھتے ہیں:

بل منکر قال إبو حاتم ربیعۃ منکر الحدیث

. یہ منکر ہے ابو حاتم نے ربیعۃ بن عثمان کو منکر الحدیث کہا ابو زرعۃ: لیس بذاک القوی

ابن معین نے کہا کوئی برائی نہیں

الغرض روایت ضعیف ہے اور اس کی ایک سند کا راوی مجہول ہے اور باقی سندوں میں مختلف فیہ راوی ہے۔

قارئین آپ نے دیکھا کوئی اس واقعہ کو حیرہ عراق کا قرار دیتا ہے کوئی شام کا کوئی یمن کا جبکہ دور نبوی میں نہ شام فتح ہوا نہ عراق۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قرآن معاذ بن جبل سے سیکھو۔ یہ روایت سندا ضعیف ہے۔

حدثنا سليمان بن حرب، حدثنا شعبة، عن عمرو بن مرة، عن إبراهيم، عن مسروق، قال: ذكر عبد الله عند عبد الله بن عمرو، فقال: ذاك رجل لا ازال احبه بعد ما سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقول: "استقرئوا القرآن من اربعة من عبد الله بن مسعود فبدا به وسالم مولى ابي حذيفة، وابي بن كعب، ومعاذ بن جبل"، قال: لا ادري بدا بابي او بمعاذ بن جبل.

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ان سے عمرو بن مرہ نے، ان سے ابراہیم نے اور ان سے مسروق نے کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے یہاں عبداللہ بن مسعود کا ذکر ہوا تو انہوں نے کہا میں ان سے ہمیشہ محبت رکھوں گا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ چار اشخاص سے قرآن سیکھو۔ عبداللہ بن مسعود، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہی کی اور ابوحذیفہ کے مولیٰ سالم، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل سے، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے پوری طرح یاد نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ابی بن کعب کا ذکر کیا یا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا۔

کیا معاذ بن جبل اہل کتاب کی دیکھا دیکھی ایسا کوئی کام کر سکتے ہیں یقینا یہ ان پر تہمت ہے۔

# باب ۵ : بعض روایات کی صحیح تفہیم

ضروری ہے کہ ان روایات کو دیکھا جائے جن میں بعض اعمال پر کفر کا لفظ ذکر کیا گیا ہے

**بعض** روایات میں معاشرتی اختلاف مثلا گالم گلوچ، لڑنا جھگڑنا پر کفر کا لفظ وارد ہوا ہے ان کی صحیح تفہیم پر شارحین نے بحث کی ہے۔

چونکہ متن میں کفر کا لفظ آیا ہے ان پر بحث ضروری ہے

## مسلمان سے لڑنا کفر ہے؟

قرآن واحادیث میں مومن کا مومن سے جنگ و قتال کرنا سخت منع ہے۔ بلفرض اگر کسی جھگڑے میں قتال واقع ہو جائے تو قرآن میں ہے کہ مومن آپس میں قتال کر بیٹھیں تو بھی مومن ہی رہیں گے لیکن قصاص لیا جائے گا۔ سورہ حجرات میں ہے

وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ

لیکن عبداللہ ابن مسعود سے منسوب قول ہے۔ سنن نسائی میں ہے

أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ:
قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: «سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ»

مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے قتال کفر ہے

اِبِی وَائِلٍ نے کبھی اس کو ابن مسعود کا موقوف قول کہا ہے اور بعض اوقات اس کو مرفوع کر کے حدیث نبوی قرار دیا ہے ۔ سنن نسائی میں ہے

أَخْبَرَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: قُلْتُ لِحَمَّادٍ، سَمِعْتُ مَنْصُورًا، وَسُلَيْمَانَ، وَزُبَيْدًا يُحَدِّثُونَ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ". مَنْ تَتَّهِمُ ؟ أَتَتَّهِمُ مَنْصُورًا ؟ أَتَتَّهِمُ زُبَيْدًا ؟ أَتَتَّهِمُ سُلَيْمَانَ ؟، قَالَ: لَا، وَلَكِنِّي أَتَّهِمُ أَبَا وَائِلٍ.

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے لڑنا کفر (کا کام) ہے"۔ (اس حدیث کی روایت کے بارے میں شعبہ نے حماد سے کہا) آپ کس پر (وہم، غلطی کی) تہمت (اور الزام) لگاتے ہیں؟ منصور پر، زبید پر یا سلیمان اعمش پر؟ انہوں نے کہا: نہیں، میں تو ابو وائل پر تہمت لگاتا ہوں

یعنی حماد کو ابو وائل شقیق بن سلمہ کے سلسلہ میں شک ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی ہے یا نہیں۔ اسی سند سے یہ صحیح بخاری میں بھی ہے جبکہ محدثین کا اس روایت کی صحت پر اختلاف ہے

قرآن میں مومنوں کی آپس کی لڑائی پر ان کو مومن ہی کہا گیا ہے

وَاِنْ طَـآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَـهُمَا ۖ فَاِنْ بَغَتْ اِحْدَاهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِىْ تَبْغِىْ حَتّـٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّـٰهِ ۚ فَاِنْ فَـآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَـهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۖ اِنَّ اللّـٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (9)

اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو، پس اگر ایک ان میں دوسرے پر ظلم کرے تو اس سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرے، پھر اگر وہ رجوع کرے تو ان دونوں میں انصاف سے صلح کرا دو اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

یوسف ربانی کتاب حرمت مسلم اور مسئلہ تکفیر میں روایت لکھتے ہیں

## مسلمانوں کا باہمی قتال کفریہ فعل ہے:

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

« فَإِنَّ دِمَاءَ كُمْ وَ أَمْوَالَكُمْ وَ أَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا، فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا، وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَيَسْأَلُكُمْ عَنْ أَعْمَالِكُمْ، أَلَا فَلَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ ضُلَّالًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ » [بخاري، كتاب التوحيد، باب قول الله ﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ﴾: ٧٤٤٧]

”بے شک تمھارے جان و مال اور عزتیں تمھارے لیے (یعنی ایک دوسرے کے لیے) اس طرح قابل احترام ہیں جیسے تمھارے اس دن کی حرمت تمھارے اس شہر میں اور تمھارے اس مہینے میں ہے، اس دن جب تم اپنے رب سے ملو گے تو وہ تم سے تمھارے اعمال کے بارے پوچھے گا، پس تم میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔“

یہ قول اپنے ظاہر میں خلاف قرآن ہے کیونکہ مسلمان کو عمدا قتل کرنے والے سے قصاص لینے کا حکم ہے اس کو مرتد قرار دینے کا حکم نہیں ہے -اس قول کی شرح اس طرح ہے کہ دور نبوی میں مسلمان سے قتال مشرکین کرتے تھے کہا گیا کہ جو بھی مسلم سے قتال کر رہا ہے یعنی جنگ میں ہے وہ کافر ہے اور کسی مومن کو جان بوجھ کر ( حدود اللہ کے نفاذ کے علاوہ ) قتل کرنے والا جہنمی ہے-

اسی طرح حدیث میں ہے کہ میرے بعد کافر (کی طرح ) نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارو یعنی مومن کو قتل کرنا بظاھر کفار کا کام ہے -البتہ اصل میں مومن مومن کو قتل کرے تو شرع میں اس پر قصاص کا حکم لگے کا نہ کہ ارتاد کا- خواجہ محمد قاسم کراچی کا عثمانی مذھب میں لکھتے ہیں

معلوم ہوا کہ مسلمان آپس میں لڑ پڑیں تو دائرہ اسلام سے نہیں نکل جاتے اسی لئے امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے کفر دون کفر (ص ۹) یعنی کفر کفر میں فرق ہوتا ہے۔ یعنی ایک کفر وہ ہوتا ہے جس سے انسان خارج عن الا سلام ہو جاتا ہے اور ایک کفر کو ہم گناہ کبیرہ کہہ سکتے ہیں۔

کوئی غیر مقلد کچھ کہہ رہا ہے تو کوئی کچھ !

سوال ہے کہ کیا اصحاب رسول کو قتل کرنے سے کیا آدمی مسلمان ہی رہتا ہے ؟اس کا جواب ہے کہ اصحاب رسول نے خود ایک دوسرے کو جنگوں میں قتل کیا ہے جن کو مشاجرات کہا جاتا ہے – عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے نے قاتل عمر ابو لولو فیروز کی مسلم بیٹی کو غصہ میں قتل کیا ہے اور عبید اللہ بن عمر کا قصاص پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے رقم دے کر ادا کیا تھا –

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بعض لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل کیا ہے اور بعد میں یہ قاتلین، علی رضی اللہ عنہ کے گورنر تھے- علی رضی اللہ عنہ نے ان پر ارتاد کا حکم نہیں لگا یا بلکہ ان لوگوں کو مسلمانوں پر امیر مقرر کیا-

مومن کے قتل پر قصاص کا حکم تو ہو گا اسلام سے ارتاد کا حکم نہیں لگے گا کیونکہ ان لوگوں نے ارکان اسلام کا انکار نہیں کیا ہے

## مسلمان کو گالی دینا فسق ہے ؟

عبد اللہ ابن مسعود سے منسوب قول ہے- سنن نسائی میں ہے

أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ:
قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: «سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ»

### مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے قتال کفر ہے

اس کو مرفوع بنا کر صحیح بخاری میں پیش کیا گیا ہے- روایت میں گالی دینے سے منع کیا گیا ہے کہ یہ فسق ہے – سنن نسائی میں ہے

أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ، عَنْ حَجَّاجٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ الزَّيَّاتِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ، إِلَّا الصِّيَامَ هُوَ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ، وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ، إِذَا كَانَ يَوْمُ صِيَامِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ، وَلَا يَصْخَبْ فَإِنْ شَاتَمَهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ، فَلْيَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ، أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ، لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا: إِذَا أَفْطَرَ

."فَرِحَ بِفِطْرِهِ، وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَرِحَ بِصَوْمِهِ

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہے سوائے روزے کے، وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، روزہ ڈھال ہے، جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو فحش گوئی نہ کرے، شور و شغب نہ کرے، اگر کوئی اسے گالی دے یا اس سے مار پیٹ کرے تو اس سے کہہ دے (بھائی) میں روزے سے ہوں

یعنی عام دنوں میں جب مومن روزے سے نہ ہوں گالی منہ سے نکل سکتی ہے اگر روزے سے ہوں تو جس کو گالی دی گئی وہ پلٹ کر نہ دے

صحیح مسلم میں ہے

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ يَعْنُونَ ابْنَ جَعْفَرٍ عَنْ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا فَعَلَى الْبَادِئِ مَا لَمْ يَعْتَدِ الْمَظْلُومُ

یحیٰی بن ایوب قتیبہ بن سعید، ابن حجر اسماعیل ابن جعفر علاء حضرت ابوہریرہ (رض) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا جب دو آدمی آپس میں گالی گلوچ کریں تو گناہ ابتداء کرنے والے پر ہی ہو گا جب تک کہ مظلوم حد سے نہ بڑھے (یعنی زیادتی نہ کرے)۔

سنن نسائی میں ہے

حدیث نمبر: 4731

أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيل بْنُ مَسْعُودٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَاتِمٌ، عَنْ سِمَاكٍ، ذَكَرَ أَنَّ عَلْقَمَةَ بْنَ وَائِلٍ أَخْبَرَهُ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ كَانَ قَاعِدًا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ جَاءَ رَجُلٌ يَقُودُ آخَرَ بِنِسْعَةٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَتَلَ هَذَا أَخِي، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَقَتَلْتَهُ"، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَوْ لَمْ يَعْتَرِفْ أَقَمْتُ عَلَيْهِ الْبَيِّنَةَ، قَالَ: نَعَمْ قَتَلْتُهُ، قَالَ: "كَيْفَ قَتَلْتَهُ ؟"، قَالَ: كُنْتُ أَنَا وَهُوَ نَحْتَطِبُ مِنْ شَجَرَةٍ فَسَبَّنِي فَأَغْضَبَنِي فَضَرَبْتُ بِالْفَأْسِ عَلَى قَرْنِهِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هَلْ لَكَ مِنْ مَالٍ تُؤَدِّيهِ عَنْ نَفْسِكَ ؟"، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَالِي إِلَّا فَأْسِي وَكِسَائِي، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَتُرَى قَوْمَكَ يَشْتَرُونَكَ ؟"، قَالَ: أَنَا أَهْوَنُ عَلَى قَوْمِي مِنْ ذَاكَ فَرَمَى بِالنِّسْعَةِ إِلَى الرَّجُلِ، فَقَالَ: دُونَكَ صَاحِبَكَ، فَلَمَّا وَلَّى، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنْ قَتَلَهُ فَهُوَ مِثْلُهُ"، فَأَدْرَكُوا الرَّجُلَ، فَقَالُوا: وَيْلَكَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنْ قَتَلَهُ فَهُوَ مِثْلُهُ"، فَرَجَعَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، حُدِّثْتُ أَنَّكَ قُلْتَ: "إِنْ قَتَلَهُ فَهُوَ مِثْلُهُ"، وَهَلْ أَخَذْتُهُ إِلَّا بِأَمْرِكَ، فَقَالَ: "مَا تُرِيدُ أَنْ يَبُوءَ بِإِثْمِكَ، وَإِثْمِ صَاحِبِكَ"، قَالَ: بَلَى، قَالَ: "فَإِنْ ذَاكَ"، قَالَ: ذَلِكَ كَذَلِكَ

.

وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں ایک شخص دوسرے کو ایک رسی میں گھسیٹتا ہوا آیا، اور کہا: اللہ کے رسول! اس نے میرے بھائی کو قتل کیا ہے، آپ نے فرمایا: "کیا تم نے اسے قتل کیا ہے؟"، اس نے (لانے والے نے) کہا: اللہ کے رسول! اگر یہ اقبال جرم نہیں کرتا تو میں گواہ لاتا ہوں، اس (قاتل) نے کہا: ہاں، اسے میں نے قتل کیا ہے، آپ نے فرمایا: "اسے تم نے کیسے قتل کیا؟" اس نے کہا: میں اور وہ ایک درخت سے ایندھن جمع کر رہے تھے، اتنے میں اس نے مجھے گالی دی، مجھے غصہ آیا اور میں نے اس کے سر پر کلہاڑی مار دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تمہارے پاس کچھ مال ہے جس سے اپنی جان کے بدلے تم اس کی دیت دے سکو"، اس نے کہا: میرے پاس سوائے اس کلہاڑی اور کمبل کے کچھ نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: "کیا تم سمجھتے ہو کہ تمہارا قبیلہ تمہیں خرید لے گا (یعنی تمہاری دیت دیدے گا) وہ بولا: میری اہمیت میرے قبیلہ میں اس (مال) سے بھی کمتر ہے، پھر آپ نے رسی اس شخص (ولی) کے سامنے پھینک دی اور فرمایا: "تمہارا آدمی تمہارے سامنے ہے"، جب وہ پلٹ کر چلا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر اس نے اسے قتل کر دیا تو یہ بھی اسی جیسا ہو گا"، لوگوں نے اس شخص کو پکڑ کر کہا: تمہارا برا ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "اگر اس نے اسے قتل کر دیا تو یہ بھی اسی جیسا ہو گا"، یہ سن کر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ آیا اور بولا: اللہ کے رسول! مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "اگر اس نے اسے قتل کر دیا تو یہ بھی اسی جیسا ہو گا"، میں نے تو آپ ہی کے حکم سے اسے پکڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: "کیا تم نہیں چاہتے کہ یہ تمہارا گناہ اور تمہارے آدمی کا گناہ سمیٹ لے؟"، اس نے کہا: کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا: "تو یہی ہو گا"، اس نے کہا: تو ایسا ہی سہی (میں اسے چھوڑ دیتا ہوں)۔

تخریج دارالدعوہ: انظر حدیث رقم: ۴۷۲۷ (صحیح)

یہ حدیث صحیح ہے اور ثابت کرتی ہے مومن کو گالی دینے اور قتل کرنے کے بعد بھی قاتل مومن ہی رہتا ہے کافر نہیں ہوتا

گالی دینے کو جاہلیت کا کام کہا گیا ہے لیکن ایسا نہیں کہ آدمی اسلام سے ہی خارج ہو جائے صحیح بخاری میں ہے

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے اسے واصل احدب سے، انہوں نے معرور سے، کہا میں ابوذر سے ربذہ میں ملا وہ ایک جوڑا پہنے ہوئے تھے اور ان کا غلام بھی جوڑا پہنے ہوئے تھا۔ میں نے اس کا سبب دریافت کیا تو کہنے لگے کہ میں نے ایک شخص یعنی غلام کو برا بھلا کہا تھا اور اس کی ماں کی غیرت دلائی (یعنی گالی دی) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ معلوم کر

کے مجھ سے فرمایا اے ابوذر! تو نے اسے ماں کے نام سے غیرت دلائی، بیشک تجھ میں ابھی کچھ زمانہ جاہلیت کا اثر باقی ہے۔ (یاد رکھو) ماتحت لوگ تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ نے (اپنی کسی مصلحت کی بنا پر) انہیں تمہارے قبضے میں دے رکھا ہے تو جس کے ماتحت اس کا کوئی بھائی ہو تو اس کو بھی وہی کھلائے جو آپ کھاتا ہے اور وہی کپڑا اسے پہنائے جو آپ پہنتا ہے اور ان کو اتنے کام کی تکلیف نہ دو کہ ان کے لیے مشکل ہو جائے اور اگر کوئی سخت کام ڈالو تو تم خود بھی ان کی مدد کرو۔

بے شمار احادیث میں ہے کہ اصحاب رسول نے ایک دوسرے کو فعَيَّرْتُهُ بِأُمِّهِ ماں کی گالی دی

صحیح بخاری میں ہے

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، ہم سے واصل بن حیان نے جو کبڑے تھے، بیان کیا، کہا کہ میں نے معرور بن سوید سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان کے بدن پر بھی ایک جوڑا تھا اور ان کے غلام کے بدن پر بھی اسی قسم کا ایک جوڑا تھا۔ ہم نے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ ایک دفعہ میری ایک صاحب (یعنی بلال رضی اللہ عنہ سے) سے کچھ گالی گلوچ ہو گئی تھی۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شکایت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم نے انہیں ان کی ماں کی طرف سے عار دلائی ہے؟

کتاب حرمت مسلم اور مسئلہ تکفیر ص ۱۰۹ از یوسف ربانی میں اس کی وضاحت کی گئی

④ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

« سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَ قِتَالُهُ كُفْرٌ » [ بخاري، كتاب الإيمان، باب خوف المؤمن...... : ٤٧ ]

''مسلمان کو گالی دینا فسق ( گناہ ) ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے۔''

اس حدیث میں ''کفر'' سے مراد کفر دون کفر ہے، یعنی مسلمانوں کا باہمی قتل کفریہ فعل ہے لیکن کفر اصغر ہونے کی وجہ سے انھیں دین سے خارج نہیں کرتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ اِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴾ [ الحجرات : ٩، ١٠ ]

''اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس ( گروہ ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ پلٹ آئے تو دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ مومن تو بھائی ہی ہیں، پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

اس باہم قتال کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انھیں ایمان کے لقب یعنی مومنین کے دو گروہ کہہ کر پکارا ہے۔ [ التعليق التحذير من فتنة التكفير ص : ١٧، از محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ، اردو مترجم ]

تفسیر القرآن الکریم میں ہے: ''امام بخاری اور دوسرے ائمہ کرام نے فرمایا کہ آیت: ﴿ وَ اِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ دلیل ہے کہ مسلمان ایک دوسرے سے لڑنے کے باوجود مسلمان ہی رہتے ہیں، اسلام سے خارج یا مرتد نہیں ہو جاتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے

معلوم ہوا کہ اس روایت کا تکفیر کرنے سے تعلق ہی نہیں یہ تو انذار کا انداز ہے کہ اس فعل قتل و سب و شتم سے منع کیا گیا ہے

دور نبوی میں اصحاب رسول بعض اوقات مومن پر لعنت بھی کر دیتے تھے - صحیح بخاری۔ جلد سوم۔ حدود اور حدود سے بچنے کا بیان

حدیث 1718

شراب پینے والے پر لعنت کرنا مکروہ ہے۔ اور یہ کہ دین سے خارج نہیں ہے

راوی: یحییٰ بن بکیر, لیث, خالد بن یزید, سعید بن ابی ہلال, زید بن اسلم اپنے والد سے وہ عمر بن الخطاب

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ رَجُلًا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اسْمُهُ عَبْدَ اللَّهِ وَكَانَ يُلَقَّبُ حِمَارًا وَكَانَ يُضْحِكُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَلَدَهُ فِي الشَّرَابِ فَأُتِيَ بِهِ يَوْمًا فَأَمَرَ بِهِ فَجُلِدَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ الْقَوْمِ اللَّهُمَّ الْعَنْهُ مَا أَكْثَرَ مَا يُؤْتَى بِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلْعَنُوهُ فَوَاللَّهِ مَا عَلِمْتُ إِنَّهُ يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

یحییٰ بن بکیر، لیث، خالد بن یزید، سعید بن ابی ہلال، زید بن اسلم اپنے والد سے وہ حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں جس کا نام عبداللہ اور لقب حمار تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہنسایا کرتا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو شراب پینے کے سبب کوڑے لگوائے تھے ایک دن پھر نشہ کی حالت میں لایا گیا آپ نے اس کو کوڑے مارے جانے کا حکم دیا تو اس کو کوڑے لگائے گئے، قوم میں سے ایک شخص نے کہا کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو، کسی قدر یہ (نشہ کی حالت میں) لایا جاتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر لعنت نہ کرو، اللہ کی قسم میں جانتا ہوں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

سوال کیا جاتا ہے کہ کیا ایک صحابی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے باوجود شرابی ہو سکتا ہے؟
راقم کہتا ہے حدیث کی سند صحیح ہے -امام بخاری نے اس حدیث کو لا کر یہ ثابت کیا کہ ان کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ گناہ کبیرہ والے جہنمی نہیں ہیں اور اس کی مثال اس حدیث سے دی

اللہ اور اس کے رسول سے محبت کا معاملہ وہ ہے جو منافق جیسانہ ہو لیکن وہ گناہ کر سکتا ہے اور معافی بھی مانگ سکتا ہے
جہاد سے جی چرانے والے تین اصحاب رسول جن کا ذکر سورہ توبہ میں ہے اللہ سے محبت کرتے تھے لیکن اس کے اذن پر بر وقت عمل نہ کر سکے لہٰذا مومن شرابی ہو سکتا ہے، معافی مانگ سکتا ہے، گناہ کرنے کے باوجود مومن سمجھا جائے گا

شرح إصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ از ابو القاسم ہبۃ اللہ بن الحسن بن منصور الطبری الرازی اللالکائی (المتوفی: 418ھ) کے مطابق

ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ فَهُوَ مُنَافِقٌ» هَذَا عَلَى التَّغْلِيظِ , نَرْوِيهَا كَمَا جَاءَتْ وَلَا نُفَسِّرُهَا. وَقَوْلُهُ: «لَا تَرْجِعُوا » بَعْدِي كُفَّارًا ضُلَّالًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ» , وَمِثْلُ: «إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ» , [ص:184] وَمِثْلُ: «سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ» , وَمِثْلُ: " مَنْ قَالَ لِأَخِيهِ: يَا كَافِرُ فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا " , وَمِثْلُ: «كُفْرٌ بِاللَّهِ تَبَرُّؤٌ مِنْ نَسَبٍ , وَإِنْ دَقَّ» . وَنَحْوُهُ مِنَ الْأَحَادِيثِ مِمَّا قَدْ صَحَّ وَحُفِظَ فَإِنَّا نُسَلِّمُ لَهُ وَإِنْ لَمْ يُعْلَمْ تَفْسِيرُهَا , وَلَا يُتَكَلَّمُ فِيهِ وَلَا يُجَادَلُ فِيهِ وَلَا تُفَسَّرُ هَذِهِ الْأَحَادِيثُ إِلَّا بِمِثْلِ مَا جَاءَتْ , وَلَا نَرُدُّهَا إِلَّا بِأَحَقِّ مِنْهَا

احادیث کہ جس میں تین باتیں ہوں وہ منافق ہے تو یہ تغلیظ ہے ہم اس کو روایت کریں گے تفسیر نہیں کریں گے اور قول میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ گردن مارو ایک دوسرے کی اور مثال ہے جب دو مسلمان تلوار لے کر آمنے سامنے ہوں تو قاتل و مقتول جہنمی ہیں اور مثال ہے کہ مسلم کو گالی دینا فسق ہے اور قتل کفر ہے اور مثال ہے کہ جس نے اپنے بھائی کو کافر کہا تو دونوں میں سے ایک پر یہ پلٹے گا اور مثال ہے کہ ... اور اس طرح کی احادیث جن میں سے بعض کی تصحیح کی گئی ہے اور یاد رکھا گیا ہے تو ہم ان کو تسلیم کرتے ہیں اور ان کی تفسیر ہم کو معلوم نہیں ہے اور ہم ان پر کلام نہیں کریں گے اور نہ اس پر جھگڑا کریں گے اور نہ ان کی تفسیر کریں گے بلکہ جیسی ہیں ویسی لیں گے اور نہ رد کریں گے

## کسی اور کو باپ بنانے والا کافر ہے

ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

جس شخص نے جانتے بوجھتے کسی دوسرے کو باپ بنایا تو یہ بھی کفر کی بات ہے اور جس شخص نے ایسی بات کو اپنی طرف منسوب کیا جو اس میں نہیں ہے تو ایسا شخص ہم میں سے نہیں ہے اور اس کو اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنانا چاہئے اور جس نے کسی کو کافر کہا یا اللہ کا دشمن کہہ کر پکارا حالانکہ وہ ایسا نہیں ہے تو یہ کلمہ اسی پر لوٹ آئے گا''۔

( صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 219)

اس روایت کی شرح حدیث

من غش فلیس منا سے کی جائے گی

جس نے دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں

## یہ کہنے کی حرمت کہ اللہ تعالی فلاں کو معاف نہ کرے گا

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كَانَ رَجُلَانِ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ ۔۔۔۔۔۔ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَوْبَقَتْ دُنْيَاهُ وَآخِرَتَهُ

( سنن ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی النہی عن البغی )

ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بنی اسرائیل میں دو آدمی ایک دوسرے کے لگے (برابر) کے تھے۔ ان دونوں میں سے ایک تو گناہ گار تھا اور دوسرا عبادت میں کوشش کرنے والا تھا۔ عبادت کی جدوجہد میں لگے رہنے والا ہمیشہ دوسرے کو گناہ کرتا ہی دیکھتا تھا اور اسے کہتا تھا کہ ان گناہوں سے رک جا ایک روز اس نے اسے کوئی گناہ کرتے ہوئے پایا تو اس سے کہا کہ اس گناہ سے رک جا تو گناہ گار نے کہا کہ مجھے میرے رب کے ساتھ چھوڑ دے۔ کیا تو مجھ پر نگران بنا کر بھیجا گیا ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ تیری مغفرت نہیں کریں گے یا کہا کہ اللہ تجھے جنت میں داخل نہیں کرے گا پھر ان دونوں کی روحیں قبض کر لی گئیں تو دونوں کی روحیں رب العالمین کے سامنے جمع ہوئیں تو اللہ نے عابد سے فرمایا کہ کیا تو اس چیز پر جو میرے قبضہ قدرت میں ہے قادر ہے؟ اور گناہ گار سے فرمایا کہ جا جنت میں داخل ہو جا میری رحمت کی بدولت اور دوسرے (عابد) کے لئے فرمایا کہ اسے جہنم کی طرف لے جاؤ،

ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس عابد نے ایسا کلمہ کہہ دیا جس نے اس کی دنیا و آخرت دونوں تباہ کر دیں۔ "

اس روایت کو بعض نے حسن کہا ہے
سند میں عکرمہ بن عمار ہے یہ مختلط ہوا تھا- اس نے منکر روایات بھی بیان کی ہیں- اور مدلس بھی ہے- منذری نے لکھا ہے ابو داود کے طرق میں
علی بن ثابت الجزری، قال الازدی: ضعیف الحدیث

لہذا اس کی سند میں ضعیف راوی ہے- صحیح ابن حبان میں اس کا دوسرا طرق ہے ہے وہاں یہ راوی نہیں ہے اور صحیح ابن حبان کی سند کو حسن کہہ سکتے ہیں

صحیح مسلم اس کا شاہد ہے
حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مُعْتَمِرِ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِيهِ، حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ، عَنْ جُنْدَبٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَدَّثَ " أَنَّ رَجُلًا قَالَ: وَاللهِ لَا يَغْفِرُ اللهُ لِفُلَانٍ، وَإِنَّ اللهَ تَعَالَى قَالَ: مَنْ ذَا الَّذِي يَتَأَلَّى عَلَيَّ أَنْ لَا أَغْفِرَ لِفُلَانٍ، فَإِنِّي قَدْ غَفَرْتُ لِفُلَانٍ، وَأَحْبَطْتُ عَمَلَكَ
ایک شخص نے کہا اللہ فلاں کو نہیں بخشے گا—… اللہ نے کہا میں نے اس فلاں کو بخش دیا اور اس کا عمل ختم کر دیا

یہ حدیث دلیل ہے کہ مومن کو کافر کہنے کی سخت حرمت ہے اور اسی وجہ سے حدیث میں ہے کہ کفر کا فتوی پلٹتا ہے

## ایک جاہل کی وصیت

اتباع الطاغوت والے کہتے ہیں کہ علماء اگر غلط عقائد بھی پھیلا دیں تو ان کے کلمہ کفر یا غلط عقیدہ پر بھی معافی ہے—اس حوالے سے روایت پیش کی جاتی ہے

ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص نے گناہوں کی وجہ سے اپنے نفس پر بڑی زیادتی کی تھی جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا۔

اِذَا اَنَا مِتُّ فَاحْرِقُوْنِیْ ثُمَّ اَطْحَنُوْنِیْ ثُمَّ ذَرُّوْنِیْ فِی الرِّیْحِ فَوَاللہِ لَئِنْ قَدَرَ اللہُ عَلَیَّ لَیُعَذِّبُنِیْ عَذَابًا مَّا عَذَّبَہٗ اَحَدًا۔

یعنی جب میں مر جائوں تو تم مجھے جلا کر میری راکھ کو پیس کر ہوا میں اڑا دینا۔ واللہ۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر تنگی کی تو مجھے وہ ایسی سزا دے گا جو اور کسی کو اس نے نہیں دی۔ جب اس کی وفات ہوئی تو اس کے ساتھ یہی کاروائی کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ اس کے تمام ذرات کو جمع کر دے سو اس نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ جمع کر دیا گیا تو وہ آدمی تھا جو کھڑا کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا تو نے یہ سب کاروائی کیوں کی؟ اس نے جواب دیا اے میرے رب تیرے ڈر کی وجہ سے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔

(رواہ البخاری جلد ا ص ۴۹۵ واللفظ لہ' مسلم ج ۲ ص ۳۵۶)

*کتاب مجموع فتاوی ورسائل فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین میں ہے کہ وہابی عالم ابن العثیمین اس روایت پر کہتے ہیں*

فهذا رجل شك في قدرة الله وفي إعادته إذا ذرى، بل اعتقد أنه لا يعاد وهذا كفر باتفاق المسلمين، لكن كان جاهلا لا يعلم ذلك، وكان مؤمنا يخاف الله أن يعاقبه فغفر له بذلك.

والمتأول من أهل الاجتهاد الحريص على متابعة الرسول، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أولى بالمغفرة من مثل هذا. ا. هـ.

وبهذا علم الفرق بين القول والقائل، وبين الفعل والفاعل، فليس كل قول أو فعل يكون فسقا أو كفرا يحكم على قائله أو فاعله بذلك، قال شيخ الإسلام ابن تيمية رحمه الله ص165ج 35 من مجموع الفتاوى:وأصل ذلك أن المقالة التي هي كفر بالكتاب والسنة والإجماع

***پس اس شخص نے اللہ کی قدرت پر شک کیا اور... بلکہ اعتقاد کیا کہ اس کا معادنہ ہو گا اور یہ مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ کفر ہے لیکن یہ جاہل تھا اور اس کو اس کا پتانہ تھا اور مومن تھا اللہ سے ڈرتا تھا کہ اس کو پکڑ نہ لے پس اس پر اس کی مغفرت ہوئی... ابن تیمیہ کہتے ہیں ص 165ج 35 من مجموع الفتاوی یہ اس کا کہنا کتاب اللہ اور سنت اور اجماع کے مطابق کفر ہے***

مسلک پرستوں کی اپنی ممدوح شخصیات اس کو ایک مخصوص واقعہ کہہ رہی ہیں کہ ایک کفریہ عقیدہ رکھنے والے کو اللہ تعالی نے بخش دیا۔ کیا یہ عموم ہے؟ اگر عموم کی بات درست مانی جائے تو اس طرح تو سارے معاد کے انکاریوں کی بخشش ماننا پڑے گی۔ لہٰذا یہ ایک مخصوص

واقعہ ہی ہے اس سے زیادہ نہیں- اب چونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ خصوص ہے تو دلیل نہیں بن سکتا اور اس سے یہ ثابت تو کہیں بھی نہیں ہوتا کہ تمام مرنے والوں کو واپس جسد عنصری مرتے ہی دے دیا جاتا ہے

## البانی سے سوال ہوا: ہل یخرج من ابتدع بدعۃ مکفرۃ او بدعۃ غیر مکفرۃ من اہل السنۃ؟

## جواب میں اس روایت کا ذکر کیا اور کہا

أنّ ليس كلّ من وقعَ في الكفر تلبَّسَه الكفر ووقع الكفر عليه، أعني به حديث البخاري من رواية صحابيين جليلين وهما أبو سعيد الخدري وحذيفة بن اليمان قالا: قال رسول الله صلّى الله عليه وآله وسلّم:« كان فيمن كان قبلكم رجل حضرته الوفاة فجمع أولاده حوله فقال لهم: أيّ أبٍ كنتُ لكم ؟. قالوا: خير أبٍ. قال: فإني مذنبٌ مع ربي ولإن قدِرَ الله عليّ ليعذبني عذاباً شديداً، فإذا أنا متُّ فخذوني وحرّقوني بالنار ثم ذروا نصفي في البحر ونصفي في الرياح، فمات حرقوه بالنار فذروا نصفه في الريح ونصفه في البحر. فقال الله عز وجل لذراته: كوني فلاناً فكانت. قال الله عز وجل: أي عبدي ما حملك على ما فعلتَ ؟. قال: ربي خشيتُك. قال: اذهب فقد غفرتُ لك ». فالآن نحن نتساءل، كفر هذا الرجل ولا ما كفر ؟. كفر، لكن الله غفر له. متدخل: قال: ما كفر. الشيخ : ما كفر قال، أنا ما سمعته، بقوله: لإن قدِرَ الله عليّ، ما كفَرَ ؟. المتدخل: إي نعم. هذا القول نعم. الشيخ : فإذا أنا ما حدثتك، قلت كفر أم لا ؟ المتدخل: نعم. الشيخ : طيّب، ونحن نعلم من القرآن الكريم : ﴿ إِنَّ اللّهَ لاَ يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ ﴾ [النساء : 48]. كيف الجمع ؟. الجمع يُفهم من الكلام السابق : ﴿ إِنَّ اللّهَ لاَ يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ ﴾ [النساء : 48]؛ ﴿ لاَ يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ ﴾ عامداً متعمّداً، شو رأيك بهذا القيد ؟. السائل : جيد. الشيخ : كويس، لكن موجود في الآية ؟. السائل : غير موجود. الشيخ : غير موجود، من كيسنا جبناه ؟. السائل : لا. الشيخ : لا ، هكذا الشريعة لا تؤخذ مِن نص من آية من حديث واحد، وإنما مِن مجموع ما جاء في المسألة. لذلك ليس فقط المسائل الفقهية يجب أن تُجمَع كل نصوصها حتى نعرف الناسخ مِن المنسوخ، والخاص من العام، والمطلق مِن المقيد ووو إلى آخره، بل العقيدة أولى بذلك بكثير. فحينما يشرح العلماء هذه الآية :﴿ إِنَّ اللّهَ لاَ يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ ﴾؛ عادةً لا يتعرّضون لمثل هذه التفاصيل، لأن الأمر فيما يبدو لهم واضح ما يحتاج إلى مثل هذا التفصيل، لكن حينما تأتي الاشكالات والشبهات فهنا يضطر العالم أن يبيّن ما عنده مِن علم، فهذا الرجل الذي أوصى بالوصية لا أتصوّر أنها في الجور والظلم والضلالة يُمكن أن يكون لها مثل، يُحرّقوه في النار مشان يضل على ربّه، والله يقول: ﴿ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلاً وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ﴾ [يس : 78]، مع ذلك غفرَ له لماذا ؟. لأن الكفر ما انعقد في قلب هذا الإنسان، وإنما هو تصوّر ذنوبه مع الله عز وجل، وخوفه منه، وأنّ الله عز وجل إذا وَصَل إليه أنه سيعذبه عذاباً شديداً. هذه الرهبة وهذه الخشية أعمت عليه العقيدة الصحيحة فأمَر بهذه الوصية الجائرة، والحديث واضح :« اذهب فقد غفرتُ لك »

ہر چیز جس میں کفر ہو جائے اس کو کفر سے ملتبس نہیں کیا جاتا اور اس حوالے سے بخاری کی حدیث ہے جو دو صحابیوں سے ہیں جن میں ابو سعید الخدری اور حذیفہ بن یمان ہیں کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے ایک شخص گزرا تھا جب اس کی وفات کا وقت آیا اس نے اپنی اولاد کو جمع کیا اور ان سے کہا تمہارا باپ کیسا تھا؟ انہوں نے کہا بہترین باپ- اس نے کہا میں نے گناہ کیے ہیں اگر اللہ قادر ہوا تو مجھ کو شدید عذاب دے گا پس جب میں مروں مجھ کو جلا دینا پھر بھسم کو آدھا سمندر میں ڈالنا اور آدھا ہوا میں اڑا دینا- پس وہ مرا اس کو جلا دیا گیا اس کا آدھا سمندر میں اور آدھا ہوا میں اڑا دیا گیا- اللہ تعالی نے اس کے ذرات سے پوچھا: فلاں ہو جا پس وہ ہو گیا- اللہ تعالی

نے کہااے بندے تونے جو کروایا وہ کیوں کروایا ؟ اس نے کہااے رب آپ کے خوف سے - اللہ تعالی نے فرمایا جامیں نے تجھ کو معاف کیا-
البانی نے کہا پس اب ہم اس پر سوال کرتے ہیں کیا اس شخص نے کفر کیا یا نہیں کیا ؟ کفر کیا لیکن اللہ نے اس کو معاف کر دیا

متدخل : اپ نے کہا کفر نہیں کیا ؟

البانی : اس نے کفر نہیں کیا ! ایسا میں نے نہیں سنا کیونکہ قول ہے اگر اللہ قادر ہوا، کیا کفر نہیں ؟

متدخل : جی ہاں - یہ کہا تھا - ہاں یہ اس شخص کا قول تھا

البانی : تو میں نے جو حدیث ذکر کی تم کہتے ہو یہ کفر تھا یا نہیں ؟

متدخل : جی

البانی : ٹھیک ہے - ہم کو قرآن سے معلوم ہے کہ بے شک اللہ شرک کو معاف نہ کرے گا اور اس کے سوا جو ہے اس میں جس کو چاہے
معاف کرے گا - نہیں معاف کرے گا جو جان بوجھ کر کیا جائے اس رائے پر یہ قید ہے

سائل : ٹھیک ہے

البانی ٹھیک ہے نا ( کیا یہ جان بوجھ کہنا ) یہ آیت میں موجود ہے ؟

سائل : موجود نہیں ہے

البانی : اسی طرح شریعت میں ایک ہی حدیث سے یا آیت سے نص نہیں لی جاتی اس میں تمام مجموعہ جو اس مسئلہ پر ہو لیا جاتا ہے .... پس یہ
شخص جس نے وصیت کی تھی اس کے بارے میں تصور نہیں ہے کہ وہ ظالم یا گمراہ تھا ... اس کی مغفرت ہوئی ... کیونکہ اس انسان کے
قلب پر کفر نہیں تھا بلکہ اس نے اپنے گناہوں کا تصور کیا اور اللہ کا خوف کیا ... اور یہ خشیت و خوف تھا جس نے اس کو صحیح عقیدے سے
اندھا کر دیا پس اس نے یہ وصیت کی اور حدیث واضح ہے

معلوم ہوا کہ البانی کے نزدیک یہ شخص صحیح عقیدہ پر اندھا تھا لیکن چونکہ اس کا کلمہ کفر اعتقادی نہ تھا بلکہ خوف سے نکلا اس وجہ سے
مغفرت ہوئی - راقم کہتا ہے آخرت پر عقیدے کا تو مطلب ہی یہی ہے کہ راکھ ہوں یا مٹی واپس زندہ ہوں گا لہٰذا البانی کا کلام بے کار ہے -

یہ شخص اپنے آپ کو جلوا رہا ہے یہ سوچ رہا ہے کہ جسم معدوم ہو جائے گا اللہ راکھ کو جمع نہ کر پائے گا- مبشر احمد ربّانی کے بقول بھی یہ شخص جاہل تھا صحیح عقیدے پر نہیں تھا

صحیح بخاری کی وہ حدیث جس میں ہے کہ ایک شخص نے مرنے سے قبل وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا اور میری راکھ آدھی دریا میں اور آدھی خشکی میں بکھیر دینا، کیونکہ اگر اللہ نے مجھ پر قابو پالیا تو ایسا سخت عذاب دے گا جو اس نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا، اس پر تبصرہ کرتے ہوئے امام ابن حزم ﷫ فرماتے ہیں :

"فهذا إنسان جهل إلى أن مات أن الله عزوجل يقدر على جمع رماده وإحيائه وقد غفر له لإقراره وخوفه وجهله."

[ الفصل في الملل والأهواء والنحل لابن حزم : ٢/ ٢٧٢ ]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



"یہ وہ انسان ہے جو اپنے مرنے تک اس بات سے جاہل اور ناواقف رہا کہ اللہ تعالیٰ اس کی راکھ جمع کرنے اور اس کو زندہ کرنے پر قادر ہے اور اللہ نے اس کے اقرار، خوف اور جہالت کی وجہ سے اسے معاف کر دیا۔"

یہ شخص مرنے کے بعد زندہ ہونے کا منکر تھا- کیا یہ عموم ہے یا خصوص ہے ؟ظاہر ہے یہ خاص واقعہ ہے عام نہیں ہے اور بدعت مکفرہ والے فرقے اس کو اپنے لئے استعمال نہیں کر سکتے

قرآن میں ذکر ہے کہ جو آخرت کا منکر ہے وہ ابدی جہنمی ہے اور احادیث میں چند مخصوص واقعات کا بھی ذکر ہے جن کا مقصد مالک کو الرحمان کہنا ہے- حدیث میں ہے ایک موحد کا ذکر ہے جو آخرت اور معاد کا منکر تھا یعنی صحیح عقیدے پر نہیں تھا- واقعہ خاص ہے کیونکہ اگر اس کو عام مان لیں تو تمام اخرت کے منکرین کو جنتی قرار دینا پڑے گا-

بنیادی عقائد کے رد کرنے والے کو جہنم میں ڈالا جائے گا یہ قرآن میں واضح ہے-اس شخص کا بخش دیا جانا اللہ کی مرضی ہے اس کو ہم خاص ہی کہیں گے کیونکہ اللہ تعالی فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ جو چاہے کرتا ہے

یہ شخص بہت سی عقائد کی باتوں سے لا علم ہے

یہ اللہ کو القادر نہیں سمجھتا یہ قرآن کا رد ہے

یہ آخرت کا منکر ہے کہ سمجھ رہا ہے راکھ بن جانے پر دوبار زندہ نہ ہو گا یہ قرآن کا رد ہے

یہ جسم پر عذاب سمجھ رہا ہے جو قرآن کا رد ہے

راقم کہتا ہے یہ سب قبل نزول قرآن سے قبل ایک منفرد واقعہ کی بات ہے -ہر آخرت کا منکر توحید باری کا بھی منکر ہوتا ہے یا ملحد لادین ہوتا ہے-اس آدمی کی خصوصیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ کی وحدانیت کا قائل ہے یہ حدیث خصوص کے تحت اسی وجہ سے ہے

ورنہ اس کو اگر عام سمجھیں تو یہ خلاف قرآن بن جائے گی اس کا رد لازم آئے گا- یہ آدمی کس دور کا ہے معلوم نہیں ہے- کس علاقے کا ہے معلوم نہیں ہے- ہم کو جب تمام علم نہیں ہے تو روایت سے تکفیر میں کوئی دلیل لینا جھل ہے

قبل بعثت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اگر کسی کے پاس اس دور کی کتاب اللہ نہیں پہنچی یا اس زمانے کے رسول کی تعلیمات نہیں ملین لیکن وہ اللہ کو واحد مانتا ہے تو اللہ اس پر رحم کر سکتا ہے کہ عقیدہ آخرت کے منکر کو معاف کر دے لیکن چونکہ محمد رسول اللہ اب تمام عالم کے لئے آخری رسول ہیں تو یہ اب ممکن نہیں ہے کیونکہ قرآن نے حجت تمام کر دی[5]-واللہ اعلم

---

5

راقم کے اس جواب پر اعتراض کیا گیا کہ اللہ تعالی تو اپنی سنت نہیں بدلتا کہ آخرت کے منکر کو بخش دے
– راقم نے جواب دیا

سنت اللہ میں تبدیلی نہ ہو گی یہ قرآن میں چار بار کہا گیا ہے اور ہر بار ایک ہی چیز پر بولا گیا ہے وہاں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ انبیاء کے رد کے بعد قوموں کو برباد کر دیا جاتا ہے
یہ وہ سنت اللہ ہے جس کو نہیں بدلا گیا-اس میں صرف ایک استثنا ہے جو قوم یونس کا ہے

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ

سورہ فتح

(22) وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُـمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْـرًا

## ذات انواط

فرقے روایت پیش کرتے جائیں کہ مسند احمد کی روایت ہے کہ اصحاب رسول نے شرک کا ارادہ کیا لیکن ان کی تکفیر نہیں کی گئی

حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ، حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سِنَانِ بْنِ أَبِي سِنَانٍ الدُّؤَلِيِّ ثُمَّ الْجُنْدَعِيِّ، (1) عَنْ أَبِي وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ: أَنَّهُمْ خَرَجُوا عَنْ مَكَّةَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى حُنَيْنٍ، قَالَ: وَكَانَ لِلْكُفَّارِ سِدْرَةٌ يَعْكُفُونَ عِنْدَهَا، وَيُعَلِّقُونَ بِهَا أَسْلِحَتَهُمْ، يُقَالُ لَهَا: ذَاتُ أَنْوَاطٍ، قَالَ: فَمَرَرْنَا بِسِدْرَةٍ خَضْرَاءَ عَظِيمَةٍ، قَالَ: فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، اجْعَلْ لَنَا ذَاتَ أَنْوَاطٍ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " قُلْتُمْ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوسَى: {اجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ} [الأعراف: 138] إِنَّهَا السُّنَنُ، (1) لَتَرْكَبُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ سُنَّةً سُنَّةً

أبی واقدِ اللَّيْثِيِّ نے کہا کہ ہم حنین کے لئے مکہ سے نکلے اور کفار کا ایک بیری کا درخت تھا جس پر اعتکاف کرتے اور اسلحہ لٹکاتے تھے جس کو ذات النواط کہا جاتا تھا پس کہا یا رسول اللہ ہمارے لئے بھی ایسا کر دیں پس رسول اللہ نے فرمایا تم نے وہ کہا جو قوم موسی نے کہا تھا کہ ہمارے لئے بھی ایسا الہ بنا دو انہوں نے کہا تم جاہل قوم ہو

اس روایت کو شعیب الأرنؤوط صحیح کہتے ہیں

صحیح ابن حبان میں بھی ہے

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ قُتَيْبَةَ، حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ سِنَانَ بْنَ أَبِي سِنَانٍ الدُّؤَلِيَّ - وهم حلفاء بني الديل - أخبر أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا وَاقِدٍ اللَّيْثِيَّ يَقُولُ - وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: لَمَّا افْتَتَحَ رَسُولُ اللَّهِ مَكَّةَ، خَرَجَ بِنَا مَعَهُ قِبَلَ هَوَازِنَ، حَتَّى مَرَرْنَا عَلَى سِدْرَةِ الْكُفَّارِ: سِدْرَةٌ يَعْكِفُونَ حَوْلَهَا، وَيَدْعُونَهَا ذَاتَ أَنْوَاطٍ، قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، اجْعَلْ لَنَا ذَاتَ أَنْوَاطٍ كَمَا لَهُمْ ذَاتُ أَنْوَاطٍ،

---

اور اگر کافر تم سے لڑتے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ پڑتے پھر نہ کوئی حمایتی پاتے نہ کوئی مددگار۔
(23) سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ښ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا
اللّٰہ کا قدیم دستور پہلے سے یونہی چلا آتا ہے اور تو اس کے دستور کو بدلا ہوا نہ پائے گا۔

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اللَّهُ أَكْبَرُ، إِنَّهَا السُّنَنُ، هَذَا كَمَا قَالَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ لِمُوسَى: اجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمْ آلهة، قال: إنكم قوم تجهلون"

[3: 69]

ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إنكم لتركبن سنن من قبلكم

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف خواہش کا اظہار کیا کہ ایسا کیا جائے اس عمل کا ارتکاب نہیں ہوا تھا اس لئے ان کو جاہل کہا گیا کافر نہیں کہا گیا- اگر کوئی عالم فتووں یا کتابوں کفر و شرک پھیلائے تو پھر اس کو مشرک ہی کہا جائے گا جاہل نہیں-

جب مولوی دلائل قرانی سے زچ ہو جاتے ہیں تو پھر یہ سلف کی دہائیاں دینے لگتے ہیں

## اگلے پچھلوں پر لعنت کریں گے ؟

اس قسم کی ایک حدیث ہے جس کا کوئی صحیح طرق نہیں ہے

قال : حدثنا صالح بن عبد الله الترمذي ، حدثنا الفرج بن فضالة ، أبو فضالة الشامي ، عن يحيى بن سعيد ، عن محمد بن عمرو بن علي عن علي بن أبي طالب ، قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

لاتقوم الساعة حتى يلعن آخر هذه الامة أولها

ترمذی

سند میں الفرج بن فضالہ ہے ضعیف ہے

محمد بن عمرو بن علی بن ابی طالب بھی ہے جس کا سماع دادا سے نہیں

ابن ماجہ میں ہے

حدثنا الحسين بن أبي السري العسقلاني حدثنا خلف بن تميم عن عبد الله بن السري عن محمد بن المنكدر عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم * إذا لعن آخر هذه الأمة أولها فمن كتم حديثا فقد كتم ما أنزل الله

اس کی سند کو بخاری نے رد کیا ہے

التاریخ الکبیر (197/3) از امام بخاری میں ہے

قال الحسن بن صباح حدثنا خلف بن تميم أبو عبد الرحمن الكوفي قال حدثنا عبد الله بن السري عن محمد بن المنكدر عن جابر عن النبي صلى الله عليه وسلم إذا لعن آخر هذه الأمة أولها قال أبو عبد الله لا أعرف عبد الله و لا له سماعا من بن المنكدر

امام بخاری نے کہا سند میں عبد اللہ بن السری کا سماع محمد بن المنکدر سے ثابت نہیں

ترمذی میں ایک اور طرق ہے

حدثنا علي بن حجر ، قال : حدثنا محمد ابن يزيد الواسطي ، عن المستلم بن سعيد ، عن رميح الجذامي عن أبي هريرة , قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ولعن آخر هذه الأمة أولها

یہاں سند میں رمیح الجذامی مجہول ہے

ایک اور طرق الطبرانی فی الأوسط میں ہے

حدثنا محمد بن الفضل السقطي ، قال : حدثنا يوسف بن يعقوب الصفار ، قال : حدثنا عبيد بن سعيد القرشي ، عن إسماعيل بن إبراهيم بن مهاجر ، عن عبد الملك بن عمير ، عن مسروق ، عن عائشة قالت : أمرتم بالاستغفار لسلفكم فشتمتموهم ، أما إني سمعت نبيكم صلى الله عليه وسلم ، يقول : لا تفنى هذه الأمة حتى يلعن آخرها أولها .

سند میں اسماعیل بن ابراہیم بن مہاجر ضعیف ہے

الغرض یہ روایت صحیح نہیں ہر طرق ضعیف ہے اور عقائد میں ضعیف + ضعیف مل کر حسن لغیرہ نہیں ہو تیں یہ صرف عمل سے متعلق روایات کے ساتھ ممکن ہے

## آنے والے غلط تکفیر کریں گے؟

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ عَنِ الصَّلْتِ بْنِ بَهْرَامَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ حَدَّثَنَا جُنْدُبٌ الْبَجَلِيُّ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ أَنَّ حُذَيْفَةَ حَدَّثَهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وسلم: "إن مَا أَتَخَوَّفُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ قَرَأَ الْقُرْآنَ حَتَّى إِذَا رُئِيَتْ بَهْجَتُهُ عَلَيْهِ وَكَانَ رِدْئًا لِلْإِسْلَامِ غَيَّرَهُ إِلَى مَا شَاءَ اللَّهُ فَانْسَلَخَ مِنْهُ وَنَبَذَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ وَسَعَى عَلَى جَارِهِ بِالسَّيْفِ وَرَمَاهُ بِالشِّرْكِ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَيُّهُمَا أَوْلَى بِالشِّرْكِ الْمَرْمِيُّ أَمِ الرَّامِي قَالَ بل الرامي

حذیفہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" مجھے تم پر اس فتنے کا ڈر ہے جب ایک آدمی قرآن پڑھے گا یہاں تک کہ اس کی تازگی کے اثرات اس کے چہرے پر نمایاں ہونے لگیں گے اور وہ اسلام کا دفاع کرے گا، لیکن ایک موقع ایسا آئے گا جب وہ ان تمام کاموں کو پس پشت ڈال دے گا اور اپنے پڑوسی پر تلوار سونت لے گا اور اسے مشرک قرار دینے لگے گا؟ حزیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ سے پوچھا کہ ان دونوں میں شرک کا صحیح مصادق کون ہو گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شرک کا دوسرے پر حکم لگائے گا

(صحیح ابن حبان، کتاب العلم، باب ذکر ماکان یتخوف صلی اللہ علیہ وسلم علی امتہ جدال المنافق حدیث 81)

یہ صحیح ابن حبان کی روایت ہے سند میں جُنْدُبٌ الْبَجَلِيُّ اصل میں ایک صحابی ہیں جن کا نام جندب بن عَبْدُ اللہ بن سفیان البجلی العلقی رضی اللہ عنہ ہے جو حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اس کو نقل کرتے ہیں۔ لیکن اس میں الصَّلْتِ بْنِ بَهْرَامَ نام کا راوی ہے امام بخاری نے اس کا ایک دوسرا نام صلت بن مہران بتایا ہے اور تاریخ الکبیر میں اس روایت کو نقل کیا ہے

قَالَ لَنَا عليٌ: حدَّثنا مُحَمد بن بَكر، حدَّثنا الصَّلت، حدَّثنا الْحَسَنُ، حدَّثني جُندُب، أَنَّ حُذَيفة حَدَّثَهُ، أَنَّ النَّبيَّ صَلَى اللهُ عَلَيه وسَلم قَالَ: أَخوَفُ مَا أَتَخَوَّفُ رَجُلٌ قَرَأَ القُرآنَ، خَرَجَ عَلى جارِهِ بِالسَّيفِ، ورَماهُ بِالشِّرك

یہی قول ابن ابی حاتم کا ہے کہ یہ راوی الصلت بن مہران ہے

میزان الاعتدال میں الذھبی کے مطابق

الصلت بن مهران.عن شهر بن حوشب، وابن أبي مليكة، والحسن.وعنه محمد بن بكر البرسانى، وسهل بن حماد.مستور.

.قال ابن القطان: مجهول الحال

یہ مجھول الحال اور مستور ہے لہذا یہ روایت ضعیف ہے

یہ روایت مسند البزار میں بھی ہے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَرْزُوقٍ، وَالْحُسَيْنُ بْنُ أَبِي كُبَيْشَةَ، قَالَا: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ الْبُرْسَانِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا الصَّلْتُ، عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا جُنْدُبٌ، فِي هَذَا الْمَسْجِدِ يَعْنِي مَسْجِدَ الْبَصْرَةِ، أَنَّ حُذَيْفَةَ حَدَّثَهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّمَا أَتَخَوَّفُ عَلَيْكُمْ رَجُلًا قَرَأَ الْقُرْآنَ حَتَّى إِذَا رُئِيَ عَلَيْهِ بَهْجَتُهُ، وَكَانَ رِدْءًا لِلْإِسْلَامِ اعْتَزَلَ إِلَى مَا شَاءَ اللَّهُ، وَخَرَجَ عَلَى جَارِهِ بِسَيْفِهِ، وَرَمَاهُ بِالشِّرْكِ» وَهَذَا الْحَدِيثُ بِهَذَا اللَّفْظِ لَا نَعْلَمُهُ يُرْوَى إِلَّا عَنْ حُذَيْفَةَ [ص:221] بِهَذَا الْإِسْنَادِ، وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ، وَالصَّلْتُ هَذَا رَجُلٌ مَشْهُورٌ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ، وَمَا بَعْدَهُ فَقَدِ اسْتَغْنَيْنَا عَنْ تَعْرِيفِهِمْ؛ لِشُهْرَتِهِمْ

البزار کے مطابق یہ روایت حسن ہے اور الصَّلْتُ تو بصرہ کا مشھور آدمی ہے

راقم کہتا ہے الصَّلْتُ مجھول ہی ہے اگر یہ مشھور ہے تو اس کے باپ کا نام تک تو البزار نے بتایا نہیں

مزید یہ کہ البزار کی سند میں محمد بن بکر البرسانی کے لئے امام نسائی کا قول ہے لیس بالقوی قوی نہیں ہے

ایک دور میں بصرہ خوارج کا گڑھ تھا اور ان کے مخالفین بھی وہاں ان کے لئے احادیث بیان کرتے تھے اس قسم کی روایات اسی دور کی ہیں- البانی نے ابن حبان کی اس روایت کو صحیح ابن حبان کی تعلیق میں حسن قرار دیا ہے

یہ شوشہ کہ الصلت بن مہران اور الصلت بن بھرام ایک ہے ابن حجر نے چھوڑا جب انہوں نے صحیح ابن حبان کا ہی حوالہ دے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ائمہ امام بخاری، ابن ابی حاتم اور الذہبی سب سے اس راوی کے تعین میں غلطی ہوئی- پھر ابن حجر کی بات کو لوگوں نے بیان کرنا شروع کر دیا جن میں البانی بھی ہیں اور اس طرح راوی مجھول سے ثقہ بن گیا-

راقم کے نزدیک یہ روایت ضعیف سند سے ہے لائق دلیل نہیں ہے

# باب ٦ : حکم اہل الفترۃ

أهل الفترة (وقفه) سے وہ لوگ مراد ہیں جن کی طرف نہ کوئی نبی آیا نہ رسول آیا مثلا عیسیٰ علیه السلام اور رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم کے درمیان والے لوگ – آج لوگوں نے ان کو بھی اہل فترہ کہنا شروع کر دیا ہے جو رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم کے دور سے لے کر آج تک پیدا ہو رہے ہیں مثلا افریقه یا ایمیزون کے جنگلوں ، ہمالیه کے پہاڑوں اور اسی طرح کے دور دراز مقامات پر بسنے والے – راقم کہتا ہے یہ لوگ اہل فترہ میں سے نہیں ہیں

سعودی مفتی بن باز سے اہل فترہ پر سوال ہوا تو کہا

الصحيح من أقوال العلماء أن أهل الفترة يمتحنون يوم القيامة، ويؤمرون، فإن أجابوا وأطاعوا دخلوا الجنة، وإن عصوا دخلوا النار، وجاء في هذا عدة أحاديث عن أبي هريرة ، وعن الأسود بن سريع التميمي وعن جماعة، كلها تدل على أنهم يمتحنون يوم القيامة، ويخرج لهم عنق من النار، ويؤمرون بالدخول فيه، فمن أجاب صار عليه برداً وسلاماً، ومن أبى التف عليه وأخذه وصار إلى النار، نعوذ بالله من ذلك، فالمقصود أنهم يمتحنون، فمن أجاب وقبل ما طُلب منه وامتثل دخل الجنة، ومن أبى دخل النار، هذا هو أحسن ما قيل في أهل الفترة.

---

علماء کا قول ہے کہ روز محشر ان سے سوال ہو گا اگر صحیح جواب دیا تو مغفرت ہو جائے گی

وہابی عالم ابن عثیمین کا قول ہے کہ اہل فترہ دو قسموں کے ہیں

ان میں کفار بھی ہیں اور مومن بھی ہوں گے

جیسا حدیث میں ہے کہ میرا اور تیرا باپ آگ میں ہے

https://www.youtube.com/watch?v=-LNUZQlcMVk

فرعون نے موسی علیہ السلام سے اہل فترہ پر سوال کیا تھا–سورہ طہ میں ہے

(51) قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى

کہا پھر پرانے قرون کا کیا حال ہے ؟

(52) قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتَابٍ ۖ لَّا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى

کہا ان کا علم میرے رب کے ہاں کتاب میں ہے، میرا رب نہ غلطی کرتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔

موسی علیہ السلام نے یہاں یہ نہیں کہا کہ سب معاف کر دیے جائیں گے بلکہ اس کو اللہ کی مرضی پر رکھا ہے - یوسف و موسی علیہما السلام کے درمیان کے مصری اہل فترہ میں سب کی مغفرت نہیں ہو گی جیسا ان آیات و احادیث سے معلوم ہو گیا ہے - یہ بھی معلوم ہوا کہ لا علمی کا کفر بھی کفر ہے

اہل فترہ سے وہ لوگ ہر گز مراد نہیں ہیں جو دور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہوئے اور ان تک قرآن و ہدایت نہ پہنچی ہو - قرآن کی زمین پر موجودگی کی وجہ سے اتمام حجت ہو رہا ہے اور ہر بشر میں ودیعت کردہ فہم موجود ہے سورا الشّمس میں ہے

(7) وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰاهَا

اور جان کی اور اس کی جس نے اس کو درست کیا۔

(8) فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا

پھر اس کو اس کی بدی اور نیکی سمجھائی۔

یہ ہر بشر کو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ صحیح عقیدہ پر ہے یا نہیں - قرآن میں ہے - سورہ الاسراء میں ہے

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولً

ہم عذاب نہیں دیتے جب تک رسول نہ بھیج دیں

یہ نبی و رسول آ چکا ہے تمام عالم کے لئے اس کو رحمہ للعالمین بنا کر بھیجا گیا ہے - سورہ الاعراف میں ہے

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ

کہو اے لوگوں میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں ، وہ جو آسمانوں و زمین کا بادشاہ ہے

لہٰذا رسول اللہ تمام انسانوں کے لئے آخری رسول ہیں - اب کوئی اہل فترہ نہیں ہے

# باب ۷ : حق تکفیر

---

قرآن سورہ المائدہ کے مطابق قرآن و توریت و زبور و انجیل کے نزول کی وجہ سے انسانوں کی تکفیر ہو جاتی ہے (سورہ المائدہ) ، عمل بھی فنا کر دیا جاتا ہے اگرچہ خود اس حکم الہی کی خبر کفر و شرک کرنے والوں کو نہیں ہوتی (سورہ ال عمران) – لہذا قرآن کی آیات کے تحت تبین و وضاحت کی جاتی ہے، علمائے اسلام ہی اس کی نشاندہی کرتے ہیں ، پھر مسلمانوں کا حاکم تکفیر کا حکم نافذ کرتا ہے البتہ – علماء خود حد نافذ نہیں کر سکتے- فرقوں میں البتہ اس حوالے سے اختلاف ہے

---

کیا کلمہ گو تکفیر کی جائے گی یا نہیں؟ اس سوال پر بھی اختلاف موجود ہے

## کوئی بھی کافر نہیں

صوفیاء کا قول ہے کہ کوئی بھی کافر نہیں – تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہیں – اب چاہے نصرانی ہو یا یہودی یا ہندو یا مسلمان سب توحید کی اصل

لا موجود الا اللہ

کے قائل ہیں لہٰذا وحدت الوجودی ہیں — اس وسیع المشربی کی بنا پر اسلام کا اصل پیغام ہی دھندلا جاتا ہے — صوفیاء میں اسی بنا پر بایزید کہتے ہیں

میرا جھنڈا محمد کے جھنڈے سے بلند ہے

اس کی وجہ ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو جنت کو صرف مومن پر محدود کر گئے لیکن بایزید اس کو تمام انسانوں کے لئے کر گئے اور کہہ گئے کہ میں محشر میں سرد آہ کھینچوں گا تو جہنم سرد ہو جائے گی

راقم کہتا ہے یہ اقوال فرشتوں نے لکھ لیے ہیں — اللہ ان سے نپٹ لے گا

صوفیاء کے اقوال میں سے ہے

لا الہ الا اللہ شبلی رسول اللہ

لا الہ الا اللہ ــــ چشتی رسول اللہ

صوفیاء ان اقوال کی تاویل کرتے ہیں کہ رسول سے مراد یہاں پیغام پہنچانے والا ہے - راقم کہتا ہے رسول کا مطلب عربی میں بات لانے والا ہوتا ہے اس بنا پر سفیر کو بھی رسول کہا جاتا ہے فرشتوں کو بھی اور انبیاء کو بھی

مشكاة المصابيح از محمد بن عبد الله الخطيب العمري، أبو عبد الله، ولي الدين، التبريزي (المتوفى: 741ھ) میں ہے

عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَفْوَانَ عَنْ خَالٍ لَهُ يُقَالُ لَهُ يَزِيدُ بْنُ شَيْبَانَ قَالَ: كُنَّا فِي مَوْقِفٍ لَنَا بِعَرَفَةَ يُبَاعِدُهُ عَمْرٌو مِنْ مَوْقِفِ الْإِمَامِ جِدًّا فَأَتَانَا ابْنُ مِرْبَعٍ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ: إِنِّي رَسُولُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْكُمْ يَقُولُ لَكُمْ: «قِفُوا عَلَى مَشَاعِرِكُمْ فَإِنَّكُمْ عَلَى إِرْثٍ من إِرْثِ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ

ابْنُ مِرْبَعٍ الْأَنْصَارِيُّ نے کہا میں رسول اللہ کا رسول ( سفیر ) ہوں

الفاظ صحیح ہیں یعنی میں ان کا سفیر ہوں

نعیم بن مسعود الاَشجعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

وَعَنْ نُعَيْمِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلَيْنِ جَاءَا مِنْ عِنْدِ مُسَيْلِمَةَ: «أَمَّا وَاللَّهِ لَوْلَا أَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ لَضَرَبْتُ أَعْنَاقَكُمَا» . رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ

جب مسیلمہ کذاب نے اپنے دو قاصد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجے, آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکا خط پڑھا تو ان سے پوچھا تم دونوں کیا کہتے ہو؟ تو انہوں نے کہا ہم بھی وہی کہتے ہیں جو وہ کہتا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

«أَمَا وَاللَّهِ لَوْلَا أَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ لَضَرَبْتُ أَعْنَاقَكُمَا»

اللہ کی قسم اگر یہ اصول نہ ہوتا کہ (رسل) سفیروں کو قتل نہیں کیا جاتا, تو میں تم دونوں کی گردنیں اڑا دیتا۔

اسی جیسے الفاظ سے صحیح بخاری میں بھی ہے - عربی میں ہے الرسل کا قتل نہیں کیا جاتا یعنی سفیروں کا

جب شیخ تصوف کی جانب سے مریدوں سے اپنے آپ کو رسول اللہ کہلوایا جاتا تھا تو اس کا مقصد ہوتا تھا کہ مرید اپنے پیر کی تمام بات کو مانے –اگر اس کو تردد ہوا تو مرشد کامل نہیں ہو سکتا-اس طرح کفریہ کلمات کہلوا کر چیک کیا جاتا تھا کہ کیا یہ مرید اپنے پیر کی بات مانتا ہے یا نہیں - اس قسم کے الفاظ راقم کے نزدیک درجہ کفر میں ہیں کیونکہ یہ رسول کسی اور کے نہیں اللہ کے بن رہے ہیں

دیوبندی مقلدوں کو خواب بھی یہ آتے تھے جس میں اشرف علی تھانوی کو رسول اللہ کہا گیا-افسوس اس خواب کو بیان نہیں کیا جانا چاہیے تھا لیکن پھر بھی کیا جاتا ہے

https://www.youtube.com/watch?v=p8Xk4OPwXzY&feature=youtu.be

صوفیاء کے قول کہ کوئی کافر نہیں کو شعروں میں بھی بیان کیا جاتا ہے - خاص طور پر پنجابی صوفی شعراء اس حوالے سے مشہور ہیں –

تجلیات صفدر جلد ا مضمون کراچی کا عثمانی فرقہ میں اصاحب مضمون لکھتے ہیں کہ صوفیاء کے منہ سے غلبہ حال میں کلمہ کفر نکلا ہے

مقابلہ میں شاذ و متروک روایات جمع کرتے رہتے ہیں اسی طرح صوفیاء کرامؒ کے عقائد
بالکل صحیح، اعمال بالکل درست ہیں۔ ہاں احوال میں غلبہ حال کے وقت اگر کوئی ایسا جملہ
منہ سے نکل جائے جو بظاہر شریعت سے ٹکراتا ہو تو ایسی باتوں کو شطحیات کہتے ہیں۔ ان
میں نہ ان پر انکار جائز ہے کیونکہ غلبہ حال کے وقت وہ سوئے ہوئے آدمی کی طرح مرفوع
القلم ہیں اور نہ ہی ان امور میں ان کی اتباع جائز ہے کیونکہ ہم مغلوب الحال نہیں ہیں، اس
کو مثال سے یوں سمجھیں! ایک شخص کا عقیدہ ہے کہ بت پرستی جائز ہے تو وہ یقیناً مشرک
ہے، دوسرا عقیدتاً تو یہ نہیں مانتا مگر دوسروں کو دیکھ کر عملاً بت کے آگے سجدہ میں گر گیا یہ بھی
سخت گنہگار ہے، تیسرے نے خواب میں بت کو سجدہ کیا یہ گناہ نہیں کیونکہ خواب میں وہ
مرفوع القلم ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ایک مثال دی کہ توبہ کرنے والے کی توبہ پر اللہ
تعالیٰ کتنے خوش ہوتے ہیں کہ ایک شخص کی اونٹنی جنگل میں گم ہو گئی، اسی پر دانہ پانی تھا۔
اس نے بہت تلاش کی مگر نہ ملی اب بھوک، پیاس، تھکاوٹ سے موت سامنے نظر آنے
لگی۔ وہ لیٹ گیا اتنے میں دیکھا اونٹنی پاس کھڑی ہے تو وہ بہت خوش ہوا اور خوشی میں بے
اختیار اس کے منہ سے نکل گیا اللّٰھم انت عبدی و انا ربک. یا اللہ تو میرا بندہ ہے
میں تیرا رب ہوں (مشکوۃ بمعناہ) اب دیکھئے یہ یقیناً جملۂ کفر ہے لیکن غلبہ حال کی وجہ

اس طرح کفریہ کلمات کو شطحات کہا جاتا ہے - اردو میں اس کا ترجمہ مستی و سرور ہے اور عربی میں لفظ شطحات کی اصل

شطح، انجذاب، نشوۃ Ecstasy

https://www.almaany.com/en/dict/ar-en/شطح/

سے ہے - اس کیفیت میں صوفیاء اپنے منہ سے مغلاضات ادا کرتے ہیں—اس دوران مریدین ان کو جلدی جلدی تحریر کرتے ہیں - اسی وجہ سے تو یہ دنیا کو معلوم ہوئے تھے ورنہ اگر ان کو بکواس سمجھا جاتا تو کبھی ضبط تحریر میں نہ لایا جاتا بلکہ صوفی ہوش میں اتے ہی چیک کرتا کہ کہیں مریدوں نے ان غلبہ حال کی شطحات کو لکھ تو نہیں دیا - لیکن اس کے بر عکس ان کو نہ صرف لکھا جاتا بلکہ ایک کتاب سے دوسری کتاب میں با قاعدہ ذکر بھی کیا جاتا تھا مثلا بایزید کی شطحات کا ذکر علی ہجویری نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں کیا ہے

انہی شطحات سے صوفیاء میں ثابت کیا جاتا ہے کہ نعوذ باللہ داود علیہ السلام صحو کی حالت میں تھے اور یا حتی کی بیوی ان پر حرام ہوئی اور نبی علیہ السلام ، سکر کے عالم میں تھے، نبی کی نظر زینب پر پڑی اور زینب زوجہ زید ، زید پر حرام ہوئی (بحوالہ کشف المحجوب از علی الھجویری)

ہند و پاکستان جو صوفیاء کی سر زمین کہے جاتے ہیں وہاں کے جدید مفکرین میں بھی بعض نے اس قول کو پھیلایا ہے کہ کوئی کافر نہیں، ان میں پیش پیش انڈیا کے مولانا مولانا وحید الدین خان ہیں — موصوف کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے پورے قرآن میں صرف ایک بار کافر کہا ہے اور وہ ہے سورہ الکافروں میں- یعنی مشرکین مکہ کا کفر ایسا ہے جو انہیں کافر کا ٹائٹل دے دیتا ہے ان کے سوا جتنے بھی مذاھب یا ادیان عالم ہیں وہ اس درجہ پر نہیں جاتے جس میں ہندومت یا سناتن دھرم بھی شامل ہے

اس مقید تعریف پر اہل کتاب بھی کافر قرار نہیں پاتے بلکہ سورہ المائدہ میں اہل کتاب کو جو لقد کفر الذین جو کہا گیا ہے اس کو کفر قرار نہیں دیا جاتا —

پاکستان میں وحید الدین کی فکر سے جاوید احمد غامدی بھی متاثر ہوئے اور انہوں نے بھی کوئی کافر نہیں کا نظریہ پیش کیا — اس طرح ان دونوں نے ۷۳ فرقوں والی حدیث کا رد لکھا- جاوید صاحب نے اس سلسلے میں جو بہت سے دلائل دیے ان میں ایک نظریہ بھی پیش کیا کہ رسول اور نبی میں فرق ہے لیکن اپنی اس رائے پر وہ کوئی واضح برہان و دلیل نہ پیش کر سکے

## کافر کہنا صرف اللہ کے رسولوں کا حق تھا

ایک صاحب کا کہنا ہے

کسی فرد کو، خاص طور پر جب کہ وہ مسلمان ہونے کا دعوی کرتا ہو، اسے دین کے دائرے سے نکال دینے اختیار صرف ایک رسول کو ہوتا ہے کیونکہ اسے وحی کے ذریعے بتا دیا جاتا ہے کہ کون واقعی اسلام پر ہے اور کون محض دعوی کر رہا ہے۔ رسول کی غیر موجودگی میں صرف گمان اور دعوے باقی بچتے ہیں جو آج ہر ایک فرقے کو ہر ایک دوسرے فرقے کے بارے میں ہیں۔ ان میں سے ہر فرقہ دوسرے کو دین سے خارج سمجھتا ہے لیکن انکے اس دعوے یا گمان کی بنیاد دین اسلام کی انکی اپنی تشریحات ہیں۔ یعنی ایسا نہیں ہے کہ انکی ذاتی تشریحات کو اللہ کی براہ راست تائید دنیا میں عطا کر دی گئی ہو۔ لہٰذا ہم سب کو بطور اُمتی اپنے درست مقام پر رہنے کی ضرورت ہے۔ اس سے مراد یہی ہے

کہ شرک کی نشاندہی ضرور کریں لیکن شرک کو مرض اور مشرک کو مریض کے طور پر لیں اور اس سے ہمدردی اور محبت رکھتے ہوئے اسے سمجھائیں۔

راقم کہتا ہے اللہ کے نبی کو بتایا جاتا تھا کہ کون کافر ہے، کون منافق ,اس میں کوئی شک نہیں لیکن ان کے بعد صحابہ نے ظاہر پر ہی لوگوں کے کفر کا فیصلہ کیا ہے مثلا ابو بکر رضی اللہ عنہ پر کون سی وحی آئی تھی جس کے تحت نماز پر قائم لیکن زکواہ کے انکاری قبیلوں سے جہاد کیا؟ محدثین پر کون سی وحی آئی کہ خلق قرآن پر مخالف کو کافر کہا؟ فرقہ واریت کسی کو صرف کافر قرار دینا نہیں قرآن کے خلاف عقائد پر اصرار ہے- یہ بات صحیح ہے کہ لوگ توبہ بھی کر سکتے ہیں لہذا اس کو نصیحت ہی کی جائے گی لیکن اس نصیحت کے الفاظ کیا ہوں گے یہی کہ یہ عقیدہ کفر ہے وہ پلٹ کر کہے گا تم نے مجھ کو کافر کہا تم خود کافر کافر-

لیکن جن کو صحیح عقیدہ معلوم ہے ان کو یہ وضاحت کرنی ہو گی —یہ مشکل کام ہے قرآن میں ہے کہ اس پر صبر کرو-

کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالی نے تو فرعون سے بھی نرمی سے بات کرنے کا حکم دیا اور موسی نے فرعون کو کافر نہیں کہا

فرعون نے سوال کیا

سورۃ طٰہٰ 20 : 51

قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُونِ الْأُولَىٰ ﴿٥١﴾

اس نے کہا اچھا یہ تو بتاؤ اگلے زمانے والوں کا حال کیا ہونا ہے۔

تو موسی علیہ السلام نے جواب دیا؟

سورۃ طٰہٰ 20 : 52

قَالَ عِلْمُهَا عِندَ رَبِّي فِي كِتَابٍ ۖ لَّا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنسَى ﴿٥٢﴾

جواب دیا کہ ان کا علم میرے رب کے ہاں کتاب میں موجود ہے، نہ تو میرا رب غلطی کرتا ہے نہ بھولتا ہے۔

راقم کہتا ہے فرعون کا یہ سوال ال فرعون سے متعلق ہے جو اس سے پہلے گزرے، جو مصری سحر کے مذھب پر تھے- موسی علیہ السلام کو فرعون کے پاس دو مقاصد سے بھیجا گیا تھا

اول: فرعون ، بنی اسرائیل کو آزاد کر دے

دوم: فرعون سے نرمی سے بات کی جائے ممکن ہے ایمان لائے

سورۃ طہٰ میں ہے

فقولا له قولا لينا لعله يتذكر أو يخشى

فرعون سے نرمی سے بات کرنا ممکن ہے نصیحت پکڑے یا ڈر جائے

لہٰذا اس حکم کی بنا پر موسی علیہ السلام نے خوبصورتی سے بات کا رخ واپس اس کلام کی طرف لے آئے جو چل رہا تھا کہ فرعون بنی اسرائیل کو چھوڑ دے-فرعون نے یہ سوال کلام میں یک دم جڑ دیا تھا کیونکہ وہ بات ادھر ادھر کرنا چاہ رہا تھا-اس سوال میں کلمہ گو کا ذکر نہیں بلکہ مصری مذھب پر مرنے والوں سے متعلق پوچھا گیا ہے-یہ نرمی کا حکم فرعون کے لئے خاص تھا- ایسا حکم دیگر انبیاء کے لئے معلوم نہیں- موسی علیہ السلام اگر کہتے اے فرعون ! تو کافر، تیرا باپ کافر، تیری ماں کافر، تیرا سارا خاندان کافر وغیرہ وغیرہ- جو صحیح بھی ہے — لیکن اس کا نتیجہ کیا ہوتا موسی علیہ السلام کو قید کیا جاتا- مصری کے قتل کے قصاص میں ان کو قتل کیا جاتا- بات ختم ہو جاتی-انبیاء کا قتل ہوتا رہا ہے- لیکن اصلا اللہ کا منصوبہ الگ ہے لہٰذا تھوڑی چھوٹ دی کہ فورا شاہ مصر فرعون بدک نہ جائے، بات میں لچک رکھی جائے اور توریہ کا استعمال کیا جائے-ہم کو جو آخری حکم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ملا ہے وہ لعنت کرنے کا ہے کہ قبر پرستوں پر لعنت ہے جو انبیاء و صلحا کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیں-اس امت میں دو گروہ ہیں ایک وہ زہاد ہیں جو سجدہ کر رہے ہیں اور دوسرے احبار ہیں جو سند جواز دیتے ہیں اور ضعیف و منکر روایات پر مٹ مرنے کو تیار ہیں

ایک صاحب کا کہنا ہے[6]

دین سے جہالت کی بناپر مسلمانوں میں سے کوئی شخص کفر وشرک کا مرتکب ہو، لیکن وہ اگر اِس کو کفر وشرک سمجھ کر خود اِس کا اقرار نہیں کرتا تو اِس کفروشرک کی حقیقت تو بے شک، اُس پر واضح کی جائے گی، اِسے قرآن وسنت کے دلائل کے ساتھ ثابت بھی کیا جائے گا، اہل حق اِس کی شناعت سے اُسے آگاہ بھی کریں گے اور اِس کے دینوی اور اخروی نتائج سے اُسے خبردار بھی کیا جائے گا، لیکن اُس کی تکفیر کے لیے چونکہ اتمام حجت ضروری ہے، اِس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ حق اب قیامت تک کسی فرد یا جماعت کو بھی حاصل نہیں رہا کہ وہ کسی شخص کو کافر قرار دے۔ مسلمانوں کا نظم اجتماعی بھی سورۂ توبہ (۹) کی آیت ۵ اور ۱۱ کے تحت زیادہ سے زیادہ کسی شخص یا گروہ کو غیر مسلم قرار دے سکتا ہے، اُسے کافر قرار دینے کا حق اُسے بھی حاصل نہیں ہے۔

راقم کہتا ہے یہ بات درست نہیں کہ کسی شخص کو اس کی بد عقیدگی کی بناپر کافر نہیں کہا جا سکتا- ایک حکومت بھی یہ فیصلہ تبھی کرتی ہے جب کوئی عالم اس کی نشاندہی کرے۔- امام احمد اور دوسرے محدثین نے خلق قرآن کے مسئلہ پر اپنے مخالف کو کافر کہا جبکہ حکومت کا موقف الگ تھا. عقیدے کے مسئلہ میں ایک عام مسلمان پر بھی یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ حق کو تلاش کرے اور غلط کو غلط کہے- اگر اس کو غیر مسلم قرار دے دیں تو پھر وہ کیا ہوا کافر ہی ہوا. مسلم و مومن کی ضد کافر ہے

## کافر کہنا صرف حاکم کا حق ہے

امام بخاری صحیح میں باب قول الله تعالى: وأمرهم شورى بينهم میں لکھتے ہیں

ورأى أبو بكر قتال من منع الزكاة، فقال عمر: كيف تقاتل الناس وقد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " أمرت أن أقاتل الناس حتى يقولوا لا إله إلا الله، فإذا قالوا: لا إله إلا الله عصموا مني دماءهم وأموالهم إلا بحقها وحسابهم على الله " فقال أبو بكر: والله لأقاتلن من فرق بين ما جمع رسول الله صلى الله عليه وسلم «ثم تابعه بعد عمر فلم

[6] راقم کو یہ اقتباسات سوال کی صورت موصول ہوئے ہیں -

يلتفت أبو بكر إلى مشورة إذ كان عنده حكم رسول الله صلى الله عليه وسلم في الذين فرقوا بين الصلاة والزكاة وأرادوا تبديل الدين وأحكامه» وقال النبي صلى الله عليه وسلم: «من بدل دينه فاقتلوه

اور ابو بکر نے زکات کے انکاریوں سے قتال کیا اور عمر نے کہا آپ کیسے قتال کر سکتے ہیں لوگوں سے اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے قتال کروں جب تک وہ لاالہ الااللہ نہ کہہ دیں اور جب کہہ دیں تو ان کا خوں اور مال مجھ سے بچ گئے سوائے حق کے اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے پس ابو بکر نے کہا کہ اللہ کی قسم میں قتال کروں گا جو اس چیز میں فرق کرے جس پر رسول للہ نے جمع کیا پھر عمر ان کے تابع ہوئے اور ابو بکر نے ان سے مشورہ نہیں کیا کیونکہ ان کے پاس رسول اللہ کا حکم تھا ان کے لئے جو فرق کریں نماز اور زکات میں اور دین کو تبدیل کریں اور اس کے احکام کو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دین بدلے اس کو قتل کرو

امام بخاری کے نزدیک ان قبائل نے دین کو تبدیل کیا اور اس وجہ سے مرتد قرار پائے

ابو بکر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ زکواۃ کا انکار کفر ہے-ان مرتد قبائل کا یہی کہنا تھا ہم حکومت اسلامیہ کو زکواۃ نہیں دیں گے اور یہ سمجھا گیا کہ یہ زکواۃ کا بطور رکن اسلام انکار کر رہے ہیں

أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ , وَابْنِ عُيَيْنَةَ , عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ , عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ بْنِ يَزِيدَ بْنِ رُكَانَةَ , قَالَ: قَالَ عُمَرُ: " لَأَنْ أَكُونَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ , عَنْ ثَلَاثَةٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ عَنِ الْكَلَالَةِ , وَعَنِ الْخَلِيفَةِ بَعْدَهُ , وَعَنْ قَوْمٍ , قَالُوا: نُقِرُّ بِالزَّكَاةِ فِي أَمْوَالِنَا , وَلَا نُؤَدِّيهَا إِلَيْكَ أَيَحِلُّ قِتَالُهُمْ أَمْ لَا " قَالَ: «وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يَرَى الْقِتَالَ»

مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ بْنِ يَزِيدَ بْنِ رُكَانَةَ نے کہا عمر نے کہا اگر (پہلے خیال) ہوتا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال تین پر کرتا جو مجھ کو سرخ بکریوں سے زیادہ محبوب ہے

ایک کلالہ

اور ان کے بعد خلیفہ

اور قوم پر جو کہتے ہیں ہم اپنے اموال میں سے زَکَاۃِ دینے پر برقرار ہیں لیکن تم کو نہیں دیں گے کہ کیا ان سے قتال ہے یا نہیں

عمر نے کہا: ابو بکر اس پر قتال دیکھتے تھے

محمد بن طلحة بن یزید بن رکانۃ کا کسی صحابی سے سماع نہیں یہاں تک کہ تابعین میں سے بھی بعض سے یہ ارسال کرتے ہیں اس روایت کی سند میں انقطاع ہے- راقم کو مزید ملا کہ امام الذھبی کی بھی یہی رائے ہے یہ روایت مستدرک حاکم میں ہے

هَكَذَا أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عُقْبَةَ الشَّيْبَانِيُّ، بِالْكُوفَةِ، ثنا الْهَيْثَمُ بْنُ خَالِدٍ، ثنا أَبُو نُعَيْمٍ، ثنا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ طَلْحَةَ بْنَ يَزِيدَ بْنِ رُكَانَةَ، يُحَدِّثُ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: لَأَنْ أَكُونَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ «ثَلَاثٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ مَنِ الْخَلِيفَةُ بَعْدَهُ، وَعَنْ قَوْمٍ قَالُوا أَنُقِرُّ بِالزَّكَاةِ فِي أَمْوَالِنَا وَلَا نُؤَدِّيهَا إِلَيْكَ، أَيَحِلُّ قِتَالُهُمْ؟ وَعَنِ الْكَلَالَةِ» هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ "

[التعليق – من تلخيص الذهبي] 3186 – بل ما خرجا لمحمد شيئا ولا أدرك عمر

الذھبی نے کہا بلکہ مُحَمَّدَ بْنَ طَلْحَةَ بْنَ يَزِيدَ بْنِ رُكَانَةَ نے عمر سے کوئی چیز نہیں لی نہ ان کا دور پایا

جو زکواۃ کا بطور رکن اسلام انکار نہیں کرتے لیکن زکواۃ "اسلامی" حکومت کو نہیں دیتے وہ گناہ گار ہیں مرتد نہیں- اِس پر عذاب ہے

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (34) يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ ۖ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ

سورہ توبہ

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مانعین زکواۃ کے حوالے سے حکم دیا تھا کہ ان کے سرداروں کو گرفتار کر کے مدینہ لایا جائے جہاں پہنچ کر ان تمام قبائل واپس اپنے قول سے رجوع کر لیا اور ان کا اسلام قبول کیا گیا- اس کی تفصیل راقم کی کتاب امیر المومنین ابو بکر میں ہے

# کافر کہنا صرف محدثین کا حق تھا

تکفیر کا حکم نافذ کرنا اسلام میں اولوالامر (حاکم) کا حق ہے، جس طرح ابو بکر رضی اللہ عنہ نے تکفیر کی –امت میں علماء کی جانب تکفیر اس کے بعد محدثین سے شروع ہوئی –سب سے پہلے انہوں نے اولوالامر کا مفہوم بدلا- امام بخاری نے جماعت کے مفہوم کو اہل اقتدار کی اطاعت سے نکال کر اہل علم کی طرف کیا لہذا امام بخاری صحیح میں باب قائم کرتے ہیں

باب قوله تعالى: {وكذلك جعلناكم أمة وسطا} [البقرة: 143] وما أمر النبي صلى الله عليه وسلم بلزوم الجماعة، وهم أهل العلم

اور اللہ کا قول {وکذلک جعلناکم أمة وسطا} [البقرة: 143] اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم کہ جماعت کو پکڑو اور وہ اہل علم ہیں

یعنی اہل اقتدار یا اولوالامر کی اطاعت سے نکال کر اس کو علماء کی اطاعت قرار دیا- اس کی دوسری مثال صحیح میں ہی ہے جہاں امام بخاری باب قائم کرتے ہیں

باب إذا اجتهد العامل أو الحاكم، فأخطأ خلاف الرسول من غير علم، فحكمه مردود لقول النبي صلى الله عليه وسلم: «من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو رد

باب کہ جب گورنر یا حاکم اجتہاد کرے اور اس میں خطا کرے خلاف رسول بغیر علم کے تو وہ قول مردود ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی بنا پر کہ جس نے ایسا عمل کیا جس کا ہم نے حکم نہیں دیا تو وہ رد ہے

امام بخاری صحیح میں باب قول الله تعالى: وأمرهم شورى بينهم میں لکھتے ہیں

ورأى أبو بكر قتال من منع الزكاة، فقال عمر: كيف تقاتل الناس وقد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " أمرت أن أقاتل الناس حتى يقولوا لا إله إلا الله، فإذا قالوا: لا إله إلا الله عصموا مني دماءهم وأموالهم إلا بحقها وحسابهم على الله " فقال أبو بكر: والله لأقاتلن من فرق بين ما جمع رسول الله صلى الله عليه وسلم «ثم تابعه بعد عمر فلم يلتفت أبو بكر إلى مشورة إذ كان عنده حكم رسول الله صلى الله عليه وسلم في الذين فرقوا بين الصلاة والزكاة وأرادوا تبديل الدين وأحكامه» وقال النبي صلى الله عليه وسلم: «من بدل دينه فاقتلوه

اور ابو بکر نے زکات کے انکاریوں سے قتال کیا اور عمر نے کہا آپ کیسے قتال کر سکتے ہیں لوگوں سے اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے قتال کروں جب تک وہ لا الہ الا اللہ نہ کہہ دیں اور جب کہہ دیں تو ان کا خون اور مال مجھ سے بچ گئے سوائے حق کے اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے پس ابو بکر نے کہا کہ اللہ کی قسم میں قتال کروں گا جو اس چیز میں فرق کرے جس پر رسول اللہ نے جمع کیا پھر عمر ان کے تابع ہوئے اور ابو بکر نے ان سے مشورہ نہیں کیا کیونکہ ان کے پاس رسول اللہ کا حکم تھا ان کے لئے جو فرق کریں نماز اور زکات میں اور دین کو تبدیل کریں اور اس کے احکام کو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دین بدلے اس کو قتل کرو

امام بخاری کے نزدیک ان قبائل نے دین کو تبدیل کیا اور اس وجہ سے مرتد قرار پائے- امام بخاری نے یہ موقف اس لئے اختیار کیا کیونکہ ان کے نزدیک عباسی خلفاء کا عقیدہ خلق قرآن غلط تھا انھوں نے اس پر کتاب خلق الافعال العباد بھی لکھی اور کہا جو خلق قرآن کا موقف رکھے وہ جھمی ہے اس کے پیچھے نماز نہیں ہو گی - یعنی کافر قرار دینا حکومت کا کام تھا جیسا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کیا – محدثین نے اس کو بدل کر اپنے لئے کر لیا جب دیکھا کہ عباسی خلفاء کا عقیدہ صحیح نہیں اس کے بعد تکفیر کا باب کھل گیا ہر عالم دوسرے مخالف کو کافر کہنے لگا

## کافر کہنا اہل سنت کے علماء کا حق ہے

یہ قول عصر حاضر کے علماء کا ہے - مبشر ربانی کتاب مسئلہ تکفیر میں لکھتے ہیں

> **ضابطہ ⑬:**
>
> صرف اس کی تکفیر کی جائے گی جس کی تکفیر پر اہل السنۃ والجماعۃ اتفاق کر لیں یا اس کے کفر پر کوئی ایسی دلیل اور حجت قائم ہو جائے جس کا کوئی معارض نہ ہو۔

راقم کہتا ہے تکفیر کرنے میں اور کافر ہونے میں فرق ہے – جو شخص کتاب اللہ سے مخالف عقیدہ رکھتا ہے وہ کفر کر رہا ہوتا ہے ابھی اس نے اس کا پرچار بھی نہیں کیا ہوتا کہ کافر ہو چکا ہوتا ہے – پھر جب وہ اعلانیہ اس کفر کا اظہار کرتا ہے تو عالم تکفیر کا قول کہتا ہے جس کا مقصد صرف خبر ہے کہ لوگوں کو خبر دار کیا جائے – پھر یہ معاملہ حاکم پر پیش ہوتا ہے اور وہ شرع کے تحت فیصلہ کرتا ہے – یہ ایک آئیڈیل سچوایشن ہے کہ ایسا ہو -

غور طلب ہے کہ جب امت کے ۷۳ فرقوں میں سے صرف ایک ناجی فرقہ ہو گا تو کیا کبھی اس ایک چھوٹے گروہ کے پاس حکومت آئے گی؟ بظاہر کبھی بھی نہیں- کیونکہ ۷۲ فرقے اس کے ساتھ کبھی بھی نہیں ہوں گے - جو صحیح عقیدہ پر ہوں ان پر صرف انکار طاغوت فرض ہے لہذا وہ تحریر و تقریر میں صرف ذکر کریں گے - صحیح عقیدہ پر قائم لوگ بذات خود حکم جاری نہیں کر سکتے کہ مرتد کہہ کر معاشی مقاطعہ کریں یا قتل کا حکم کریں

# مباہلہ کرنے کی بدعت

وفد نجران نصرانی علماء پر مشتمل تھا جو رسول عربی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے آیا تھا اور الوہیت باری تعالی پر کلام کرنا چاہتا تھا اور جزیہ نہیں دینا چاہتا تھا جس کا حکم سورہ المائدہ میں درج ہے-اس وقت تک سورہ ال عمران کی جنگ احد سے متعلق آیات نازل ہو چکی تھیں لیکن آیات مباہلہ ابھی تک اس میں درج نہیں کی گئی تھی-اہل سنت میں المقريزي (المتوفى: 845هـ) کي كتاب إمتاع الأسماع بما للنبي من الأحوال والأموال والحفدة والمتاع کے مطابق رمضان سن 9 ہجری سے پہلے اہل نجران کا نصرانی وفد مدینہ آیا-السیرۃ النبویۃ لابن ہشام یا سیرت ابن اسحٰق کے مطابق یہ وفد سن 9 ہجری میں آیا- نصرانی وفد رسول اللہ پر جب ایمان نہ لایا تو ان کو آخری حد دی گئی کہ اگر وہ سمجھتے ہیں کہ وہ حق پر ہیں تو پھر بد دعا کریں اہل ایمان و رسول اللہ کے لئے اور رسول اللہ اور اہل ایمان بد دعا کریں گے نصرانیوں کے لئے-اس میں دونوں جانب سے لوگ اپنے گھر والوں کے ساتھ آئیں گے، میدان میں جمع ہوں گے اور بد دعا کی جائے گی

سورہ ال عمران کی آیات 59 تا 61 ہیں

(59) اِنَّ مَثَلَ عِيسى عِنْدَ اللّـهِ كَمَثَلِ ادَمَ خَلَقَه مِنْ تُرَابٍ ثُـمَّ قَالَ لَـه كُنْ فَيَكُـوْنُ

بے شک عيسي كي مثال اللہ کے نزديک آدم كي سي ہے ، اسے مٹي سے بنايا پھر اسے کہا کہ ہو جا پھر ہو گيا

(60) اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَـرِيْنَ

حق وہي ہے جو تيرا رب کہے پھر تو شک کرنے والوں ميں سے نہ ہو

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْ عُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ

پھر جو کوئي تجھ سے اس واقعہ میں جھگڑے بعد اس کے کہ تیرے پاس صحیح علم آچکا ہے تو کہہ دے کہ آؤ ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپني عورتیں اورتمہاري عورتیں اور اپني جانیں اور تمہاري جانیں بلائیں، پھر سب التجا کریں اور اللہ کي لعنت ڈالیں ان پر جو جھوٹے ہوں

روایات میں ہے کہ 60 مرد نجران سے آئے تھے ان میں عورتیں نہ تھیں لہذا مباہلہ اسی صورت ہوتا کہ یہ واپس جا کر اپنے اہل و عیال کو لاتے لہذا جب یہ بات یہاں تک پہنچی تو نصرانی ڈر گئے اور انہوں نے جزیہ دینا قبول کیا- صحیح بخاری 4380 میں ہے

حَدَّثَنِي عَبَّاسُ بْنُ الْحُسَيْنِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ، عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: جَاءَ الْعَاقِبُ، وَالسَّيِّدُ صَاحِبَا نَجْرَانَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدَانِ أَنْ يُلَاعِنَاهُ، قَالَ: فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: لَا تَفْعَلْ، فَوَاللَّهِ لَئِنْ كَانَ نَبِيًّا فَلَاعَنَّا لَا نُفْلِحُ نَحْنُ، وَلَا عَقِبُنَا مِنْ بَعْدِنَا، قَالَا: إِنَّا نُعْطِيكَ مَا سَأَلْتَنَا، وَابْعَثْ مَعَنَا رَجُلًا أَمِينًا وَلَا تَبْعَثْ مَعَنَا إِلَّا أَمِينًا، فَقَالَ: "لَأَبْعَثَنَّ مَعَكُمْ رَجُلًا أَمِينًا حَقَّ أَمِينٍ"، فَاسْتَشْرَفَ لَهُ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "قُمْ يَا أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ"، فَلَمَّا قَامَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هَذَا أَمِينُ هَذِهِ الْأُمَّةِ".

مجھ سے عباس بن حسین نے بیان کیا، کہا ہم سے یحییٰ؟ بن آدم نے بیان کیا، ان سے اسرائیل نے، ان سے ابواسحاق نے، ان سے صلہ بن زفر نے اور ان سے حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نجران کے دو سردار عاقب اور سید، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مباہلہ کرنے کے لیے آئے تھے لیکن ایک نے اپنے دوسرے ساتھی سے کہا کہ ایسا نہ کرو کیونکہ اللہ کی قسم! اگر یہ نبی ہوئے اور پھر بھی ہم نے ان سے مباہلہ کیا تو ہم پنپ نہیں سکتے اور نہ ہمارے بعد ہماری نسلیں رہ سکیں گی- پھر ان دونوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ جو کچھ آپ مانگیں ہم جزیہ دینے کے لیے تیار ہیں- آپ ہمارے ساتھ کوئی امین بھیج دیجئیے، جو بھی آدمی ہمارے ساتھ بھیجیں وہ امین ہونا ضروری ہے- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ایک ایسا آدمی بھیجوں گا جو امانت دار ہو گا بلکہ پورا پورا امانت دار ہو گا- صحابہ رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منتظر تھے، آپ نے فرمایا کہ ابوعبیدہ بن الجراح! اٹھو جب وہ کھڑے ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اس امت کے امین ہیں

دور نبوی کے بعد قرون ثلاثہ تک کسی موقعہ پر بھی اس کے بعد اہل کتاب یا مشرکوں سے مباہلہ نہ کیا گیا -اس طرح اس پر اجماع امت ہو گیا کہ یہ مباہلہ کرنا صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص تھا-

ابن حجر کتاب فتح الباری میں لکھتے ہیں

وَفِيهَا مَشْرُوعِيَّةُ مُبَاهَلَةِ الْمُخَالِفِ إِذَا أصر بعد ظُهُور الْحجَّة وَقد دَعَا بن عَبَّاسٍ إِلَى ذَلِكَ ثُمَّ الْأَوْزَاعِيُّ ووَقَعَ ذَلِكَ لِجَمَاعَةٍ مِنَ الْعُلَمَاءِ

اس میں مباھلہ کی مشروعیت ہے کہ جب مخالف حجت کے ظاہر ہو جانے کے بعد بھی اصرار کرے اور ابن عباس نے اس کو طرف بلایا ہے پھر الأَوْزَاعِیُّ نے اور علماء کی ایک جماعت نے

سنن الکبری از بیہقی، سنن دار قطنی میں ہے

وَأَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيُّ، وَأَبُو بَكْرٍ قَالَا: أنا عَلِيٌّ، نا يُوسُفُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ بُهْلُولٍ، نا جَدِّي، نا أَبِي، نا أَبُو جُزَيٍّ نَصْرُ بْنُ طَرِيفٍ عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: " مَنْ شَاءَ بَاهَلْتُهُ أَنَّهُ لَيْسَ لِلْأَمَةِ ظِهَارٌ وَاللَّهُ أَعْلَمُ

ابن عباس نے کہا جو چاہے اس پر مباہلہ کرے کہ لونڈی کے حوالے سے ظِہَار نہیں ہے

اس کی سند میں أَبُو جُزَيٍّ نَصْرُ بْنُ طَرِيف متروک ہے

تفاسیر میں عکرمہ کا قول ہے کہ آیت

وَمَنْ يَقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُؤْتِهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا

پر جو چاہے مباہلہ کرے کہ یہ ازواج النبی کے بارے میں ہے

راقم کہتا ہے کہ اس قول کی سند نہیں ہے خود عکرمہ مجروح ہے۔الأَوْزَاعِیُّ سے منسوب قول معلوم نہیں کہ کون سا ہے

دیو بندی انور کاشمیری فیض الباری میں کہتے ہیں

واعلم  أن المُبَاهَلَةَ تَجُوزُ في المضايق الآن أيضًا

جان لو که مباہلہ اب بھی دل تنگ کرنے والی باتوں میں  جائز ہے

راقم کہتا ہے مباہلہ کرنا صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص تھا اور انہوں نے بھی مباہلہ نہیں کیا کیونکہ نصرانی ڈر کر بھاگ گئے تھے – یہ شان صرف رسول اللہ کی ہے کہ ان کا مخالف تباہ و برباد کر دیا جائے گا - امت محمد کے فرقوں کا اپس میں ایک دوسرے سے مباہلہ کرنا احقانہ عمل ہے کیونکہ 73 فرقوں والی حدیث میں موجود ہے کہ امت کے کے گمراہ فرقے اور فرقہ الناجیہ ایک ساتھ رہیں گے نہ کہ گمراہ فرقے مباہلہ پر معدوم ہو جائیں گے- آٹھویں صدی سے قبل کوئی حوالہ نہیں ملا جس میں ہو کہ فرقے ایک دوسرے کو مباہلہ کے چیلنج دے رہے ہوں

# باب ۸ : ایمان میں کمی وزیادتی کا قول

گناہ کبیرہ کرنے والا فاسق ہے یا کافر ہے ؟ اس سوال پر محدثین و فقہاء کا اختلاف چلا آ رہا ہے – راقم کے نزدیک گناہ کا تعلق ایمان سے نہیں ہے – یہ بحث بہت اہم ہے کیونکہ القاعدہ و داعش لٹریچر میں بعض محدثین کے اقوال سے دلیل لی جاتی ہے

کیا ایمان میں کمی و بیشی ہوتی ہے ؟ یہ سوال اس امت میں سن ۱۵۰ ہجری کے آس پاس پیدا ہوا– یہ بحث اس طرح شروع ہوتی ہے کہ خوارج کے نزدیک بعض صحابہ گناہ کبیرہ کے مرتکب تھے لہذا ان میں ایمان کم تھا- المعتزلہ نے منزل بین المنزلتین کا موقف پیش کیا کہ نہ کافر ہے نہ مومن ہے –اس پر امام ابو حنیفہ کی رائے لوگوں سے منقول ہے کہ ایمان زبان سے اقرار کا نام ہے گناہ سے ایمان کم نہیں ہوتا –ارجاء کا مذھب اسی سے نکلتا ہے کہ صحابہ میں ایمان کم نہیں ہوا وہ جہنمی نہیں ہیں بلکہ گناہ کبیرہ والے بھی ایمان والے ہی ہیں- ایمان زیادہ تو ہو سکتا ہے کم نہیں ہوتا–اس پر بھی بہت سی احادیث ہیں مثلا ایک فاحشہ جو مومن تھی کتے کو پانی پلاتی ہے جنت میں جاتی ہے– ایک سو لوگوں کا قاتل جنت میں جاتا ہے وغیرہ وغیرہ

سورہ توبہ میں ہے

{فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا} [التوبة: 124] پس ان کے ایمان میں اضافہ ہوا

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا –پس جو ایمان لائے ان کے ایمان میں اضافہ ہوا

وزدناھم ھدی [۱۸:۱۳] اور انکی ہدایت میں اضافہ ہوا

بعض فرقوں نے ایمان میں کمی وزیادتی کا نظریہ ان ہی آیات سے استنباط کر کے نکالا اور بعض احادیث سے اس پر دلیل لی

راقم کے نزدیک ایمان پڑھنے سے مراد قلبی اطمننان ہے یا ہدایت ہے جیسے لوگ ایمان لے اتے ہیں لیکن ہدایت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اسی طرح قرآن میں ہدایت بڑھنے اور ایمان واطمننان بڑھنے کو ساتھ بیان کیا گیا ہے – ابراہیم علیہ السلام اللہ پر ایمان لائے لیکن قلبی اطمننان میں اضافہ کے لئے اللہ سے سوال کیا کہ میت کو زندہ کیسے کرے گا

قرآن میں ہے وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى [محمد: 17] انکی ہدایت میں اضافہ ہوا

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اس بحث کا ذکر نہیں ملتا نہ ہی ایمان میں کمی پر کوئی صریح حدیث ہے – خوارج کی رائے تھی کہ ایمان میں عمل داخل ہے لہذا جو گناہ کبیرہ کرتے ہیں وہ جہنمی ہیں – خوارج کا فرقہ الأزارقة تکفیر إصحاب الذنوب تمام گناہ والوں کی تکفیر کا قائل تھا – الصفرية فرقہ کفریہ اعمال والوں کے قتل کا قائل تھا – خوارج کے فرقے اباضیہ میں بعض کی رائے میں ایمان کم اور زیادہ ہو جاتا ہے اور بعض اباضیہ کے نزدیک گناہ کبیرہ والے فاسق ہیں جو کافر ہیں – خوارج کے فرقہ الازرقیہ کے نزدیک گناہ کبیرہ کی وجہ سے ہی مسلمان واجب القتل بنتے ہیں

سن ۱۵۰ ہجری کے بعد معتزلہ نے منزل بین المنزلتین کی بحث چھیڑی کہ گناہ کبیرہ والے نہ ایمان والے ہیں نہ کفر والے وہ بیچ میں ہیں – اس سے اس پر بحث کا باب کھل گیا

مُعَاذٌ بن جبل رضی اللہ عنہ کی وفات عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی پہلے ہوئی لیکن ان سے بھی اس مسئلہ پر بحث منسوب کر دی گئی ہے کتاب السنة از أبو بكر الخَلَّال البغدادي الحنبلي (المتوفى: 311ھ) کی روایت ہے

وَأَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ، قَالَ: ثنا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: ثنا وَكِيعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، وَمِسْعَرٍ، عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ هِلَالٍ، قَالَ: قَالَ مُعَاذٌ: اجْلِسُوا بِنَا نُؤْمِنْ سَاعَةً

مُعَاذٌ بن جبل رضی اللہ عنہ نے الْأَسْوَدِ بْنِ هِلَالٍ سے کہا ہمارے پاس بیٹھو تا کہ ہم کچھ ساعت ایمان لے آئیں

بیہقی کی شعب ایمان میں اس روایت میں اضافہ ہے کہ قَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ بِأَصْحَابِہ –مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ نے اپنے اصحاب سے کہا–اس میں صحابی ایک تابعی سے کہہ رہے ہیں گویا تابعی، صحابی سے بڑھ کر ہے–سند اس میں مِسْعَر بن کدام ہیں جو خود مرجیہ ہیں

شعب ایمان البیہقی میں اس طرح کا قول عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منسوب کیا گیا ہے

أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَيُّوبَ، حدثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْجَرَّاحِ، حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ شِبَاكٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ قَالَ: " اجْلِسُوا بِنَا نَزْدَدْ إِيمَانًا

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے علقمہ سے کہا ہمارے ساتھ بیٹھو تا کہ ایمان میں اضافہ ہو

اس کی سند مظبوط نہیں سند میں شباک الضبی ہے جو مدلس ہے عن سے روایت کرتا ہے

مصنف ابن ابی شیبہ میں عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے

حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ زُبَيْدٍ، عَنْ زِرٍّ، قَالَ: كَانَ عُمَرُ مِمَّا يَأْخُذُ بِيَدِ الرَّجُلِ وَالرَّجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَيَقُولُ: «قُمْ بِنَا نَزْدَدْ إِيمَانًا»

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب سے کہا آ جاؤ ہم ایمان بڑھائیں پس اللہ عز و جل کا ذکر کریں

سند میں زُبَيْدُ بنُ الحَارِثِ اليَامِيُّ الكُوْفِيُّ ہیں جو زر بن حبیش سے روایت کر رہے ہیں اس کی سند حسن ہے

بعض محدثین ایمان میں کمی کے قائل نہیں ہیں اور بعض ہیں جو ایمان میں کمی و زیادتی کے قائل ہیں–ان گروہوں میں اس پر مختلف آرا ہیں جن میں بعض متشدد ہیں

## پہلا گروہ کہتا ہے : ایمان نہ بڑھتا ہے نہ کم ہوتا ہے

اول ایمان بنیادی ایمانیات کے قبول کا نام ہے جیسے

اللہ واحد احد ہے

محمد بن عبد اللہ رسول اللہ –صلی اللہ علیہ وسلم – ہیں

فرشتے، جنات، جنت، جہنم موجود ہیں

قرآن، توریت، زبور، انجیل کتب سماوی ہیں

اب اس میں کوئی تبدیلی نہیں اتی جب تک آدمی ان کا انکار نہ کرے لہذا ایمان تصدیق ہے
اگر وہ انکار کرے تو مسلمان ہی نہیں رہے گا لہذا ایمان نہ گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے کیونکہ یہ قلبی کیفیت ہے [7]

---

[7]

عمل کے حوالے سے احادیث ہیں کہ اللہ تعالی گناہ کبیرہ معاف کر دیتا ہے

صحیح مسلم کی حدیث ہے

محمد بن مثنی، محمد بن بشار، معاذ بن ہشام قتادہ، ابی صدیق حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے پہلے لوگوں میں ایک آدمی نے ننانوے جانوں کو قتل کیا پھر اس نے اہل زمین میں سے سب سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا پس اس کی ایک راہب کی طرف راہنمائی کی گئی وہ اس کے پاس آیا تو کہنے لگا اس نے ننانوے جانوں کو قتل کیا ہے کیا اس کے لئے توبہ کا کوئی راستہ ہے اس نے کہا نہیں پس اس نے اس راہب کو قتل کر کے سو پورے کر دیئے پھر زمین والوں سے سب سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا تو ایک عالم کی طرف اس کی راہنمائی کی گئی اس نے کہا میں نے سو آدمیوں کو قتل کیا ہے میرے لئے توبہ کا کوئی راستہ ہے تو اس نے کہا جی ہاں اس کے اور توبہ کے درمیان کیا چیز رکاوٹ بن سکتی ہے تم اس اس جگہ کی طرف جاؤ وہاں پر موجود کچھ لوگ اللہ کی عبادت کر رہے ہیں تو بھی ان کے ساتھ عبادت الٰہی میں مصروف ہو جا اور اپنے علاقے کی طرف لوٹ کر نہ آنا کیونکہ وہ بری جگہ ہے پس وہ چل دیا یہاں تک کہ جب آدھے راستے پر پہنچا تو اس کی موت واقع ہو گئی پس اس کے بارے میں رحمت کے فرشتے اور

امام ابو حنیفہ کے لئے اس رائے کو بیان کیا جاتا ہے (العقیدۃ الطحاویۃ) ۔امت میں امام ابو حنیفہ نے فقہ پر بہت محنت کی ہے لہذا اس رائے کو جہمیہ سے منسوب کرنا اور کہنا کہ امام ابو حنیفہ عمل کے خلاف تھے ، مسلکی تعصب ہے ۔ تفسیر فتح الرحمٰن فی تفسیر القرآن از مجیر الدین بن محمد العلیمی المقدسی الحنبلی (المتوفی: 927ھ) کے مطابق

فقال أبو حنيفة: لا يزيد ولا ينقص، ولا استثناء فيه

ابو حنیفہ کہتے ہیں ایمان نہ بڑھتا ہے نہ کم ہوتا ہے اور اس میں کوئی نہیں الاستثناء ہے

---

عذاب کے فرشتے جھگڑ پڑے رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ توبہ کرتا ہوا اور اپنے دل کو اللہ کی طرف متوجہ کرتا ہوا آیا اور عذاب کے فرشتوں نے کہا اس نے کوئی بھی نیک عمل نہیں کیا پس پھر ان کے پاس ایک فرشتہ آدمی کی صورت میں آیا اسے انہوں نے اپنے درمیان ثالث (فیصلہ کرنے والا) مقرر کر لیا تو اس نے کہا دونوں زمینوں کی پیمائش کرلو پس وہ دونوں میں سے جس زمین سے زیادہ قریب ہو وہی اس کا حکم ہوگا پس انہوں نے زمین کو ناپا تو اسی زمین کو کم پایا جس کا اس نے ارادہ کیا تھا پس پھر رحمت کے فرشتوں نے اس پر قبضہ کرلیا حسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہمیں ذکر کیا گیا کہ جب اس کی موت واقع ہوئی تو اس نے اپنا سینہ اس زمین سے دور کرلیا تھا (جہاں سے وہ چلا تھا)۔

صحیح بخاری کی حدیث ہے

ہم سے حسن بن صباح نے بیان کیا، کہا ہم سے اسحاق ازرق نے بیان کیا، کہا ہم سے عوف نے بیان کیا، ان سے حسن اور ابن سیرین نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ایک فاحشہ عورت صرف اس وجہ سے بخشی گئی کہ وہ ایک کتے کے قریب سے گزر رہی تھی، جو ایک کنویں کے قریب کھڑا پیاسا ہانپ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ پیاس کی شدت سے ابھی مر جائے گا۔ اس عورت نے اپنا موزہ نکالا اور اس میں اپنا دوپٹہ باندھ کر پانی نکالا اور اس کتے کو پلا دیا، تو اس کی بخشش اسی (نیکی) کی وجہ سے ہو گئی۔“

یہ تمام موحد تھے لیکن اللہ جب چاہے اپنے غضب کو رحمت سے بدل سکتا ہے اور اپنی رحمت کو اپنے قہر سے

یہ واقعات خاص ہیں اور ان کو دلیل نہیں بنایا جا سکتا

کتاب اِصول الدین از جمال الدین اِحمد بن محمد بن سعید الغزنوی الحنفی (المتوفی: 593ھ) کے مطابق

الْإِيمَان لَا يزِيد وَلَا ينقص بانضمام الطَّاعَات إِلَيْهِ وَلَا ينتقص بارتكاب الْمعاصِي لِأَن الْإِيمَان عبارَة عَن التَّصْدِيق وَالْإِقْرَار

ایمان نہ بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے طَّاعَات کو اس سے ملانے سے نہ کم ہوتا ہے گناہ کا ارتکاب کرنے سے کیونکہ ایمان عبارت ہے تصدیق و اقرار سے

اس رائے کہ تحت ایمان میں کوئی استثنا نہیں ہے یا تو شخص کافر ہے یا مومن – یعنی امام ابو حنیفہ کے نزدیک یا تو شخص مومن ہے یا کافر ہے بیچ میں کوئی چیز نہیں جیسا کہ المعتزلہ کا دعوی تھا – الأَشَاعِرَةِ کے علماء مثلا اِبو المعالی الجويني المتوفی ۴۷۸ ھ جن کو امام الحرمین کہا جاتا ہے ان کی رائے میں بھی ایمان نہ کم ہوتا ہے نہ بڑھتا ہے یہی علامة الآلوسی کہتے ہیں – بعض متعصب اہل سنت نے ان علماء کے موقف کو خوارج کا موقف قرار دے دیا ہے مثلا السفاريني الحنبلی نے العقیدۃ میں یہ دعوی کیا ہے جو کسی بھی طرح صحیح نہیں ہے بلکہ خوارج تو گناہ کبیرہ والے کو کافر کہتے ہیں

## دوسرا گروہ کہتا ہے : ایمان میں اضافہ اور کمی ہوتی ہے

محدثین کا ایک دوسرا گروہ کہتا ہے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے گناہ کرتے وقت ایمان کم ہوتا ہے مثلا امام احمد، ابن حبان وغیرہ- محدثین کا یہ گروہ کہتا ہے الْإِيمَانُ قَوْلٌ وَعَمَلٌ، يَزِيدُ وَيَنْقُصُ – ایمان میں قول اور عمل بھی شامل ہے جو زیادہ و کم ہوتا ہے – ان محدثین کے بقول اگر کوئی عمل نہ کرے تو اس میں ایمان کم ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ معدوم ہو جاتا ہے – امام احمد اور ان کے ہمنوا ایمان میں گھٹنے کے قائل تھے جو قرآن سے ثابت نہیں ہے بلکہ صرف بعض روایات سے ان کو استنباط کیا گیا ہے

اس موقف پر صحیح مسلم سے روایت پیش کی جاتی ہے

مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ
اگر کوئی برائی دیکھے تو اس کو ہاتھ سے روکے نہیں تو زبان سے نہیں تو دل میں برا ہی سمجھے اور یہ ایمان میں سب سے کمزور ہے

یہ روایت امر و بالمعروف کے لئے مشھور ہے لیکن اس میں واضح نہیں ہے اگر کوئی برائی کو دیکھے اور خلیفہ اس کو نہ سنے تو وہ کیا کرے ؟ صبر کرے یا پھر خلیفہ کا ہی قتل کرے جیسا خوارج نے کیا- راقم کے نزدیک یہ روایت حاکم سے متعلق ہے عام افراد کے لئے نہیں ہے- بطور عام آدمی ہم تعاون فی البر کریں گے، نیکی کا حکم کریں گے، برائی سے منع کریں گے لیکن اس کو بطور فرد روک نہیں سکتے مثلا آج ہر گلی نکڑ پر شرک ہو رہا ہے جو سب سے بری چیز ہے لیکن اس کو بزور بازو حاکم ہی روک سکتا ہے عام آدمی نہیں

ایک اور روایت پیش کی جاتی ہے کہ خیبر والے دن ایک شخص جان باری سے لڑ رہا تھا لوگوں نے اس کے مرنے پر کہا یہ جنتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اس پر غنیمت میں چادر چوری کرنے کی وجہ سے اگ چھائی ہوئی ہے

ابن حبان اس پر کہتے ہیں

فِي هَذَا الْخَبَرِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْإِيمَانَ يَزِيدُ بِالطَّاعَةِ وَيَنْقُصُ بِالْمَعْصِيَةِ

اس خبر میں دلیل ہے کہ ایمان اطاعت سے بڑھتا اور گناہ سے کم ہوتا جاتا ہے

لیکن اس پر بھی بحث ہے کہ کیا یہ شخص واقعی ایمان والا تھا یا یہ غنیمت کے لالچ میں دکھاوے کے لئے لڑ رہا تھا کیونکہ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کرائی کہ جنت میں صرف مومن جائے گا

لیکن اسی گروہ میں ایک متشدد رائے بھی ہے–ان میں سے بعض محدثین کہتے تھے کہ گناہ کرتے کرتے ایمان نام کی چیز ہی نہیں رہتی–اس بحث کا آغاز ایک روایت سے ہوتا ہے

ابو ہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لاَ يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلاَ يَشْرَبُ الخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلاَ يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ

زانی زنا کرتے وقت مومن نہیں نہ شرابی شراب پیتے وقت اور نہ چور چوری کرتے وقت

اس روایت میں اضافہ ہے وَالتَّوْبَةُ مَعْرُوضَةٌ بَعْدُ اس کے توبہ ظاہر کرنی ہو گی

سنن نسائی میں اس میں اضافہ ہے فَإِذَا فَعَلَ ذَلِكَ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ کہ ایسا شخص کے گلے سے اسلام کا حلقہ نکل جاتا ہے

البتہ البانی نے اس کو منکر کہا ہے
مصنف عبد الرزاق میں ہے

قَالَ مَعْمَرٌ: وَأَخْبَرَنِي ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ إِذَا فَعَلَ ذَلِكَ زَالَ مِنْهُ الْإِيمَانُ قَالَ: يَقُولُ: الْإِيمَانُ كَالظِّلِّ
معمر نے کہا کہ ابن طاوس نے کہا ان کے باپ نے کہا کہ اگر وہ یہ افعال کرے تو ایمان زائل ہو جاتا ہے اور کہا وہ کہتے ایمان سائے کی طرح ہے

الشریعہ لاآجری کے مطابق امام سفیان ابن عیینہ سے پوچھا گیا

الإِيمَانُ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ؟ قَالَ " أَلَيْسَ تَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ ؟ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا فِي غَيْرِ مَوْضِعٍ ، قِيلَ : يَنْقُصُ ؟ قَالَ : لَيْسَ شَيْءٌ يَزِيدُ إِلا وَهُوَ يَنْقُصُ
کیا ایمان میں کمی اور بیشی ہوتی ہے؟ تواُنہوں نے جواب دیا کہ کیا تم قرآن نہیں پڑھتے ہو؟ فَزَادَہُم إِيم۔نًا اس نے ان کے ایمان میں اِضافہ کر دیا پھر ان سے پوچھا گیا کہ کیا ایمان کم بھی ہوتا ہے؟ تواُنہوں نے جواب دیا کہ جس چیز میں زیادتی واقع ہوتی ہے، اس میں کمی بھی واقع ہوتی ہے

لیکن یہ آخری قول جس چیز میں زیادتی واقع ہوتی ہے، اس میں کمی بھی واقع ہوتی ہے خالصتا قیاس ہے جس کے خلاف خود قرآن ہے کہ اس میں کمی کا ذکر ہی نہیں ہے

غیر مقلد محب اللہ شاہ راشدی فتوی میں یہی بات کہتے ہیں ملاحظہ ہو

فتاویٰ راشدیہ 234 کتاب العقائد

## حقیقت ایمان

**سوال:** ایمان بڑھتا اور کم ہوتا ہے یا نہیں؟ بینوا بالدلیل توجروا؟

**الجواب بعون الوهاب:** اعمال صالحہ اور پختہ یقین کی وجہ سے ایمان بڑھتا ہے اور بدعملی اور کم یقینی کی وجہ سے کم ہوجاتا ہے اس کا ثبوت قرآن وحدیث میں کئی جگہوں پر ہے جس طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾

(التوبة: ١٢٤)

﴿وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا﴾ (الانفال: ٢)

اور ظاہر ہے کہ جو چیز بڑھتی ہے وہ لازمی اور یقینی طور پر کم بھی ہوسکتی ہے جب قرآن سے زیادتی ایمان کا ثبوت ملا تو اس کی مخالف یہ بات ہوئی کہ ایمان ناقص یا کم بھی ہوا۔ یہ ایسی واضح حقیقت ہے جس کا سوائے کم عقل کے کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا، واللہ اعلم بالصواب

یعنی خالص قیاس کیا گیا جبکہ نص صرف بڑھنے پر ہے –

مستدرک حاکم کی ایک حدیث ہے

حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ صَالِحِ بْنِ هَانِئٍ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مِهْرَانَ، ثنا أَبُو الطَّاهِرِ، أَنْبَأَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَيْسَرَةَ، عَنْ أَبِي هَانِئٍ الْخَوْلَانِيِّ حُمَيْدُ بْنُ هَانِئٍ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُبُلِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ الْإِيمَانَ لَيَخْلَقُ فِي جَوْفِ أَحَدِكُمْ كَمَا يَخْلَقُ الثَّوْبُ الْخَلِقُ، فَاسْأَلُوا اللَّهَ أَنْ يُجَدِّدَ الْإِيمَانَ فِي قُلُوبِكُمْ»

عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طرح کپڑا پرانا ہوتا ہے ایمان بھی ہوتا ہے پس اس کی تجدید کا اللہ سے سوال کرو

حدیث میں کپڑا پرانا ہونے کا ذکر ہے اس کے معدوم ہونے کا ذکر نہیں ہے لیکن لوگوں نے اس حدیث میں اپنی طرف سے لاحقے لگا دیے ہیں کہ کپڑا پرانا ہوتا ہے تو پھٹتا ہے اس کو کیڑے کھا جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ – یہ تمام نے محل آراء ہیں

قرآن میں ایمان کو قول طیب کہا گیا ہے اس کو ایک درخت کہا گیا اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کی مثال کھجور کے درخت سے دی گئی جس میں یہ خوبی ہے کہ صرف بڑھتا ہی ہے اس کا سائز چھوٹا نہیں ہوتا تو پھر ایمان کم کیسے ہو سکتا ہے قرآن کی مثال بھی سچی ہوتی ہے – لہذا یہ قیاس باطل ہے

البیہقی شعب الایمان میں اس روایت پر لکھتے ہیں

وَإِنَّمَا أَرَادَ – وَاللهُ تَعَالَى أَعْلَمُ – وَهُوَ مُؤْمِنٌ مُطْلَقُ الْإِيمَانِ لَكِنَّهُ نَاقِصُ الْإِيمَانِ بِمَا ارْتَكَبَ مِنَ الْكَبِيرَةِ وَتَرَكَ الِانْزِجَارَ عَنْهَا، وَلَا يُوجِبُ ذَلِكَ تَكْفِيرًا بِاللهِ عَزَّ وَجَلَّ

اور واللہ اَعْلَمُ ان کا ارادہ ہے کہ اس مومن میں مطلق ایمان تو ہے لیکن ایمان میں نقص ہے اس گناہ کے ارتکاب سے اور اس پر جو ڈراوا ہے اس کو ترک کرنے سے اور اس پر اللہ عزوجل کی تکفیر واجب نہیں ہوتی

-یہ محدثین ہی کے اسی گروہ کا آپس میں اختلاف ہے

بعض محدثین مثلاً إِسْحَاقَ بْنَ رَاهَوَيْهِ نے اس میں متشدد رویہ اختیار کیا اور کہنا شروع کیا يَنْقُصُ حَتَّى لَا يَبْقَى مِنْهُ شَيْءٌ کہ ایمان گھٹتا جاتا ہے حتی کہ اس میں کوئی چیز نہیں رہتی- کتاب السنۃ از ابو بکر الخلال کے مطابق امام ابن مبارک اور إِسْحَاقَ بْنَ رَاهَوَيْهِ کا قول تھا ایمان معدوم ہو جاتا ہے – معجم ابن الأعرابي اور الإبانة الكبرى لابن بطة اور شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة از ابو قاسم اللالکائی کے مطابق یہی موقف سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ کا تھا – یہ موقف نہ قرآن سے ثابت ہے نہ حدیث سے-

راقم اس کے خلاف ہے اگر ایسا ہو تو گناہ کبیرہ والوں پر صرف ارتاد کی حد لگے گی اور اس سے خوارج کا موقف صحیح ثابت ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ بعض سلفی حربی تنظیموں نے زمانہ حال میں اس موقف کو پسند کیا ہے اور ان میں اور خوارج میں کوئی تفریق ممکن نہیں رہی ہے

ابوالحسن علی بن محمد بن علی بن محمد بن الحسن البسیوی الأزدی ایک خارجی عالم تھے کتاب جامع إبي الحسن البسيوى، وزارة التراث القومى والثقافة، تحقيق سليمان بابزيز میں کہتے ہیں

فقد بيَّنا ما قلنا من آيات القرآن ما يَدُلّ عَلَى ما روينا أنَّ الفاسق كافر، وأن ما قالت المعتزلة: "إن الفاسق لا مؤمن ولا كافر"، وما قالت الحشوية والمرجئة هو من الخطإ، والحقُّ ما أيَّده القرآن، وهو الدليل والبرهان.

پس ہم نے واضح کیا جو ہم نے قرانی آیات کہا کہ یہ دلالت کرتی ہیں اس پر جو ہم نے روایت کیا کہ فاسق کافر ہے اور وہ نہیں جو المعتزلۃ نے کہا کہ فاسق نہ مومن ہے نہ کافر اور نہ وہ جو الحشویۃ اور المرجیۃ نے کہا کہ وہ خطا کار ہے اور حق کی تائید قرآن سے ہے جو دلیل و برہان ہے.

الخلال کے مطابق امام إسْحَاقَ بْنَ رَاهَوَيْهِ کہتے گناہ کبیرہ والے میں ایمان نام کی چیز ہی نہیں رہتی اور البیہقی کے بقول اس کے ایمان میں نقص ہے یا کمی ہے –خوارج کی رائے میں بھی گناہ کبیرہ والوں میں ایمان معدوم ہو جاتا ہے

بلکہ مسند اسحاق بن راھویہ میں اس کا الٹا قول ہے

وَقَالَ شَيْبَانُ لِابْنِ الْمُبَارَكِ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، مَا تَقُولُ فِيمَنْ يَزْنِي وَيَشْرَبُ الْخَمْرَ وَنَحْوَ هَذَا، أَمُؤْمِنٌ هُوَ؟ قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ: لَا أُخْرِجُهُ مِنَ الْإِيمَانِ

شیبان نے ابن مبارک سے کہا اے ابو عبد الرحمان اپ کیا کہتے ہیں جو شراب پیے اور زنا کرے اور اسی طرح کے کام کیا وہ مومن ہے؟ ابن مبارک نے کہا یہ اس کو ایمان سے خارج نہیں کرتے

# تیسرا گروہ کہتا ہے : ایمان کم نہیں ہوتا صرف بڑھتا ہے

اس میں محدثین ہیں جن کو اِلْاِرْجاءِ کی رائے والے یا الْمُرْجِئَةِ کہا جاتا ہے

إِسْمَاعِيلَ بْنِ سَعِيدٍ، قَالَ: سَأَلْتُ أَحْمَدَ عَنْ مَنْ قَالَ: الْإِيمَانُ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ؟ قَالَ: هَذَا بَرِيءٌ مِنَ الْإِرْجَاءِ

امام احمد سے سوال ہوا اس کے بارے میں جو کہے کہ ایمان بڑھتا ہے اور کم ہوتا ہے –انہوں نے کہا یہ الْاِرْجاءِ سے بَرِیءٌ (پاک) ہیں

یعنی مرجیء اس قول کے مخالف تھے ان سے منسوب مشہور قول ہے يزِيد وَلَا ينقص ایمان بڑھتا ہے کم نہیں ہوتا

بہت سے مشہور محدثین مرجیء تھے یعنی ان کے نزدیک ایمان کم نہیں ہوتا صرف بڑھتا ہے مثلا امام احمد نے الْمُرْجِئَةِ میں قيس بن مُسلم المتوفی ١٢٠ ھ ،علقمة بن مرْثَد الكوفى المتوفی ١٢٠ ھ ،عَمْرو بن مرّة المتوفی 116 ھ اور مسعربن كدام الكوفى ١٥٥ ھ کو شمار کیا– عراق میں اہل حران میں سے عبد الكريم الجزري، خصيف بن عبد الرحمن الجزري المتوفی ١٤٠ ھ ، سالم بن عجلان الأفطس المتوفی 132 ھ ، علي بن بذيمة المتوفی ١٣٦ ھ (ان میں شیعیت تھی) کو امام احمد نے الْمُرْجِئَةِ میں شمار کیا– اس کے علاوہ کوفہ کے محمد بن أبان الجعفي المتوفی ١٧٠ھ کو ان میں شمار کیا– المَدَائِنِ کے محدث شَبَابَةُ بنُ سَوَّارٍ کو الْمُرْجِئَةُ میں شمار کیا –امام ابو حنیفہ کے لئے بھی کی رائے کو بیان کیا جاتا ہے– ابو بکر الخلال کے مطابق امام احمد الْمُرْجِئَةُ کی رائے کو قَوْلٌ خَبِيثٌ کہتے تھے

اہل حدیث عالم مبشر احمد ربانی کتاب مسئلہ تکفیر اور اس کے اصول و ضوابط میں لکھتے ہیں

نوٹ : کچھ گمراہ فرقے جیسے مرجیہ وغیرہ، ان کے نزدیک ایمان صرف دلی تصدیق اور اقرار کا نام ہے، لہٰذا ان کے نزدیک صرف کفر اعتقادی ہوتا ہے جو کہ درست عقیدہ نہیں ہے۔ اس طرح تو فرعون بھی اسی زمرے میں آتا ہے کہ اس نے اللہ کی ربوبیت اور الوہیت کا دل سے انکار نہیں کیا تھا بلکہ اللہ کے حکم سے انکار کیا تھا۔ أستغفر الله من هذه العقائد الباطلة.

راقم کہتا ہے ستارہ پرست مصری مذہب والا فرعون کب سے اللہ کی الوہیت کا قائل ہوا؟ وہ صرف اس کا قائل تھا موسی کا بھی کوئی رب ہے جو مصر میں یوسف کو بھیجتا ہے لیکن فرعون، موسی علیہ السلام سے کہتا تھا کہ اپنے رب سے دعا کرو کہ یہ عذاب ہٹ جائے۔ مصری مذہب میں ایک ساتھ متعدد رب موجود ہو سکتے تھے۔ قرآن میں موجود ہے کہ کہ دربار فرعون میں بات ہوئی کہ موسی و ہارون کو کنٹرول کرو ورنہ لوگ تمہارے معبودوں کو چھوڑ دیں گے

راقم، اہل حدیثوں سے سوال کرتا ہے کہ جھوٹ بولنا بھی گناہ ہے کہ نہیں؟ اگر جھوٹ گناہ ہے تو اس کو الْمُرْجِئَةِ کے حوالے سے کیوں جائز کیا ہوا ہے؟ الْمُرْجِئَةُ کا قول معلوم ہے کہ ان کے نزدیک کفار میں ایمان نہیں ہے

مَقَالَاتُ الإِسْلَامِيِّين
وَاخْتِلَافُ الْمُصَلِّين

تأليف
شيخ أهل السنة والجماعة الإمام
أبي الحسن علي بن إسماعيل الأشعري
المتوفى في عام ٣٣٠ من الهجرة

وكل المرجئة يقولون : إنه ليس فى أحد من الكفار إيمان بالله عز وجل .

## چوتھا گروہ ایمان بڑھتا ہے اور کم پر توقف ہے یعنی کوئی رائے نہیں ہے

عمدہ القاری ج ا ص ۱۰۷ میں عینی نے قول پیش کیا ہے

قَالَ الدَّاودِيّ سُئِلَ مَالك عَن نقص الْإِيمَان وَقَالَ قد ذكر الله تَعَالَى زِيَادَته فِي الْقُرْآن وَتوقف عَن نَقصه وَقَالَ لَو نقص لذهب كُله

الدَّاودِیّ نے کہا: امام مالک سے سوال ہوا کہ ایمان کم ہوتا ہے؟ فرمایا اللہ تعالی نے اضافہ کا ذکر کیا ہے قرآن میں اور کمی پر توقف کیا ہے اور کہا اگر یہ جائے تو سب جائے گا

ترتیب المدارک کے مطابق

وقال القاضي عياض: قال ابن القاسم: كان مالك يقول: الإيمان يزيد، وتوقف عن النقصان

القاضی عیاض کہتے ہیں ابن قاسم نے کہا امام مالک کہا کرتے کہ ایمان بڑھ جاتا ہے اور کم ہونے پر توقف ہے

کتاب حاشیۃ العدوی علی شرح کفایۃ الطالب الربانی از: إبو الحسن الصعیدی العدوی (المتوفى: 1189ھ) کے مطابق قسطلانی کہتے ہیں

وَأَمَّا تَوَقُّفُ مَالِكٍ عَنْ الْقَوْلِ بِنُقْصَانِهِ فَخَشْيَةَ أَنْ يُتَأَوَّلَ عَلَيْهِ مُوَافَقَةُ الْخَوَارِجِ

اور امام مالک نے جو ایمان کم ہونے پر توقف کا قول کہا ہے تو ان کو ڈر تھا کہ کہیں ان کی بات خوارج سے موافقت اختیار نہ کر جائے

ابن تیمیہ الفتاوی ج ۷ ص ۵۰۶ کہتے ہیں

وكان بعض الفقهاء من أتابع التابعين لم يوافقوا في إطلاق النقصان عليه. لأنهم وجدوا ذكر الزيادة في القرآن، ولم يجدوا ذكر النقص، وهذا إحدى الروايتين عن مالك

اور تبع التابعین میں سے بعض فقہا ایمان پر کمی کا اطلاق نہیں کرتے کیونکہ وہ قرآن میں بڑھنے کا ذکر پاتے ہیں اور اس میں کمی کا ذکر نہیں ہے اور اسی طرح کی ایک روایت امام مالک سے بھی ہے

یعنی کم ہونے کا قرآن میں ذکر ہی نہیں ہے

کتاب المقدمات الممہدات از ابوالولید محمد بن احمد بن رشد القرطبی (المتوفی: 520ھ) کے مطابق مرنے سے قبل امام مالک نے اس رائے سے رجوع کر لیا تھا جس کو عبد الله بن نافع الصائغ سے منسوب کیا جاتا ہے کتاب ذکر اسماء من تکلم فیہ وہو موثق از الذہبی (المتوفی: 748ھ) کے مطابق صاحب مالك قال أحمد لم يكن في الحديث بذاك امام احمد کہتے ہیں اس کی حدیث ایسی مناسب نہیں –الاجری کہتے ہیں ابو داود نے کہا احمد نے کہا: ثم دخله بأخره شك ابن نافع آخری عمر میں امام مالک کے اقوال کے حوالے سے شک کا شکار تھے

عبد الرزاق سے منسوب ایک قول ہے

قال عبدالرزاق: سمعت معمراً وسفيان الثوري ومالك بن أنس، وابن جريج وسفيان بن عيينة يقولون: الإيمان قول وعمل، يزيد وينقص

عبد الرزاق آخری عمر میں اختلاط کا شکار تھے –ابو حاتم الرازی کہتے ہیں انکی حدیث یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ لکھ لو دلیل نہ لو– کتاب المختلطین از العلائی (المتوفی: 761ھ) کے مطابق سن ۲۰۰ کے بعد عبد الرزاق کی روایت صحیح نہیں ہے

البیہقی سنن میں روایت لکھتے ہیں

سمعت مالك بن أنس وحماد بن زيد.. وجميع من حملت عنهم العلم يقولون: الإيمان قول وعمل ويزيد وينقص

اسکی سند میں سوید بن سعید الحدثانی ہیں جو اختلاط کا شکار تھے اور مدلس بھی ہیں

الخلال السنہ میں ابی عثمان سعید بن داود بن ابی زنبر الزنبری کی سند سے امام مالک کا قول پیش کرتے ہیں

قال كان مالك يقول: "الإيمان قول وعمل، يزيد وينقص

امام مالک کہا کرتے کہ ایمان قول و عمل ہے۔ بڑھتا کم ہوتا ہے

دار قطنی کہتے ہیں سعید بن داود الزنبری ضعیف ہے اور امام مالک کے حوالے سے منفرد اقوال کہتا ہے

الخلال کتاب السنہ میں ابن نافع کے حوالے سے امام مالک کا قول پیش کرتے ہیں کہ وہ کہتے ایمان کم ہوتا ہے اس کی سند میں زَكَرِيَّا بْنُ الْفَرَجِ ہے جو مجھول ہے

کتاب شرح إصول اعتقاد إہل السنۃ والجماعۃ از إبو القاسم ہبۃ اللہ اللالکائی (المتوفى: 418ھ) میں امام مالک سے إسحاق بن محمد الفروی کی سند سے قول منسوب کیا گیا ہے – إسحاق بن محمد الفروی کو امام نسائی ضعیف کہتے ہیں اور الدار قطنی متروک کہتے ہیں

الغرض امام مالک سے منسوب دو آراء ہیں جن میں مالکی فقہا نے اس رائے کو ترجیح دی ہے کہ وہ ایمان میں کمی کے قائل نہیں تھے اور حنابلہ نے ان سے کمی والی روایات منسوب کی ہیں جن کی اسناد میں ضعف ہے

امام بخاری کی صحیح، صحیح بخاری بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بُنِيَ الإِسْلاَمُ عَلَى خَمْسٍ

(ایمان کے بیان میں... باب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے)

میں باب کی تعلیق میں باب قائم کرنے والے نے یہ الفاظ درج کیے ہیں

وَهُوَ قَوْلٌ وَفِعْلٌ، وَيَزِيدُ وَيَنْقُصُ، اور ایمان کا تعلق قول اور فعل سے ہے اور وہ بڑھتا ہے اور گھٹتا ہے۔

پھر باب قائم کرنے والے نے وہ آیات درج کی ہیں جن میں ایمان میں بڑھوتی کا ذکر آیا ہے

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى {لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَعَ إِيمَانِهِمْ} [الفتح: 4] {وَزِدْنَاهُمْ هُدًى} [الكهف: 13] {وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى} [مريم: 76] {وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَآتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ} [محمد: 17] وَقَوْلُهُ: {وَيَزْدَادَ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا} [المدثر: 31]

وَقَوْلُهُ: {أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَذِهِ إِيمَانًا فَأَمَّا [ص:11] الَّذِينَ آمَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا} [التوبة: 124] وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ: {فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا} [آل عمران: 173] وَقَوْلُهُ تَعَالَى: {وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا} [الأحزاب: 22]

ظاہر ہے قرآن میں ایمان میں کمی کا کوئی ذکر نہیں لہذا اس سے متعلق باب قائم کرنے والا کوئی نص قرانی پیش نہ کر سکا

آپ دیکھ سکتے ہیں کسی بھی آیت میں کمی کا ذکر نہیں ہے-اس کے بعد باب بنانے والے نے عمر بن عبد العزیز سے قول منسوب کیا ہے

وَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ العَزِيزِ إِلَى عَدِيِّ بْنِ عَدِيٍّ: «إِنَّ لِلْإِيمَانِ فَرَائِضَ، وَشَرَائِعَ، وَحُدُودًا، وَسُنَنًا، فَمَنِ اسْتَكْمَلَهَا اسْتَكْمَلَ الإِيمَانَ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَكْمِلْهَا لَمْ يَسْتَكْمِلِ الإِيمَانَ، فَإِنْ أَعِشْ فَسَأُبَيِّنُهَا لَكُمْ حَتَّى تَعْمَلُوا بِهَا، وَإِنْ أَمُتْ فَمَا أَنَا عَلَى صُحْبَتِكُمْ بِحَرِيصٍ

عمر بن عبد العزیز نے عَدِیّ بْنِ عَدِیّ کی طرف خط لکھا کہ ایمان فرائض ہیں اور شَرَائِعَ اسلام اور حدود اور سنت پس جس نے ان کو پورا کیا اس کا ایمان کامل ہوا اور جس نے پورا نہیں کیا اس کا ایمان مکمل نہ ہوا

کتاب تغلیق التعلیق علی صحیح البخاری از ابن حجر عسقلانی (المتوفی: 852ھ) میں اس اثر کی سند موجود ہے - ابن حجر کے مطابق سند میں ثقات ہیں

وأما أثر عمر بن عبد الْعَزِيز فَأخْبَرَنِي بِهِ عبد اللّٰه بن عمر بن عَليّ فِيمَا قَرَأت عَلَيْهِ أخبركُم يحيى بن يُوسُف الْمَقْدِسِي إجَازَة إِن لم يكن سَمَاعا عَن عبد الْوَهَّاب ابْن رواج الْأَزْدِيّ أَن عبد الْوَاحِد بن عَسْكَر الْمَخْزُومِي أخبرهُ أَنا أَبُو صَادِق مرشد بن يحيى بن الْقَاسِم الْمَدِينِيّ أَنا أَبُو الْقَاسِم عَليّ بن مُحَمَّد الْفَارِسِي ثَنَا الْحسن ابْن رَشِيق العسكري ثَنَا أَبُو جَعْفَر مُحَمَّد بن أَحْمد الوكيعي ثَنَا أَبُو بكر بن أبي شيبَة ثَنَا أَبُو أُسَامَة عَن جرير بن حَازِم حَدَّثنِي عِيسَى بن عَاصِم حَدثنِي عدي ابْن عدي قَالَ كتب إِلَيّ عمر بن عبد الْعَزِيز (أما بعد) فَإِن للْإِيمَان فَرَائض قلت فَذكره بِحُرُوفِهِ وَهُوَ إِسْنَاد صَحِيح وَرِجَاله ثِقَات

راقم کہتا ہے سند میں ثقات کے ساتھ ساتھ سند میں ابو اسامہ مدلس کا عنعنہ ہے تو پھر یہ سند صحیح کیسے ہے؟ جو لوگ رفع الیدین اور فاتحہ خلف ایمان جسے مسائل عمل میں ثقہ مدلس کی روایت رد کرتے ہوں وہ ایمان سے متعلق اسانید میں متساہل کیوں ہیں؟ یہ اثر صحیح سند سے نہیں ہے

باب قائم کرنے والے نے حدود کو ایمان سے ملایا ہے اور اس طرح ایمان کو اعمال سے جوڑا ہے ، دوسری طرف امام بخاری روایات بیان کرتے ہیں جن میں شرابی جنت میں جا رہا ہے یعنی جو حدود پھلانگ رہا ہے وہ بھی جنت میں جا رہا ہے جبکہ بقول تعلیق باب اس کا ایمان ناقص ہے-ظاہر ہے کہ یہ باب امام بخاری کا قائم کردہ نہیں ہے -

ابواب کے بارے میں ایک حقیقت ہے جو لوگوں سے چھپائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ان ابواب میں کون سا امام بخاری کا قائم کردہ ہے معلوم نہیں ہے -ابواب لوگوں نے صحیح میں بڑھا دیے تھے جب دیکھا کہ حدیث ہے، باب نہیں ہے -کتاب التعديل والتجريح , لمن خرج له البخاري في الجامع الصحيح از أبو الوليد سليمان بن خلف بن سعد بن أيوب بن وارث التجيبي القرطبي الباجي الأندلسي (المتوفى: 474هـ) کے مطابق

وَقد أخبرنَا أَبُو ذَر عبد بن أَحْمد الْهَرَوِيّ الْحَافِظ رَحمَه الله ثَنَا أَبُو إِسْحَاق الْمُسْتَمْلِي إِبْرَاهِيم بن أَحْمد قَالَ انتسخت كتاب البُخَارِيّ من أَصله كَانَ عِنْد مُحَمَّد بن يُوسُف الْفربرِي فرأيته لم يتم بعد وَقد بقيت عَلَيْهِ مَوَاضِع مبيضة كَثِيرَة مِنْهَا تراجم لم يثبت بعْدهَا شَيْئا وَمِنْهَا أَحَادِيث لم يترجم عَلَيْهَا فأضفنا بعض ذَلِك إِلَى بعض وَمِمَّا يدل على صِحَة هَذَا القَوْل أَن رِوَايَة أبي إِسْحَاق الْمُسْتَمْلِي وَرِوَايَة أبي مُحَمَّد السَّرخسِيّ وَرِوَايَة أبي الْهَيْثَم الْكشميهني وَرِوَايَة أبي زيد الْمروزِي وَقد نسخوا من أصل وَاحِد فِيهَا التَّقْدِيم وَالتَّأْخِير وَإِنَّمَا ذَلِك بِحَسب مَا قدر كل وَاحِد مِنْهُم فِي مَا كَانَ فِي طرة أَو رقْعَة مُضَافَة أَنه من مَوضِع مَا فأضافه إِلَيْهِ وَيبين ذَلِك أَنَّك تَجِد ترجمتين وَأكْثر من ذَلِك مُتَّصِلَة لَيْسَ بَينهمَا أَحَادِيث وَإِنَّمَا أوردت هَذَا لما عني بِهِ أهل بلدنا من طلب معنى يجمع بَين التَّرْجَمَة والْحَدِيث الَّذِي يَلِيهَا وتكلفهم فِي تعسف التَّأْوِيل مَا لَا يسوغ وَمُحَمّد بن إِسْمَاعِيل البُخَارِيّ رَحمَه الله وَإِن كَانَ من أعلم النَّاس بِصَحِيح الحَدِيث وسقيمه فَلَيْسَ ذَلِك من علم الْمعَانِي وَتَحْقِيق الْأَلْفَاظ وتمييزها بسبيل فَكيف وَقد روى أَبُو إِسْحَاق الْمُسْتَمْلِي الْعلَّة فِي ذَلِك وَبَينهَا إِن الحَدِيث الَّذِي يَلِي التَّرْجَمَة لَيْسَ بموضوع لَهَا ليأْتي قبل ذَلِك بترجمته وَيَأْتِي بالترجمة الَّتِي قبله من الحَدِيث بِمَا يَلِيق بهَا

أَبُو ذر عبد بن أَحْمد الْهَرَوِيّ نے خبر دی الْمُسْتَمْلِي نے کہا میں نے وہ نسخہ نقل کیا جو الفربری کے پاس تھا پس میں نے دیکھا یہ ختم نہیں ہوا تھا اور اس میں بہت سے مقامات پر ترجمہ یا باب قائم کیے ہوئے تھے جس میں وہ چیزیں تھیں جو اس باب کے تحت ثابت نہیں تھیں اور احادیث تھیں جن کے تراجم ( یا ابواب ) نہ تھے پس ہم نے ان میں اضافہ کیا بعض کا بعض میں اور اس قول کی صحت پر دلالت کرتا ہے کہ الْمُسْتَمْلِي اور

السَّرخسِيّ اور الْكُشميهني اورابي زيد الْمروزِي نے سب نے ایک ہی نسخہ سے نقل کیا ہے جس میں تقدیم وتاخیر تھی اور یہ اس وجہ سے تھا کہ ان سب کی حسب مقدار جو طرۃ میں تھا یہ اضافی رقعتہ پر موجود تھا جو اس مقام پر لگا تھا اس کا اضافہ کیا گیا اور اس کی تبین ہوتی ہے کہ دو ابواب ایک سے زیادہ مقام پر ہیں اور ابواب ملے ہیں حدیث نہیں ہے اور ایسا ہی مجھ کو ملا جب اہل شہر نے مدد کی کہ ابواب کو حدیث سے ملا دیں اور تاویل کی مشکل جھیلی جو امام بخاری کے نزدیک تھی اور اگرچہ وہ لوگوں میں حدیث کے صحیح و سقم کو سب سے زیادہ جانتے تھے لیکن علم معنی اور تحقیق الفاظ اور تمیز میں ایسے عالم نہیں تھے تو کیسے (ابواب کی تطبیق حدیث سے ) کرتے — اور الْمُستَملِی نے اس کی علت بیان کی کہ ایک حدیث اور اس سے ملحق باب میں حدیث ہوتی ہے جو موضوع سے مناسبت نہیں رکھتی

صحیح البخاری کو بغور دیکھا جائے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری ایمان میں کمی کے قائل نہیں تھے —

امام بخاری نے صحیح میں روایت پیش کی کہ شرابی ، جنتی بن سکتا ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ شَرِبَ الخَمْرَ فِي الدُّنْيَا، ثُمَّ لَمْ يَتُبْ مِنْهَا، حُرِمَهَا فِي الآخِرَةِ

ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت جو کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شراب پیے دنیا میں اور توبہ نہ کرے اس پر یہ آخرت میں حرام ہو گی

اس روایت میں اضافہ بھی ہے

مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا وَلَمْ يَتُبْ، لَمْ يَشْرَبْهَا فِي الْآخِرَةِ , وَإِنْ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ

وہ جنت میں بھی داخل ہو جائے تو شراب اس پر حرام ہو گی

البانی الصَّحیحۃ: 2634 میں اس کو صحیح کہتے ہیں اور ذیادت کو زیادۃ جیدۃ کہتے ہیں

یعنی ابو ہریرہ اور ابن عباس کی روایت میں تھا شرابی مومن نہیں اس سے توبہ کرائی جائے اور اس ابن عمر کی روایت سے ثابت ہوا وہ مومن ہی تھا اس پر آخرت میں شراب حرام ہو گی

اِبْن العَرَبِیّ کہتے ہیں کہ شراب اور ریشم حرام والی حدیثوں سے ظاہر ہے کہ وہ اس کو جنت میں نہیں ملیں گی

ظَاهِرُ الْحَدِيثَيْنِ أَنَّهُ لَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ فِي الْجَنَّة

مسند الموطأ للجوهري از أَبُو القَاسِمِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بنُ عَبْدِ اللهِ بنِ مُحَمَّدٍ الغَافِقِيُّ، الجَوْهَرِيُّ المالكي (المتوفى: 381هـ) کہتے ہیں

قِيلَ: وَإِنْ دَخَلَ الْجَنَّةَ أَنْسَاهُ اللَّهُ إِيَّاهَا حَتَّى لا يَشْتَهِيهَا

اور کہا جاتا ہے کہ وہ جنت میں داخل ہو گا لیکن اس کو بھلا دیا جائے گا اور اس کو خواہش نہ ہو گی

لیکن جو لوگ گناہ کبیرہ کرنے والے میں ایمان کی کمی کے قائل ہیں انہوں نے اس سے اپنا الو سیدھا کرنے کی کوشش کی ہے مثلا البغوی (المتوفى: 516هـ) کتاب شرح السنة میں کہتے ہیں وعيدٌ بِأَنَّهُ لَا يدْخل الْجنَّة یہ وعید کے کہ شرابی شخص جنت میں نہیں جائے گا

ابو قاسم اللالکائی المتوفی ۴۱۸ ھ کی کتاب السنہ میں امام بخاری سے ایک قول منسوب کیا ہے جس کو ابن حجر نے فتح الباری میں نقل کر کے دعوی کیا ہے کہ اس کی سند ان کے مطابق صحیح ہے[8] کہ امام بخاری نے کہا

---

8 روى اللالكائي بسند صحيح عن البخارى قال: لقيت أكثر من ألف رجل من العلماء بالأمصار فما رأيت أحدًا يختلف «في أن الإيمان قول وعمل ويزيد وينقص

لَقِيتُ أَكْثَرَ مِنْ أَلْفِ رَجُلٍ مِنْ الْعُلَمَاءِ بِالْأَمْصَارِ , فَمَا رَأَيْتُ أَحَدًا مِنْهُمْ يَخْتَلِفُ فِي أَنَّ الْإِيمَانَ قَوْلٌ وَعَمَلٌ، وَيَزِيدُ وَيَنْقُص

میں نے (مختلف) شہروں میں ایک ہزار سے زائد علماء زمانہ سے ملاقات کی ہے۔ان میں سے کوئی بھی ایمان کے قول و عمل ہونے اور اس کے کم و زیادہ ہونے میں اختلاف نہیں کرتا تھا

کتاب شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة از أبو القاسم هبة الله اللالكائي (المتوفى: 418هـ) کی سند ہے

أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَفْصٍ الْهَرَوِيُّ , قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ سَلَمَةَ , قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ مُحَمَّدُ بْنُ عِمْرَانَ بْنِ مُوسَى الْجُرْجَانِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا مُحَمَّدٍ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْبُخَارِيَّ بِالشَّاشِ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ الْبُخَارِيَّ يَقُولُ: " لَقِيتُ أَكْثَرَ مِنْ أَلْفِ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ

اسکی سند میں أَبُو الْحُسَيْنِ مُحَمَّدُ بْنُ عِمْرَانَ بْنِ مُوسَى الْجُرْجَانِيُّ مجہول الحال ہے۔ سند میں أَبَا مُحَمَّدٍ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْبُخَارِيَّ بھی ہیں جو کتاب محاسن الاسلام وشرائع الاسلام کے مصنف ہیں لیکن وہ اپنی کتاب میں ایمان کی کمی زیادتی پر ایک لفظ نہیں کہتے۔اس کے علاوہ جو بات امام بخاری نے اپنی سب سے اہم کتاب جامع الصحیح میں نہیں لکھی وہ ان کے کان میں پھونک دی ہوئی عجیب بات ہے۔لہذا یہ قول جو امام بخاری سے منسوب ہے ثابت نہیں ہے

---

اللالكائي نے بسند صحیح امام بخاری سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے (مختلف) شہروں میں ایک ہزار سے زائد علماے زمانہ سےملاقات کی ہے۔ ان میں سے کوئی بھی ایمان کے قول و عمل ہونے اور اس کے کم و زیادہ ہونے میں اختلاف نہیں کرتا تھا۔

دوسری طرف یہی ابن حجر اس سند میں وارد ایک راوی عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْبُخَارِيَّ پر جرح کرتے ہیں جب وہ یہ کہتا ہے کہ بچپن میں امام بخاری نا بینا تھے

امام بخاری نے صحیح کتاب الحیض، باب 6: ترک الحائض الصوم میں روایت پیش کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے لئے فرمایا

مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِينٍ أَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ

باوجود عقل اور دین میں ناقص ہونے کے میں نے تم سے زیادہ کسی کو بھی ایک عقلمند اور تجربہ کار آدمی کو دیوانہ بنا دینے والا نہیں دیکھا

بعض علماء مثلا ابن العثیمین (کتاب تفسیر الفاتحۃ والبقرۃ) نے اس سے ایمان میں کمی ہونے کا قول لیا ہے جبکہ یہ بات عورتوں کے لئے عام ہے کہ ان کو حیض آتا ہے جو ایمان میں کمی نہیں ہے بلکہ دین میں ان پر کمی ہے کہ وہ روزہ اور نماز اس حالت میں پڑھیں- حیض تو امہات المومنین کو بھی آیا ہے اور وہ ایمان میں آجکل کے مردوں سے بھی زیادہ کامل تھیں

روایت زانی، زنا کرتے وقت مومن نہیں وغیرہ کے حوالے سے یہ بات موجود ہے کہ خود محدثین کو اس روایت کی تفسیر نہیں پہنچی – العلل دارقطنی میں ہے کہ زانی والی روایت پر
.قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ: سَأَلْتُ الزُّهْرِيَّ عَنْ تَفْسِيرِ هَذَا الْحَدِيثِ فَنَفَرَ

امام الأوزاعیؒ نے کہا: میں نے امام الزہری سے اس کی تفسیر پوچھ تو وہ بھاگ لئے

اسی میں ہے کہ الأوزاعیؒ نے پوچھا
فَقُلْتُ لِلزُّهْرِيِّ: فَإِنْ لَمْ يَكُنْ مُؤْمِنًا فَمَهْ؟ قَالَ: فَنَفَرَ عَنْ ذَلِكَ
میں نے الزہری سے پوچھا اگر مومن نہیں رہا تو پھر کیا تھا؟ پس الزہری چلے گئے

یعنی امام الزہری نے امام مالک کی طرح توقف کا موقف اختیار کیا اور گمان غالب ہے یہی امام الأوزاعیؒ کا بھی موقف ہوگا

الغرض یہ محدثین کا اختلاف ہے

بعض کہتے ہیں (مثلا البیہقی، ابن حبان) کم ہو جاتا ہے ختم نہیں ہوتا
بعض کہتے ہیں (مثلا سفیان ابن عیینہ) ایمان کم ہوتے ہوتے معدوم ہو جاتا ہے
بعض کہتے ہیں (مثلا امام الزہری) گناہ کے وقت پتا نہیں مومن تھا یا نہیں اس سوال سے فرار کرتے ہیں

بعض کے نزدیک (مثلا امام مالک) قرآن میں اس پر صریحا کمی کا ذکر نہیں ہے -امام بخاری روایات لاتے ہیں جن میں گناہ کبیرہ والے بغیر توبہ کیے جنت میں جاتے ہیں

بہر حال ٦٠٠ ہجری تک یہ موقف بن چکے تھے –

اشاعرہ کا قول ہے: ایمان نہ بڑھتا ہے نہ کم ہوتا ہے

خوارج کے باقی رہ جانے والے فرقوں میں سے اباضیہ کا قول ہے کہ عاصی ایمان سے نکل کر حالت کفر میں چلا جاتا ہے

معتزلہ کا قول ہے نہ مومن ہے نہ کافر بلکہ فاسق ہے اس حالت کو منزل بین المنزلتین کا نام دیا گیا

صحیح مسلم کی حدیث ہے

محمد بن مثنی، محمد بن بشار، معاذ بن ہشام قتادہ، ابی صدیق حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے پہلے لوگوں میں ایک آدمی نے ننانوے جانوں کو قتل کیا پھر اس نے اہل زمین میں سے سب سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا پس اس کی ایک راہب کی طرف راہنمائی کی گئی وہ اس کے پاس آیا تو کہنے لگا اس نے ننانوے جانوں کو قتل کیا ہے کیا اس کے لئے توبہ کا کوئی راستہ ہے اس نے کہا نہیں پس اس نے اس راہب کو قتل کر کے سو پورے کر دیئے پھر زمین والوں سے سب سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا تو ایک عالم کی طرف اس کی راہنمائی کی گئی اس نے کہا میں نے سو آدمیوں کو قتل کیا ہے میرے لئے توبہ کا کوئی راستہ ہے تو اس نے کہا جی ہاں اس کے اور توبہ کے درمیان کیا چیز رکاوٹ بن سکتی ہے تم اس اس جگہ کی طرف جاؤ وہاں پر موجود کچھ لوگ اللہ کی عبادت کر رہے ہیں تو بھی ان کے ساتھ عبادت الٰہی میں مصروف ہو جا اور اپنے علاقے کی طرف لوٹ کر نہ آنا کیونکہ وہ بری جگہ ہے پس وہ چل دیا یہاں تک کہ جب آدھے راستے پر پہنچا تو اس کی موت واقع ہو گئی پس اس کے بارے میں رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے جھگڑ پڑے رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ توبہ کرتا ہوا اور اپنے دل کو اللہ کی طرف متوجہ کرتا ہوا آیا اور عذاب کے فرشتوں نے کہا اس نے کوئی بھی نیک عمل نہیں کیا پس پھر ان کے پاس ایک فرشتہ آدمی کی صورت میں آیا اسے انہوں نے اپنے

درمیان ثالث (فیصلہ کرنے والا) مقرر کر لیا تو اس نے کہا دونوں زمینوں کی پیائش کر لو پس وہ دونوں میں سے جس زمین سے زیادہ قریب ہو وہی اس کا حکم ہو گا پس انہوں نے زمین کو ناپا تو اسی زمین کو کم پایا جس کا اس نے ارادہ کیا تھا پس پھر رحمت کے فرشتوں نے اس پر قبضہ کر لیا حسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہمیں ذکر کیا گیا کہ جب اس کی موت واقع ہوئی تو اس نے اپنا سینہ اس زمین سے دور کر لیا تھا (جہاں سے وہ چلا تھا)۔

صحیح بخاری کی حدیث ہے

ہم سے حسن بن صباح نے بیان کیا، کہا ہم سے اسحاق ازرق نے بیان کیا، کہا ہم سے عوف نے بیان کیا، ان سے حسن اور ابن سیرین نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ایک فاحشہ عورت صرف اس وجہ سے بخشی گئی کہ وہ ایک کتے کے قریب سے گزر رہی تھی، جو ایک کنویں کے قریب کھڑا پیاسا ہانپ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ پیاس کی شدت سے ابھی مر جائے گا۔ اس عورت نے اپنا موزہ نکالا اور اس میں اپنا دوپٹہ باندھ کر پانی نکالا اور اس کتے کو پلا دیا، تو اس کی بخشش اسی (نیکی) کی وجہ سے ہو گئی۔"

یہ تمام موحد تھے لیکن اللہ جب چاہے اپنے غضب کو رحمت سے بدل سکتا ہے اور اپنی رحمت کو اپنے قہر سے۔

# ترک نماز پر تکفیر کرنا

سلفی، وہابی ، اہل حدیث اور جدید دیو بندی فرقوں میں سے بعض کے نزدیک ترک نماز کا گناہ گار فاسق نہیں ، کافر ہے – یہاں ان کے اقوال کی بے بضاعتی پر غور کیا گیا ہے

دور نبوی میں تارک نماز کفر کی نشانی تھا کیونکہ منافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی تسلیم نہیں کرتے تھے اس پر وعید تھی کہ نماز میں تساہل کرتے ہیں
اللہ کو بھول چکے ہیں یتیم کو مال نہیں دیتے جہاد میں مال نہیں دیتے لہذا یہ بات ایک چیک تھی کہ کون نماز پڑھ رہا ہے کون تساہل دکھا رہا ہے

بغوی شرح السنہ میں کہتے ہیں
اختلف أهل العلم في تكفير تارك الصلاة المفروضة عمداً، فذهب إبراهيم النخعي وابن المبارك وأحمد وإسحاق إلى تكفيره ... وذهب الآخرون إلى أنه لا يكفَر ... وقال حماد بن زيد ومكحول ومالك والشافعي: تارك الصلاة يقتل كالمرتد، ولا يخرج به عن الدين. وقال الزهري: وبه قال أصحاب الرأي: لا يقتل، بل يحبس ويضرب حتى يصلي، كما لا يقتل تارك الصوم والزكاة والحج.

اہل علم کا اختلاف ہے کہ نماز فرض کو جان بوجھ کر ترک کرنے والا کافر ہے یا نہیں پس إبراهيم النخعي وابن المبارك وأحمد وإسحاق تکفیر کی طرف مذھب رکھتے ہیں اور باقی اس پر تکفیر نہیں کرتے … حماد بن زيد ومكحول ومالك والشافعي کہتے ہیں کہ اس کو مرتد کی طرح قتل کیا جائے اور امام الزہری اور اصحاب رائے کہتے ہیں قتل نہیں کیا جائے بلکہ قید کیا جائے اور پٹائی کی جائے یہاں تک کہ نماز پڑھے ایسے ہی جیسے روزہ و زکوہ اور حج نہ کرنے والے کو قتل نہیں کیا جاتا

تارک الصلوۃ ملتِ اسلامیہ سے خارج ہے از محمد بن صالح العثیمین میں ہے

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ اسے فاسق قرار دیتے ہیں، کافر نہیں گردانتے۔ تارک الصلوٰۃ کی سزا کے بارے میں ان کا پھر اختلاف ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "تارک الصلوٰۃ پر قتل کی حد جاری کی جائے۔" اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اسے قتل نہ کیا جائے بلکہ تعزیر نافذ کی جائے

یہ اقتباس و مضمون غیر مقلدوں کے رسالہ محدث شمارہ ۱۶۰ سن ۱۹۸۷ میں چھپا ہے۔

اہل حدیث طالب الرحمان کا کتاب آیئے عقیدہ سیکھے میں فتوی ہے کہ نماز ادا نہ کرنے والا واجب القتل ہے

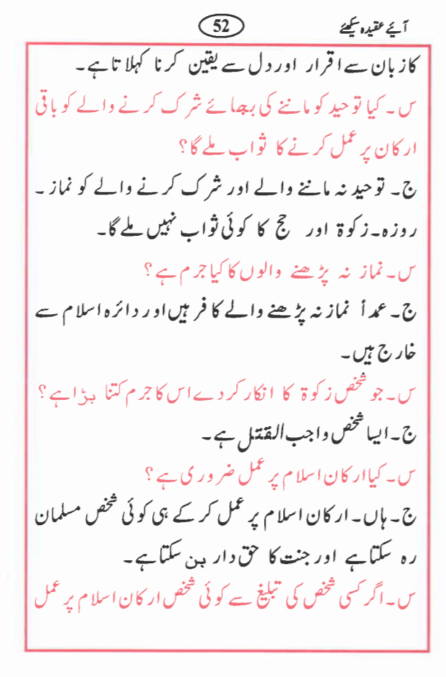

آیئے عقیدہ سیکھئے 52

کا زبان سے اقرار اور دل سے یقین کرنا کہلاتا ہے۔

س۔ کیا توحید کو ماننے کی بجائے شرک کرنے والے کو باقی ارکان پر عمل کرنے کا ثواب ملے گا؟

ج۔ توحید نہ ماننے والے اور شرک کرنے والے کو نماز۔ روزہ۔ زکوۃ اور حج کا کوئی ثواب نہیں ملے گا۔

س۔ نماز نہ پڑھنے والوں کا کیا جرم ہے؟

ج۔ عمداً نماز نہ پڑھنے والے کافر ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

س۔ جو شخص زکوۃ کا انکار کر دے اس کا جرم کتنا بڑا ہے؟

ج۔ ایسا شخص واجب القتل ہے۔

س۔ کیا ارکان اسلام پر عمل ضروری ہے؟

ج۔ ہاں۔ ارکان اسلام پر عمل کر کے ہی کوئی شخص مسلمان رہ سکتا ہے اور جنت کا حق دار بن سکتا ہے۔

س۔ اگر کسی شخص کی تبلیغ سے کوئی شخص ارکان اسلام پر عمل

اہل حدیث عالم توصیف الرحمان کے نزدیک بے نمازی کافر ہے

https://www.youtube.com/watch?v=kcUQdrdbhQY&feature=youtu.be

غیر مقلدین کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے دیوبندی عالم طارق مسعود کہتے ہیں بے نمازی کافر ہے

https://www.youtube.com/watch?v=kcUQdrdbhQY&feature=youtu.be

صوفیاء جو اکثر بے نمازی تھے ان میں اس بنیاد پر قتل کا حکم نہیں کیا جاتا تھا لیکن دیوبندی اور صوفی حربی تنظیموں نے تصوف کو اپنا کر کرائے پر لئے گئے سلفی موقف کو بھی بیان کرنا شروع کر دیا ہے –اس ملاپ کے نتیجے میں جو حربی تنظیمین وجود میں آئی ہیں وہ ان بچوں کی طرح ہیں جن کے ماں باپ اجنبی تہذیبوں کے ہوتے ہیں اور وہ کسی بھی تہذیب سے جڑ نہیں پا رہے ہوتے

صحیح مسلم میں ہے

حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ، حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ»

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مسلمان اور کفر و شرک کے درمیان ترک صلوٰۃ حد فاصل ہے

محمد بن مسلم بن تدرس القرشی الأسدی، ابو الزبیر المکی پر ابو حاتم کا حکم ہے لا یحتج بہ اس سے دلیل مت لینا
محدثین کا کہنا ہے کہ لیث کی سند سے ابو زبیر کی روایت لی جائے اور یہ متن لیث کی سند سے معلوم نہیں ہے

أَبُو الزُّبَيْرِ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ تَدْرُسَ کے علاوہ أَبُو سُفْيَانَ طَلْحَةُ بْنُ نَافِعٍ نے بھی اس کو جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے

اَبُو سُفْيَانَ طَلْحَۃُبْنُ نَافِعٍ کا سماع جابر سے ثابت نہیں ہے بلکہ اس کے ہاتھ کوئی صحیفہ لگا جس سے اس نے روایت کرنا شروع کر دیا تھا
بخاری کے استاد ابن المدینی کا حکم ہے کانوا یضعفونه فی حدیثه
محدثین اس کی احادیث کی تضعیف کرتے تھے

ابن ماجہ میں ہے
حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعْدٍ، عَنْ يَزِيدَ الرَّقَاشِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَيْسَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَالشِّرْكِ إِلَّا تَرْكُ الصَّلَاةِ، فَإِذَا تَرَكَهَا فَقَدْ أَشْرَكَ
انس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ بندے اور شرک کے درمیان کچھ نہیں سوائے ترک نماز کے جس نے نماز کو ترک کیا اس نے یقیناً شرک کیا۔
اس کی سند میں یزید بن اَبَان الرقاشی بصری ہے اور امام شُعْبَۃ کا کہنا تھا اس سے روایت کرنا زنا سے بھی بدتر ہے

.زيد بن هارون يقول: سَمعتُ شُعْبَة يقول لأَن أزني أحب إلي من أن أحدث عَن يزيد الرقاشي

مصنف ابن ابی شیبہ اور ترمذی میں ہے
حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ وَاضِحٍ , عَنْ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ بُرَيْدَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْعَهْدُ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ , فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ
ہمارے اور غیر مسلموں کے درمیان نماز کا ہی تو عہد ہے، جس نے نماز کو ترک کیا اس نے یقیناً کفر کیا۔

سند میں حسین بن واقد کو احمد نے لیس بذاک قرار دیا ہے

صحیح ابن حبان پر تعلیق میں شعیب الأرنؤوط نے لکھا ہے
ولفظ الكفر الوارد في هذا الحديث محمول على سبيل التغليظ، والتشبيه له بالكفار، لا على الحقيقه،
اس میں کفر کا حقیقت پر نہیں ہے بلکہ تشبیہ ہے

شرح مشکل الآثار از ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامۃ بن عبد الملک بن سلمۃ الازدی الحجری المصری المعروف بالطحاوی (المتوفی: 321ھ) میں ہے

وَقَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِي تَارِكِ الصَّلَاةِ كَمَا ذَكَرْنَا، فَجَعَلَهُ بَعْضُهُمْ بِذَلِكَ مُرْتَدًّا عَنِ الْإِسْلَامِ، وَجَعَلَ حُكْمَهُ حُكْمَ مَنْ يُسْتَتَابُ مِنْ ذَلِكَ، فَإِنْ تَابَ وَإِلَّا قُتِلَ، مِنْهُمُ الشَّافِعِيُّ، وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ يَجْعَلْهُ بِذَلِكَ مُرْتَدًّا، وَجَعَلَهُ مِنْ فَاسِقِي الْمُسْلِمِينَ وَأَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْهُمْ، وَمِمَّنْ قَالَ بِذَلِكَ أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللهُ، وَأَصْحَابُهُ

اہل علم کا اختلاف ہے کہ تارک نماز کے بارے میں جس کا ہم نے ذکر کیا تو بعض نے اس کو اسلام سے ارتاد قرار دیا ہے اور اس پر توبہ کا حکم کیا ہے اور اگر نہ کرے تو قتل کیا جائے ان علماء میں ہیں امام شافعی اور وہ جنہوں نے اس کو ارتاد قرار نہیں دیا بلکہ مسلمان فاسق اور کبائر کا مرتکب قرار دیا ان میں ہیں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب

قرطبیؒ کہتے ہیں جس کا حوالہ مبشر احمد ربانی نے اپنی کتاب میں دیا ہے[9]

---

[9]

دوسری طرف اس صحیح بخاری کی حدیث کو دیکھیں

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ، أَخْبَرَهُ: أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَقَهُ وَفَاطِمَةَ بِنْتَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلاَمُ لَيْلَةً، فَقَالَ: «أَلاَ تُصَلِّيَانِ؟» فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنْفُسُنَا بِيَدِ اللَّهِ، فَإِذَا شَاءَ أَنْ يَبْعَثَنَا بَعَثَنَا، فَانْصَرَفَ حِينَ قُلْنَا ذَلِكَ وَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا، ثُمَّ سَمِعْتُهُ وَهُوَ مُوَلٍّ يَضْرِبُ فَخِذَهُ، وَهُوَ يَقُولُ: {وَكَانَ الإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا} [الكهف: 54]

حسین بن علی رضی سے روایت ہے کہ مجھے علی رضی نے بتایا ایک رات رسولؐ ان کے اور فاطمہؓ کے پاس تشریف لائے اور پوچھا تم دونوں نماز نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کیا ہماری جان اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے جب اٹھانا چاہتا ہے اُٹھ جاتے ہیں ۔جب ہم نے یہ کہا کہ آپ لوٹ گئے اور ہماری طرف بالکل متوجہ نہ ہوئے پھر میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ران پر ہاتھ مار کر فرما رہے تھے ۔انسان سب سے بڑا جھگڑالو ہے

علی کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے کہ وہ نماز نہیں پڑھتے تھے- اس کو پیش کیا ہے اس حدیث کو صحیح سمجھا جائے تو کیا نتیجہ نکلتا ہے غور کریں- اس حدیث کی شرح میں لکھا گیا ہے کہ نماز تہجد کا ذکر ہے – لیکن نماز تہجد تو نفل نماز ہے اور تمام اصحاب رسول اس کو نہیں پڑھتے تھے- احادیث میں کثرت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کا ذکر ملتا ہے کیونکہ وہ ان کے لئے زائد تھی جس کا حکم قرآن میں ہے لیکن امہات المومنین اس وقت سو رہی ہوتی تھیں – حدیث میں اتا ہے عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ پیر سمیٹ لیتی جب رسول اللہ سجدہ کرتے – اسی طرح میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر ابن عباس رضی اللہ رکے کہ وہ نماز تہجد کا حال دیکھ سکیں - اس میں بھی ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا نماز میں شامل نہیں ہوئیں – معلوم ہوا کہ امہات المومنین مسلسل نماز تہجد نہیں پڑھتی تھیں – اب اگر یہ بات ہے تو بیٹی داماد سے کیسے اصرار کیا جا سکتا ہے کہ وہ مسلسل تہجد پڑھیں؟ لہذا ظاہر ہے یہ حدیث تہجد کی نماز کے بارے میں نہیں بلکہ نماز فجر کے بارے میں ہے –

الإفصاح عن معاني الصحاح میں یحیی بن (هُبَيْرَة بن) محمد بن هبيرة الذهلي الشيبانيّ، أبو المظفر، عون الدين (المتوفى: 560هـ) یہی لکھتے ہیں کہ یہ نماز فجر کا ذکر ہے

وفيه دليل على أن رسول الله - صلى الله عليه وسلم - كان دخوله إليهما في وقت صلاة الفجر، وإنما أحب لهما إدراك الفضيلة في أول الوقت

اور اس میں دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس نماز فجر کے وقت گئے اور انہوں نے ان دونوں کے لئے پسند کیا کہ وہ اول وقت کی فضیلت کو جان لیں

راقم بعض دیگر وجوہات کی بنا پر بھی اس روایت کو صحیح نہیں سمجھتا لیکن اس کا ذکر کرنا یہاں ضروری ہے تاکہ قارئین جان سکیں

مسئلہ تکفیر اور اسکے اصول و ضوابط 72

پھر یہ اختلاف ہے کہ تارک نماز کو بطور کفر قتل کیا جائے گا یا بطور حد۔ جو پہلے مذہب کی طرف گئے ہیں وہ امام احمد ابن حنبل، عبد اللہ بن المبارک، اسحاق بن راھویہ اور ہمارے اصحاب میں سے عبد الملک بن حبیب ہیں اور یہ بات سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی گئی ہے۔ اور جو دوسرے مذہب کی طرف گئے ہیں (یعنی تارک نماز کو بطور کفر نہیں بلکہ بطور حد قتل کیا جائے گا) تو ان میں سے امام مالک، امام شافعی اور بہت سارے اہل علم ہیں جنھوں نے کہا:

''جب اس پر نماز پیش کی جائے اور وہ ادا نہ کرے تو بطور حد اسے قتل کیا جائے گا۔''

گناہ کبیرہ کے مرتکب کو حنبلی و سلفی علماء کافر قرار دیتے ہیں—دوسری طرف جب ان علماء کی عقائد میں گمراہیاں ثابت ہوتی ہیں تو یہی علماء انکار آیات کو گناہ کبیرہ نہیں اجتہادی خطا قرار دیتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ امام ابن عبد البر التمہید لا بن عبد البر میں لکھتے ہیں

اہل السنت والجماعت جو کہ اہل الفقہ والاثر ہیں ان کا اس پر اتفاق ھے کہ کسی شخص کو اس کا گناہ اگرچہ وہ کبیرہ ھو اسلام سے خارج نہیں کرتا اور اہل البدع نے ان کی مخالفت کی ھے یقینی طور پر واجب ھے کہ کسی شخص کی تکفیر نہ کی جائے مگر جس کی تکفیر پر سب متفق ھوں یا اس کی تکفیر پر کتاب وسنت کی ایسی دلیل قائم ھو جس کا کوئی معارض نہ ھو۔

عبد اللطیف آل شیخ محمد بن عبد الوہاب کا عقیدہ بیان کرتے ھوئے مجموعہ الرسائل میں لکھتے ہیں

محمد بن عبد الوہاب کسی کی تکفیر نہیں کرتے مگر شرک اکبر کے مرتکب اور اللہ کی آیات اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر یا ان میں سے کسی چیز کے ساتھ کفر جس پر مسلمانوں کا اجماع ھے اور یہ بھی قیام حجت اور معتبر بلوغ حجت کے بعد جیسے اس شخص کی تکفیر جس نے صالحین کی عبادت کی اور اللہ کے ساتھ ان کو بھی پکارا اور عبادات والوہیت میں ان کو حصہ دار بنایا جو کہ اللہ کی مخلوق پر حق ھے۔ شیخ محمد بن عبد الوہاب نے صرف اسے کافر کہا ھے جسے اللہ اور اس کے رسول نے کافر قرار دیا اور اس کے کفر پر امت کا اجماع ھو گیا جیسے وہ شخص جو اللہ رب العالمین کے لئے آلہ اور حصہ دار بنالیتا ھے۔

شیخ سلیمان بن سحمان محمد بن عبد الوہاب کے بارے میں لکھتے ہیں

انھوں نے صرف اس شخص کی تکفیر کی ھے جس کی تکفیر اللہ اور اس کے رسول نے کی ھے اور اس کی تکفیر پر امت کا اجماع ھے۔

آئمہ نجد کے فتاوی میں مرقوم ھے کہ

جس کے کفر ھونے میں علماء کا آپس میں اختلاف ھو تو دین کے لئے احتیاط یہ ھے کہ اس میں توقف کیا جائے اور جلدی نہ کی جائے جب تک اس مسئلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صریح نص نہ ھو۔

یہ اقوال تضاد کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ وہ فتنہ ہے جو عرب میں برپا ہوا اور لوگوں کا قتل ہوا جو خود وہابیوں کے نزدیک کافر و مشرک نہیں تھے، نہ ان کے کفر پر اجماع تھا یعنی خلافت عثمانیہ کے ترک و عرب اہلکار۔ جب عالم یہ ہے کہ قبر کی مجاورت کرنے والا، صالحین سے توسل لینے والا کافر نہیں، تو علمائے نجد کا ترکوں کو کا قتل کرنا صرف فساد فی الارض ہوا۔

# التتار ( منگول ) مسلمان نہیں

تاتاری بقول ابن تیمیه مسلمان نہیں تھے کیونکه وہ حج نہیں کرتے تھے –
اس حوالے سے تاریخ سے معلوم ہے که دمشق پر حمله آور تاتاری ، مسلمان
ہو گئے تھے لیکن مصریوں و شامیوں سے ان کی جنگ کی وجه سے عرب
ان کو مسلمان تسلیم نہیں کرنا چاہتے تھے

مصری حاکم المنصور سيف الدين قلاوون الألفي الصالحي (ولد بالقاهرة في 684 هـ / 1285 - توفى بالقاهرة في 741 هـ) جو ایک بدعتی حاکم تھا[10]-

[10] اسی کے حکم پر گنبد الخضرا بنایا گیا تھا اور حق گو علماء نے مخالفت کی تھی بقول سعودی مفتی یه دور جهل تھا

بيان الحكم في القبة الخضراء على قبره عليه الصلاة والسلام : نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر گنبد الخضراء کا حکم میں سعودی عرب کے مفتی عبد العزيز بن عبد الله بن باز (المتوفى: 1420هـ) اپنے فتوی جو کتاب فتاوى نور على الدرب ج ٢ ص ٣٣٢ میں چھپا ہے میں کہتے ہیں که

لا شك أنه غلط منه، وجهل منه، ولم يكن هذا في عهد النبي – صلى الله عليه وسلم – ولا في عهد أصحابه ولا في عهد القرون المفضلة، وإنما حدث في القرون المتأخرة التي كثر فيها الجهل، وقل فيها العلم وكثرت فيها البدع، فلا ينبغي أن يغتر بذلك

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ غلطی ہے اور جہل ہے، اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں نہ تھا، نہ ہی صحابہ کے دور میں تھا ، نہ ہی قرون اولی میں تھا، اور بے شک اس کو بعد میں آنے والے زمانے میں بنایا گیا جس میں جہل کی کثرت تھی اور علم کی کمی تھی اور بدعت کی کثرت تھی پس یہ جائز نہیں کہ اس سے دھوکہ کھایا جائے

ج۲ ص ۳۳۹ مزید کہتے ہیں

وأما هذه القبة فهي موضوعة متأخرة من جهل بعض الأمراء، فإذا أزيلت فلا بأس بذلك، بل هذا حق لكن قد لا يتحمل هذا بعض الجهلة، وقد يظنون بمن أزالها بأنه يس على حق، وأنه مبغض للنبي عليه الصلاة والسلام،

اور یہ جو گنبد ہے تو یہ بعد میں انے والوں بعض امراء کے جہل کی وجہ سے بنا، اگر اس کو گرایا جائے تو کوئی برائی نہیں، بلکہ یہی حق ہے لیکن کچھ جاہل لوگ ایسا نہیں لیتے، اور گمان کرتے ہیں کہ اس کے ہٹانے کو حق نہیں سمجھتے اور اس کو النبي علیہ الصلاۃ والسلام سے نفرت کا اظہار سمجھتے ہیں انتہی

ابن تیمیہ نے فتوی میں یہ تک کہا کہ جس نے کہا میں گنبد الخضرا گرانا چاہتا ہوں وہ مجھ پر بہتان باندھ رہا ہے - مؤلفات الشیخ 12/6 القسم الخامس 3 /ـ 7.8 الرسالہ الاولی

ابن تیمیہ لکھتا ہے
جب ہم اس بندے کی تکفیر نہیں کرتے جو احمد بدوی کی قبر کی عبادت کرتا ھے کہ وہ جاہل ھے اور اس کو کوئی بتانے والا نہیں ھے تو ہم غیر مشرک کی تکفیر کیوں کریں ۔ … مجھ پر بہتان تراشیاں کرنے والے کہتے ہیں کہ میں اولیائے کرام سے توسل کرنے والوں کو کافر کہتا ہوں اور بوصیری کی اس کے قول یا اکرم الخلق کی وجہ سے تکفیر کرتا ہوں ۔ اور کہتا ہوں کہ اگر قبة الرسول گرانے پر قادر ہوا تو گرا دوں گا ۔اور کعبہ پر مجھے قدرت ہوئی تو اس کا پرنالہ اتار کر لکڑی کا پرنالہ لگا دوں گا ۔ اور میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت حرام سمجھتا ہوں اور والدین وغیرھما کی قبروں کی زیارت کا منکر ہوں اور جو غیر اللہ کی قسم اٹھاتا ھے اسے کافر کہتا ہوں
اور ابن الفارض اور ابن عربی کی تکفیر کرتا ہوں اور دلائل الخیرات اور روض الریاحین کو جلاتا ہوں اور اس کا نام روض الشیاطین رکھتا ہوں ان تمام الزامات کا میری طرف سے ان مسائل میں یہی جواب ھے ۔

ابن تیمیہ نے سلطان قلاوون الصالحي کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا لیا اور اس کے کسی عمل پر اس کے خلاف فتوی نہیں دیا۔

اس کے دور میں تاتاری مسلمان دمشق پر حملہ کرنا چاہتے تھے اور قلاوون کے بعد اس کے بیٹے مملوک حاکم ہوئے۔

ابن تیمیہ نے فتوی دیا کہ مصر پر حملہ کرنے والے تاتاری مسلمان ہی نہیں بلکہ یہ کسی اور کتاب آیا سق پر عمل کرتے ہیں۔ابن تیمیہ نے اس بدعتی حاکم کے حق میں جہاد کیا کہ ایک مقام پر ابن تیمیہ کو جھنڈا دے کر کھڑا کر دیا گیا۔ عربوں کو تاتاری مسلمانوں سے خوف لاحق ہوا اور انہوں نے ان کو غیر مسلم قرار دے دے

مجموع فتاوی ابن تیمیہ (جلد 28، صفحہ 522) میں ابن تیمیہ لکھتا ہے

قال أكبر مقدميهم الذين قدموا إلى الشام وهو يخاطب رسل المسلمين ويتقرب إليهم بأنا مسلمون. فقال هذان آيتان عظيمتان جاءا من عند الله محمد وجنكسخان. فهذا غاية ما يتقرب به أكبر مقدميهم إلى المسلمين أن يسوي بين رسول الله وأكرم الخلق عليه وسيد ولد آدم وخاتم المرسلين وبين ملك كافر مشرك من أعظم المشركين كفرا وفسادا وعدوانا من جنس بخت نصر وأمثاله. وذلك أن اعتقاد هؤلاء التتار كان في جنكسخان عظيما فإنهم يعتقدون أنه ابن الله من جنس ما يعتقده النصارى في المسيح ويقولون إن الشمس حبلت أمه وأنها كانت في خيمة فنزلت الشمس من كوة الخيمة فدخلت فيها حتى حبلت. ومعلوم عند كل ذي دين أن هذا كذب. وهذا دليل على أنه ولد زنا وأن أمه زنت فكتمت زناها وادعت هذا حتى تدفع عنها معرة الزنا وهم مع هذا يجعلونه أعظم رسول عند الله في تعظيم ما سنه لهم وشرعه بظنه وهواه حتى يقولوا لما عندهم من المال. هذا رزق جنكسخان ويشكرونه على أكلهم وشربهم وهم يستحلون قتل من عادى ما سنه لهم هذا الكافر الملعون المعادي لله ولأنبيائه ورسوله وعباده المؤمنين. فهذا وأمثاله من مقدميهم كان غايته بعد الإسلام أن يجعل محمدا صلى الله عليه وسلم بمنزلة هذا الملعون. ومعلوم أن مسيلمة الكذاب كان أقل ضررا على المسلمين من هذا وادعى أنه شريك محمد في الرسالة وبهذا استحل الصحابة قتاله وقتال أصحابه المرتدين "

https://archive.org/stream/mfsiaitmmfsiaitm/mfsiaitm28#page/n520/mode/2up

ترجمہ

ان اسلام کے مدعی تاتاریوں میں سے جو لوگ شام آئے۔ان میں سب سے بڑے تاتاری نے مسلمانوں کے پیام بروں (نمائندوں) سے خطاب کرتے ہوئے اور اپنے آپ کو مسلمان اور ان کے قریب ثابت کرتے ہوئے کہا: یہ دو عظیم نشانیاں ہیں جو اللہ کی طرف سے آئی ہیں۔ان میں سے ایک محمد عربی ہیں اور دوسرا چنگیز خان ہے۔پس یہ ان کا وہ انتہائی عقیدہ ہے جس کے ذریعے وہ مسلمانوں کا قرب تلاش

کرتے ہیں کہ انہوں نے اللہ کے رسول جو مخلوق میں سے سب سے بزرگ' اولاد آدم کے سردار اور نبیوں کی مہر ہیں انہیں اور ایک کافر اور مشرکین میں سب سے بڑھ کر مشرک فسادی ظالم اور بخت نصر کی نسل کو برابر قرار دیا-ان تاتاریوں کا چنگیز خان کے بارے عقیدہ بہت ہی گمراہ کن تھا۔ان نام نہاد مسلمان تاتاریوں کا تو یہ عقیدہ تھا کہ چنگیز خان اللہ کا بیٹا ہے اور یہ عقیدہ ایسا ہی ہے جیسا کہ عیسائیوں کا عیسیٰ مسیح کے بارے عقیدہ تھا۔ یہ تاتاری کہتے ہیں کہ چنگیز خان کی ماں سورج سے حاملہ ہوئی تھی۔ وہ ایک خیمہ میں تھی جب سورج خیمہ کے روشندان سے داخل ہوا اور اس کی ماں میں گھس گیا۔پس اس طرح اس کی ماں حاملہ ہو گئی۔ ہر صاحب علم یہ بات جانتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے...اور اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ چنگیز خان زانیہ کی ناجائز اولاد تھا،اس کی ماں نے اپنے زنا پر پردہ ڈالنے کیلئے یہ سورج سے حاملہ ہونے کی کہانی گھڑ سنائی،اس کے ساتھ ان تاتاریوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ وہ چنگیز خان کو اللہ کا عظیم ترین رسول قرار دیتے ہیں کیونکہ چنگیز خان نے اپنے گمان سے ان کے لیے جو قوانین جاری کیے ہیں یا مقرر کیے ہیں یہ ان قوانین کی تعظیم کرتے ہیں،اور ان کا معاملہ تو یہ ہے کہ جو ان کے پاس مال ہے اس کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ یہ چنگیز خان کا دیا ہوا رزق ہے اور اپنے کھانے اور پینے کے بعد (اللہ کی بجائے) چنگیز خان کا شکر ادا کرتے ہیں اور یہ لوگ اس مسلمان کے قتل کو حلال سمجھتے ہیں جو ان کے ان قوانین کی مخالفت کرتا ہے جو اس کافر ملعون،اللہ ،انبیاء و رسل، محمد عربی اور اللہ کے بندوں کے دشمن نے ان کے لیے مقرر کیے ہیں۔پس یہ ان تاتاریوں اور ان کے بڑوں کے عقائد ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ اسلام لانے کے بعد محمد عربی کو چنگیز خان ملعون کے برابر قرار دیتے ہیں۔ انتھیٰ

ابن تیمیہ نے اقرار کیا کہ جو تاتاری شام آئے انہوں نے اقرار کیا کہ وہ مسلم ہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں — لیکن کسی سفیر کے بیان پر ایک قول ان مسلمانوں سے منسوب کر دیا کہ وہ چنگیز خان کو ابن اللہ کہتے ہیں — اس قول کی صداقت کا علم نہیں کیونکہ یہ شاہ مصر کا پروپیگنڈا معلوم ہوتا ہے تا کہ مصریوں کو جنگ پر امادہ کیا جا سکے

کتاب حرمت مسلم اور مسئلہ تکفیر از یوسف ربانی اس پر تبصرہ کرتے ہیں جس میں تضاد ظاہر ہے

تاتاری کافر ہیں کہ وہ اپنے وضع کردہ قوانین کو حلال سمجھتے تھے، افضل جانتے تھے اور شرعی قوانین سے بہتر مانتے تھے، ان میں کفر اکبر کی صورتیں موجود تھیں۔

اس کی دلیل خود امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے ذکر کی ہے۔

''الیاسق'' ایک کتاب ہے جو احکام کا مجموعہ ہے، جو اس نے مختلف شرائع سے لیا ہے یہودیت، نصرانیت اور اسلام سے اور اس میں اکثر احکام چنگیز خاں نے صرف اپنی ہوائے نفس پر رکھے ہیں جو اس کے بعد آنے والوں کے لیے قابل اتباع شریعت بن گئی جسے وہ اللہ کی کتاب اور نبی کریم ﷺ کی سنت کے فیصلوں سے مقدم کرتے تھے، جس نے ایسا کیا وہ کافر ہے اس کے خلاف جنگ واجب ہے، جب کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی طرف واپس نہ آ جائیں۔ (تفسیر ابن کثیر المائدہ: ۵۰)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



❁ علاوہ ازیں تاتاریوں کے دیگر کفریہ عقائد بھی ملاحظہ کیجیے:

① اور وہ تاتاری چنگیز اور محمد ﷺ کو برابر سمجھتے تھے۔ (نعوذ باللہ)

② ان کی عسکری قوم میں مؤذن و امام نہ تھا۔

③ اور طاقت کے باوجود حج نہیں کرتے تھے۔

④ وہ چنگیز خاں کی بادشاہت پر لڑتے تھے، جو ان کی اطاعت میں داخل ہوتا اسے اپنا دلی دوست بناتے تھے اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو اور اسلام پر نہیں لڑتے تھے اور نہ ہی جزیہ وصول کرتے تھے۔

⑤ ان تاتاریوں کا عقیدہ تھا کہ چنگیز خان اللہ کا بیٹا ہے اور سورج نے اس کی ماں کو حاملہ کیا ہے۔ (نعوذ باللہ)

اگر تاتاری مسلمان ہی نہیں تھے تو امام، موذن یا حج کا مطالبہ کیوں کیا گیا- ظاہر ہے یہ پروپیگنڈا مصریوں نے کیا کہ تاتاری مسلمان نہیں ہم ہیں — واضح رہے کہ قلاوون کی ماں تک تاتاری النسل تھی- ابن تیمیہ کا ایک امام مضل، بدعتی حاکم قلاوون الصالحي کا ساتھ دینے سے اہل حدیث کو دلیل مل گئی ہے کہ طاغوت کا دفاع کیا جائے اور اس کی مدح میں شرعی افسانے گھڑے جائیں

# باب ۹ : جو اللہ نے نازل کیا اس سے الگ حکم دینا

اللّٰہ تعالی کہتا ہے کہ وہ شخص کافر، ظالم، فاسق ہے جس نے وہ فیصلہ کیا جو اس نے نازل نہیں کیا (سورہ المائدہ)- ان آیات کا ظاہر بہت سخت ہے لہذا اقوال الرجال کی مدد سے ان کے مفہوم میں الٹ پھیر کی جاتی ہے

## سورہ المائدہ آیت ۵۰ میں ہے

آپ ان کے درمیان اس (فرمان) کے مطابق فیصلہ فرمائیں جو اللہ نے نازل فرمایا ہے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں اور آپ ان سے بچتے رہیں کہیں وہ آپ کو ان بعض (احکام) سے جو اللہ نے آپ کی طرف نازل فرمائے ہیں پھیر (نہ) دیں، پھر اگر وہ (آپ کے فیصلہ سے) روگردانی کریں تو آپ جان لیں کہ بس اللہ ان کے بعض گناہوں کے باعث انہیں سزا دینا چاہتا ہے، اور لوگوں میں سے اکثر نافرمان (ہوتے) ہیں

یعنی اہل کتاب کی خواہش پر فیصلہ نہ کرو

اگر اپ ان آیات کا سیاق و سباق دیکھیں تو اس میں احکام توریت کا ذکر ہے کہ ان کو یہود و نصرانی نافذ نہیں کر رہے لہٰذا جو اللہ نے نازل کیا اس کے خلاف کرے تو کافر ہے فاسق ہے ظلم ہے-اس میں احکام بھی ہیں اور عقائد بھی ہیں

ان آیات کا سیاق و سباق اہل کتاب کے حوالے سے ہے کہ وہ عقیدہ وہ نہیں رکھتے جو توریت و انجیل کا ہے اس کا حکم بیان نہیں کرتے یعنی توحید کے معاملے میں

اور جو کتاب اللہ کے مطابق حکم نہ کرے یعنی عقیدہ نہ دے وہ کافر ہے

اسی طرح وہ حکم نہیں کرتے جو ان کی کتاب میں ہے کہ آنکھ کے بدلے آنکھ وغیرہ

یہ حکم عام ہے – مسلمانوں پر بھی ہے

## ابن عباس سے منسوب قول کفر دون کفر ثابت نہیں ہے

مستدرک الحاکم کی روایت ہے

أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمَوْصِلِيُّ، ثنا عَلِيُّ بْنُ حَرْبٍ، ثنا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حُجَيْرٍ، عَنْ طَاوُسٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: إِنَّهُ ” لَيْسَ بِالْكُفْرِ الَّذِي يَذْهَبُونَ إِلَيْهِ إِنَّهُ لَيْسَ كُفْرًا يَنْقِلُ عَنِ الْمِلَّةِ {وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ} [المائدة: 44] كُفْرٌ دُونَ كُفْرٍ

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: جو اس طرف گئے (اغلباً خوارج مراد ہیں) یہ کفر نہیں - یہ کفر نہیں جس پر ان کو ملت سے نکالا جائے

اور وہ جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق حکم نہ کریں وہ کافر ہیں

کفر (امیر)، کفر (باللہ) سے الگ ہے

سفیان ثوری کی تفسیر کے مطابق ابن عباس اس آیت پر کہتے

قال: هي كفره، وليس كمن كفر بالله و اليوم الآخر

یہ انکار تو ہے لیکن اللہ اور یوم آخرت کے انکار جیسا نہیں ہے

مستدرک کی روایت میں ہشام بن حجیر المکی ہے جو ابن جریج کے شیوخ میں سے ہے اس کو ابن معین اور احمد نے ضعیف کہا ہے - اس قول کی اور سندیں بھی ہیں جو صحیح ہیں مثلا تفسیر عبد الرزاق والی روایت ہے جس میں الفاظ " لیکن اللہ اور اس کی کتابوں اور فرشتوں کا کفر کرنے جیسا نہیں ہے " کو ابن طاووس کا قول کہا گیا ہے نہ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا

تفسیر عبد الرزاق میں ہے

عبد الرزاق في “تفسيره” (1 / 191) عن معمر، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، قال: سئل ابن عباس عن قوله: {وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ الله فأولئك هم الكافرون} ، قال: هي كفر، قال ابن طاوس: وليس كمن كفر

.بالله وملائكته وكتبه ورسله

ابن عباس سے اس آیت پر سوال ہوا—ابن عباس نے کہا یہ کفر ہی ہے-ابن طاووس نے کہا لیکن اللہ اور اس کی کتابوں اور فرشتوں کا کفر کرنے جیسا نہیں ہے

ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک کوئی قاضی احکام میں ایسا حکم کرے جو اللہ نے نہ دیا ہو تو وہ کفر کا مرتکب ہے اور ان کے شاگرد طاؤس نے اضافہ کیا کہ یہ کفر، کفر اکبر نہیں ہے

امام کرابیسی کا قول الکنی میں ہے کہ طاووس نے ابن عباس سے نہیں عکرمہ سے سنا تھا البتہ بہت سے محدثین نے امام کرابیسی سے اتفاق نہیں کیا ہے—البتہ راقم کہتا ہے امام کرابیسی کا قول قابل غور ہے اس کے رد پر تحقیق نہیں ہوئی ہے

## ابن عباس سے جو قول ثابت ہو رہا ہے وہ یہ ہے

سنن نسائی باب: تَأْوِيلِ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ {وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ} کی حدیث ہے جس کو اِلبانی، صحیح الِاسناد موقوف قرار دیتے ہیں

**حدیث نمبر: 5402**

أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ، قَالَ: أَنْبَأَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَتْ مُلُوكٌ بَعْدَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَامُ بَدَّلُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ، وَكَانَ فِيهِمْ مُؤْمِنُونَ يَقْرَءُونَ التَّوْرَاةَ، قِيلَ لِمُلُوكِهِمْ: مَا نَجِدُ شَتْمًا أَشَدَّ مِنْ شَتْمٍ يَشْتِمُونَّا هَؤُلَاءِ، إِنَّهُمْ يَقْرَءُونَ: وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ سورة المائدة آية 44، وَهَؤُلَاءِ الْآيَاتِ مَعَ مَا يَعِيبُونَّا بِهِ فِي أَعْمَالِنَا فِي قِرَاءَتِهِمْ، فَادْعُهُمْ فَلْيَقْرَءُوا كَمَا نَقْرَأُ، وَلْيُؤْمِنُوا كَمَا آمَنَّا، فَدَعَاهُمْ فَجَمَعَهُمْ وَعَرَضَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلَ، أَوْ يَتْرُكُوا قِرَاءَةَ التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ إِلَّا مَا بَدَّلُوا مِنْهَا، فَقَالُوا: مَا تُرِيدُونَ إِلَى ذَلِكَ دَعُونَا، فَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ: ابْنُوا لَنَا أُسْطُوَانَةً، ثُمَّ ارْفَعُونَا إِلَيْهَا، ثُمَّ أَعْطُونَا شَيْئًا نَرْفَعُ بِهِ طَعَامَنَا وَشَرَابَنَا فَلَا نَرِدُ عَلَيْكُمْ، وَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ: دَعُونَا نَسِيحُ فِي الْأَرْضِ وَنَهِيمُ وَنَشْرَبُ كَمَا يَشْرَبُ الْوَحْشُ فَإِنْ قَدَرْتُمْ عَلَيْنَا فِي أَرْضِكُمْ فَاقْتُلُونَا، وَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ: ابْنُوا لَنَا دُورًا فِي الْفَيَافِي وَنَحْتَفِرُ الْآبَارَ، وَنَحْتَرِثُ الْبُقُولَ فَلَا نَرِدُ عَلَيْكُمْ وَلَا نَمُرُّ بِكُمْ، وَلَيْسَ أَحَدٌ مِنَ الْقَبَائِلِ إِلَّا وَلَهُ حَمِيمٌ فِيهِمْ، قَالَ: فَفَعَلُوا ذَلِكَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا سورة الحديد آية 27، وَالْآخَرُونَ قَالُوا: نَتَعَبَّدُ كَمَا تَعَبَّدَ فُلَانٌ، وَنَسِيحُ كَمَا سَاحَ فُلَانٌ، وَنَتَّخِذُ دُورًا كَمَا اتَّخَذَ فُلَانٌ، وَهُمْ عَلَى شِرْكِهِمْ لَا عِلْمَ لَهُمْ بِإِيمَانِ الَّذِينَ اقْتَدَوْا بِهِ، فَلَمَّا بَعَثَ اللَّهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ، انْحَطَّ رَجُلٌ مِنْ صَوْمَعَتِهِ، وَجَاءَ سَائِحٌ مِنْ سِيَاحَتِهِ، وَصَاحِبُ الدَّيْرِ مِنْ دَيْرِهِ، فَآمَنُوا بِهِ، وَصَدَّقُوهُ، فَقَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ

**سورة الحديد آية 28، أَجْرَيْنِ بِإِيمَانِهِمْ بِعِيسَى، وَبِالتَّوْرَاةِ، وَالْإِنْجِيلِ، وَبِإِيمَانِهِمْ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَصْدِيقِهِمْ قَالَ: وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ سورة الحديد آية 28 الْقُرْآنَ، وَاتِّبَاعَهُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لِئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ سورة الحديد آية 29 يَتَشَبَّهُونَ بِكُمْ أَلا يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ سورة الحديد آية 29 الْآيَةَ .**

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بعد بادشاہ ہوئے جنہوں نے تورات اور انجیل کو بدل ڈالا، ان میں کچھ مومن تھے جو توراۃ پڑھتے تھے۔ ان کے بادشاہوں سے (مصاحبین دربار کی جانب سے) عرض کیا گیا: ہمیں اس سے زیادہ سخت گالی نہیں ملتی جو یہ (مومن) ہمیں دیتے ہیں، یہ (مومن) لوگ پڑھتے ہیں جس نے اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کیا وہ کافر ہیں یہ لوگ اس قسم کی آیات پڑھتے ہیں ور ساتھ ہی وہ چیزیں پڑھتے ہیں جس میں ہمارا عیب نکلتا ہے تو انہیں بلا کر کہو کہ وہ بھی ویسے ہی پڑھیں جیسے ہم پڑھتے ہیں اور اسی طرح کا ایمان لائیں جیسا ہم لائے ہیں، چنانچہ اس (بادشاہ) نے انہیں بلایا اور اکٹھا کیا اور کہا: قتل منظور کرو یا پھر توراۃ اور انجیل کو پڑھنا چھوڑ دو، البتہ وہ پڑھو جو بدل دیا گیا ہے۔

ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا ہمیں چھوڑ دو: ہمارے لیے ایک مینار بنادو اور ہمیں اس پر چڑھادو پھر ہمیں کھانے پینے کی کچھ چیزیں دے دو، تو ہم تمہارے پاس کبھی لوٹ کر نہ آئیں گے۔

ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا: ہمیں چھوڑ دو، ہم زمین میں گھومیں اور بھٹکتے پھریں اور جنگلی جانوروں کی طرح پئیں، پھر اگر تم ہمیں اپنی زمین میں دیکھ لو تو مار ڈالنا

ان میں سے بعض لوگوں نے کہا: ہمارے لیے صحراء و بیابان میں گھر بنادو، ہم خود کنویں کھود لیں گے اور سبزیاں بو لیں گے، پھر پلٹ کر تمہارے پاس نہ آئیں گے اور نہ تمہارے پاس سے گزریں گے، اور کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا جس کا دوست یا رشتہ دار اس میں نہ ہو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، تو اللہ تعالیٰ نے آیت

«ورهبانية ابتدعوها ما كتبناها عليهم إلا ابتغاء رضوان الله فما رعوها حق رعايتها (الحديد: ٢٧)

اور جو درویشی انہوں نے خود نکالی تھی ہم نے انہیں اس کا حکم نہیں دیا تھا سوائے اللہ کی رضا جوئی کے، پھر انہوں نے اس کی بھی پوری رعایت نہیں کی

نازل فرمائی

کچھ دوسرے لوگوں نے کہا: ہم بھی فلاں کی طرح عبادت کریں گے اور فلاں کی طرح گھومیں گے اور فلاں کی طرح گھر بنائیں گے حالانکہ وہ شرک میں مبتلا تھے، یہ ان لوگوں کے ایمان سے باخبر نہ تھے جن کی پیروی کا یہ دم بھر رہے تھے

جب اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا تو ان میں سے بہت تھوڑے سے لوگ بچے تھے۔ کوئی شخص اپنے عبادت خانے سے اترا تو کوئی اور جنگل میں گھومنے والا گھوم کر لوٹا اور کوئی گرجا گھر میں رہنے والا گرجا گھر سے لوٹا اور یہ سب کے سب آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا

«یا أیھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وآمنوا برسولہ یؤتکم کفلین من رحمتہ»

اے لوگو! جو ایمان رکھتے ہو، اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ وہ تمہیں اپنی رحمت کا دوگنا حصہ دے گا (الحدید: ۲۹)

دوہرا اجر ان کے عیسیٰ، تورات اور انجیل پر ایمان کے بدلے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور تصدیق کے بدلے۔ پھر فرمایا: وہ تمہارے چلنے کے لیے ایک روشنی دے گا یعنی قرآن اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی تاکہ اہل کتاب یعنی وہ اہل کتاب جو تمہاری مشابہت کرتے ہیں جان لیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کو حاصل کرنے کی قدرت نہیں رکھتے

دکتور عبد العزیز بن عبد اللہ الحمیدی کی تحقیق تفسیر ابن عباس ومروياته في التفسير من كتب السنة میں اس کے راویوں کی توثیق پیش کی گئی ہے

بيان الإسناد :

١ ـ الحسين بن حريث الخزاعي بالولاء أبو عمار المروزي، ثقة من الطبقة العاشرة، مات سنة أربع وأربعين ومائتين أخرج لـه الشيخان وأبو داود والترمذي والنسائي [٢].

٢ ـ الفضل بن موسى السيناني أبو عبد الله المروزي، ثقة ثبت وربما أغرب من كبار الطبقة التاسعة، مات سنة اثنتين وتسعين ومائتين، روى له الجماعة وهو منسوب إلى «سينان» بلد في مرو. [٣].

٣ ـ سفيان بن سعيد الثوري ثقة تقدمت ترجمته [٤].

٤ ـ عطاء بن السائب صدوق اختلط وقد تقدمت ترجمته [٥].

وسعيد بن جبير ثقة ثبت [٦].

فهذا الإسناد فيه عطاء بن السائب في اختلط قد آخر عمره ولكن سفيان الثوري سمع منه قبل الاختلاط كما تقدم في ترجمة عطاء. وهو متصل حيث قد سمع بعضهم من بعض [٧] فعلى هذا يكون إسناده حسناً.

یہ متن ایک دوسری سند سے بھی آتا ہے جو ضعیف ہے - کتاب اِخبار القضاۃ از وَکیع (المتوفی: 306ھ) میں ہے

أَخْبَرَنِي جعفر بْن الْحَسَن؛ قال : حَدَّثَنَا وهب بْن بقية؛ قال : حَدَّثَنَا خالد، عَن عطاء بْن السائب، عَن سعيد بْن جبير، عَن ابْن عَبَّاس؛ قال : نعم القوم أنتم؛ إن كان ما كان من حلو فهو لكم، وما كان من مر هو لأهل الكتاب؛ كأنه يرى أن ذلك في المسلمين؛ الآيات الثلاث : { الْكَافِرُونَ } المائدة 44 و : { الظَّالِمُونَ } المائدة 45 و : {الْفَاسِقُونَ } المائدة 47

سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا تم اچھی قوم ہو ، جو میٹھا وہ تمہارے لئے ہے جو کڑوا ہے وہ اہل کتاب کے لئے ہے ، وہ ان آیات کو مسلمانوں پر بھی دیکھتے تھے – تین آیات { الْكَافِرُونَ } المائدة 44 و : { الظَّالِمُونَ } المائدة 45 و : {الْفَاسِقُونَ } المائدة 47

اس کی سند ضعیف ہے امام عقیلی کی رائے میں سے آخر میں بصرہ میں عطاء بن السائب المتوفی ۱۳۶ھ سے سننے والوں میں یہ لوگ ہیں

**فأما جرير وخالد بن عبد الله وابن علية وعلى بن عاصم وحماد بن سلمة وبالجملة أهل البصرة فأحاديثهم عنه مما سمع منه بعد الاختلاط لانه إنما قدم عليهم فى آخر عمره انتهى**

پس جرير اور خالد بن عبد الله اور ابن علية اور على بن عاصم اور حماد بن سلمة اور ديگر اہل بصرہ آخر ميں سننے والوں ميں ہيں اختلاط کے عالم ميں

## خوارج کی اجتہادی غلطی

خوارج کہتے تھے کہ جس نے قرآن کی کسی آیت پر اجتہادی غلطی کی وہ بھی کافر ہے اور اس آیت کو لگاتے - اس میں مسئلہ یہ تھا کہ وہ اس آیت کو اصحاب رسول پر لگا رہے تھے جن کے ایمان پر قرآن گواہ ہے ـ اصحاب رسول نے بردباری کا مظاہرہ کیا اور اس پر کہا کہ خوارج کافر نہیں ہیں وہ امیر یعنی علی کی اطاعت سے خارجی ہیں لیکن ان کا یہ انکار، کفر نہیں ہے - ابن عباس اور علی کے نزدیک خوارج کافر نہیں تھے - اگر معاملات میں اختلافات پر کوئی غلط موقف اپنا لے لیکن اللہ، اس کی کتاب، قبلہ، رسولوں اور فرشتوں کا اقراری ہو تو کافر نہیں ہو گا - خیال رہے کہ سن ۷۳ ہجری میں خوارج اور اصحاب رسول میں عقیدے کوئی اختلاف نہیں تھا بلکہ معاملات پر تھا جو بگڑ کر تاویل قرآن کا اختلاف بن گیا - ابن عباس کے حوالے سے آیا ہے کہ ان کے نزدیک ان آیات کا استعمال خوارج پر نہیں کیا جائے گا جو خلیفہ امیر علی کو نہیں مان رہے تھے ـ دوسری طرف خوراج کے نزدیک اصحاب رسول نے وہ حکم نہیں کیا جو اللہ کا تھا جس کی بنا پر علی حق پر نہیں رہے تھے ـ خوارج کہتے کہ معاویہ باغی ہے اس سے جنگ جاری رکھی جائے جبکہ علی نے اپنے اور معاویہ کے درمیان ایک فیصل مقرر کیا - خوارج نے کہا یہ تو غیر اللہ کا حکم لیا جا رہا ہے جو خلاف قرآن ہے -

راقم کہتا ہے خوارج نے ارتداد نہیں کیا تھا جنگ میں معاویہ نے علی کو تجویز دی کہ لوگ مر رہے ہیں کوئی تیسرا ثالث مقرر کرو کہ وہ اب فیصلہ کرے ورنہ امت اس طرح ایک دوسرے کو ہی قتل کر دے گی - علی نے ثالث کی بات مان لی اور جنگ صفین ختم ہو گئی - علی کے لشکر کا ایک گروہ اس پر کہنے لگا کہ یہ ثالث کا حکم کہاں سے آیا؟ قرآن میں سورہ المائدہ میں بغاوت پر کیا یہ حکم نہیں کہ ان کو قتل کرو، سولی دو؟ اس حکم کو لیا جائے کیونکہ یہ معاویہ باغی ہے - علی نے کہا کہ یہ اختلاف خلافت پر نہیں قصاص عثمان پر ہے اور اختلاف جو معاملات پر ہو، ان میں حکم یعنی فیصلہ کرنے والا مقرر کیا جا سکتا ہے مثلا قرآن میں ہے طلاق میں ایک ثالث مقرر کرو یا دیگر مسائل میں

اس پر ابن عباس نے ان کو آیات سنائیں کہ اللہ کا حکم ہے کہ

[يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُم} [المائدة: 95] ، وبقوله: {فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا} [النساء: 35

عدل والا ان میں حکم کرے

اور

اپنے اہل میں حکم کرنے والا کرو

یعنی یہاں غیر اللہ کا حکم لینے کا اللہ نے حکم کیا ہے – ان دو آیات کا تعلق معاملات سے ہے – لہذا یہاں پر سورہ مائدہ کی آیات نہیں لگیں گی اگر معاویہ کو یا کسی صحابی کو فیصلہ کرنے والا بنا دیا جائے

اس تناظر میں ابن عباس نے ان آیات کی تفسیر کی ہے کہ معاملات میں سورہ مائدہ کی لم يحكم بما انزل الله والی آیات نہیں لگے گی

راقم کہتا ہے اگر کوئی شخص اللہ کے حکم کو پسند نہ کرے مثلا شراب پینا پسند کرے اور کہے کہ خواہ ماخواہ اللہ نے اس کو حرام کیا تو یہ کفر ہے اس سے یہ شخص مرتد ہو جائے گا۔ اگر کہے شراب حرام ہے لیکن پیتا ہوں تو یہ عاصی گناہ گار ہے کافر نہیں [11] –

وہ خوارج جو علی رضی اللہ عنہ سے قتال کر رہے تھے ان کے عقائد میں کوئی خرابی معلوم نہیں بلکہ ان کی تفسیری آراء میں خرابی پیدا ہوئی اور وہ فتنہ و فساد پر اتر آئے

مسند احمد۔ جلد اول۔ حدیث 621

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مرویات

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عِيسَى الطَّبَّاعُ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عِيَاضِ بْنِ عَمْرٍو الْقَارِيِّ قَالَ جَاءَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَدَّادٍ فَدَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا وَنَحْنُ عِنْدَهَا جُلُوسٌ مَرْجِعَهُ مِنْ الْعِرَاقِ لَيَالِيَ قُتِلَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَتْ لَهُ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ شَدَّادٍ هَلْ أَنْتَ صَادِقِي عَمَّا أَسْأَلُكَ عَنْهُ تُحَدِّثُنِي عَنْ هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ الَّذِينَ قَتَلَهُمْ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ وَمَا لِي لَا أَصْدُقُكِ قَالَتْ فَحَدِّثْنِي عَنْ قِصَّتِهِمْ قَالَ فَإِنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَمَّا كَاتَبَ مُعَاوِيَةَ وَحَكَمَ الْحَكَمَانِ خَرَجَ عَلَيْهِ ثَمَانِيَةُ آلَافٍ مِنْ قُرَّاءِ النَّاسِ فَنَزَلُوا بِأَرْضٍ يُقَالُ لَهَا حَرُورَاءُ مِنْ جَانِبِ الْكُوفَةِ وَإِنَّهُمْ عَتَبُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا انْسَلَخْتَ مِنْ قَمِيصٍ أَلْبَسَكَهُ اللَّهُ تَعَالَى وَاسْمٍ سَمَّاكَ اللَّهُ تَعَالَى بِهِ ثُمَّ انْطَلَقْتَ فَحَكَّمْتَ فِي دِينِ اللَّهِ فَلَا حُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ تَعَالَى فَلَمَّا أَنْ بَلَغَ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَا عَتَبُوا عَلَيْهِ وَفَارَقُوهُ عَلَيْهِ فَأَمَرَ مُؤَذِّنًا فَأَذَّنَ أَنْ لَا

---

[11] لیکن محدثین کی ایک جماعت کہتی ہے یہ بھی کافر ہے اس کا ذکر پچھلے ابواب میں گذر چکا ہے

يَدْخُلَ عَلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ إِلَّا رَجُلٌ قَدْ حَمَلَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا أَنْ امْتَلَأَتْ الدَّارُ مِنْ قُرَّاءِ النَّاسِ دَعَا بِمُصْحَفٍ إِمَامٍ عَظِيمٍ فَوَضَعَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَجَعَلَ يَصُكُّهُ بِيَدِهِ وَيَقُولُ أَيُّهَا الْمُصْحَفُ حَدِّثْ النَّاسَ فَنَادَاهُ النَّاسُ فَقَالُوا يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَا تَسْأَلُ عَنْهُ إِنَّمَا هُوَ مِدَادٌ فِي وَرَقٍ وَنَحْنُ نَتَكَلَّمُ بِمَا رُوِينَا مِنْهُ فَمَاذَا تُرِيدُ قَالَ أَصْحَابُكُمْ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ خَرَجُوا بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ كِتَابُ اللَّهِ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى فِي كِتَابِهِ فِي امْرَأَةٍ وَرَجُلٍ وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقْ اللَّهُ بَيْنَهُمَا فَأُمَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْظَمُ دَمًا وَحُرْمَةً مِنْ امْرَأَةٍ وَرَجُلٍ وَنَقَمُوا عَلَيَّ أَنْ كَاتَبْتُ مُعَاوِيَةَ كَتَبَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَقَدْ جَاءَنَا سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحُدَيْبِيَةِ حِينَ صَالَحَ قَوْمَهُ قُرَيْشًا فَكَتَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ فَقَالَ سُهَيْلٌ لَا تَكْتُبْ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ فَقَالَ كَيْفَ نَكْتُبُ فَقَالَ اكْتُبْ بِاسْمِكَ اللَّهُمَّ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاكْتُبْ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ لَوْ أَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ لَمْ أُخَالِفْكَ فَكَتَبَ هَذَا مَا صَالَحَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قُرَيْشًا يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى فِي كِتَابِهِ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ فَبَعَثَ إِلَيْهِمْ عَلِيٌّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَخَرَجْتُ مَعَهُ حَتَّى إِذَا تَوَسَّطْنَا عَسْكَرَهُمْ قَامَ ابْنُ الْكَوَّاءِ يَخْطُبُ النَّاسَ فَقَالَ يَا حَمَلَةَ الْقُرْآنِ إِنَّ هَذَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَمَنْ لَمْ يَكُنْ يَعْرِفُهُ فَأَنَا أُعَرِّفُهُ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ مَا يَعْرِفُهُ بِهِ هَذَا مِمَّنْ نَزَلَ فِيهِ وَفِي قَوْمِهِ قَوْمٌ خَصِمُونَ فَرُدُّوهُ إِلَى صَاحِبِهِ وَلَا تُوَاضِعُوهُ كِتَابَ اللَّهِ فَقَامَ خُطَبَاؤُهُمْ فَقَالُوا وَاللَّهِ لَنُوَاضِعَنَّهُ كِتَابَ اللَّهِ فَإِنْ جَاءَ بِحَقٍّ نَعْرِفُهُ لَنَتَّبِعَنَّهُ وَإِنْ جَاءَ بِبَاطِلٍ لَنُبَكِّتَنَّهُ بِبَاطِلِهِ فَوَاضَعُوا عَبْدَ اللَّهِ الْكِتَابَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَرَجَعَ مِنْهُمْ أَرْبَعَةُ آلَافٍ كُلُّهُمْ تَائِبٌ فِيهِمْ ابْنُ الْكَوَّاءِ حَتَّى أَدْخَلَهُمْ عَلَى عَلِيٍّ الْكُوفَةَ فَبَعَثَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى بَقِيَّتِهِمْ فَقَالَ قَدْ كَانَ مِنْ أَمْرِنَا وَأَمْرِ النَّاسِ مَا قَدْ رَأَيْتُمْ فَقِفُوا حَيْثُ شِئْتُمْ حَتَّى تَجْتَمِعَ أُمَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَنْ لَا تَسْفِكُوا دَمًا حَرَامًا أَوْ تَقْطَعُوا سَبِيلًا أَوْ تَظْلِمُوا ذِمَّةً فَإِنَّكُمْ إِنْ فَعَلْتُمْ فَقَدْ نَبَذْنَا إِلَيْكُمْ الْحَرْبَ عَلَى سَوَاءٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا يَا ابْنَ شَدَّادٍ فَقَدْ قَتَلَهُمْ فَقَالَ وَاللَّهِ مَا بَعَثَ إِلَيْهِمْ حَتَّى قَطَعُوا السَّبِيلَ وَسَفَكُوا الدَّمَ وَاسْتَحَلُّوا أَهْلَ الذِّمَّةِ فَقَالَتْ أَاللَّهِ قَالَ أَاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَقَدْ كَانَ قَالَتْ فَمَا شَيْءٌ بَلَغَنِي عَنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ يَتَحَدَّثُونَهُ يَقُولُونَ ذُو الثُّدَيِّ وَذُو الثُّدَيِّ قَالَ قَدْ رَأَيْتُهُ وَقُمْتُ مَعَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَيْهِ فِي الْقَتْلَى فَدَعَا النَّاسَ فَقَالَ أَتَعْرِفُونَ هَذَا فَمَا أَكْثَرَ مَنْ جَاءَ يَقُولُ قَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَسْجِدِ بَنِي فُلَانٍ يُصَلِّي وَرَأَيْتُهُ فِي مَسْجِدِ بَنِي فُلَانٍ يُصَلِّي وَلَمْ يَأْتُوا فِيهِ بِثَبَتٍ يُعْرَفُ إِلَّا ذَلِكَ قَالَتْ فَمَا قَوْلُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حِينَ قَامَ عَلَيْهِ كَمَا يَزْعُمُ أَهْلُ الْعِرَاقِ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ قَالَتْ هَلْ سَمِعْتَ مِنْهُ أَنَّهُ قَالَ غَيْرَ ذَلِكَ قَالَ اللَّهُمَّ لَا قَالَتْ أَجَلْ صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ يَرْحَمُ اللَّهُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِنَّهُ كَانَ مِنْ كَلَامِهِ لَا يَرَى شَيْئًا يُعْجِبُهُ إِلَّا قَالَ صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ فَيَذْهَبُ أَهْلُ الْعِرَاقِ يَكْذِبُونَ عَلَيْهِ وَيَزِيدُونَ عَلَيْهِ فِي الْحَدِيثِ

عبیداللہ بن عیاض کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چند روز بعد عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ عراق سے واپس آکر عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت ہم لوگ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے، عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے فرمایا عبداللہ! میں تم سے جو پوچھوں گی، اس کا صحیح جواب دو گے؟ کیا تم مجھے ان لوگوں کے بارے بتا سکتے ہو جنہوں نے علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں آپ سے سچ کیوں نہیں بولوں گا، فرمایا کہ پھر مجھے ان کا قصہ سناؤ۔ عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ جب علی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے خط وکتابت شروع کی اور دونوں

ثالثوں نے اپنا اپنا فیصلہ سنا دیا، تو آٹھ ہزار لوگ جنہیں قراء کہا جاتا تھا، نکل کر کوفہ کے ایک طرف حروراء نامی علاقے میں چلے گئے، وہ لوگ علی رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوگئے تھے اور ان کا یہ کہنا تھا کہ اللہ نے آپ کو جو قمیص پہنائی تھی، آپ نے اسے اتار دیا اور اللہ نے آپ کو جو نام عطاء کیا تھا آپ نے اسے اپنے آپ سے دور کر دیا، پھر آپ نے جاکر دین کے معاملے ثالث کو قبول کر لیا، حالانکہ حکم تو صرف اللہ کا ہی چلتا ہے۔ علی رضی اللہ عنہ کو جب یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ لوگ ان سے ناراض ہو کر جدا ہوگئے ہیں تو انہوں نے منادی کو یہ نداء لگانے کا حکم دیا کہ امیر المومنین کے پاس صرف وہی شخص آئے جس نے قرآن کریم اٹھار کھا ہو، جب ان کا گھر قرآن پڑھنے والوں سے بھر گیا تو انہوں نے قرآن کریم کا ایک بڑا نسخہ منگوا کر اپنے سامنے رکھا، اور اسے اپنے ہاتھ سے ہلاتے ہوئے کہنے لگے اے قرآن! لوگوں کو بتا، یہ دیکھ کر لوگ کہنے لگے امیر المومنین! آپ اس نسخے سے کیا پوچھ رہے ہیں؟ یہ تو کاغذ میں روشنائی ہے، ہاں! اس کے حوالے ہم تک جو احکام پہنچے ہیں وہ ہم ایک دوسرے سے بیان کرتے ہیں، آپ کا اس سے مقصد کیا ہے؟ فرمایا تمہارے یہ ساتھی جو ہم سے جدا ہو کر چلے گئے ہیں، میرے اور ان کے درمیان قرآن کریم ہی فیصلہ کرے گا، اللہ تعالیٰ خود قرآن کریم میں میاں بیوی کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ اگر تمہیں ان دونوں کے درمیان ناچاقی کا اندیشہ ہو تو ایک ثالث مرد کی طرف سے اور ایک ثالث عورت کے اہل خانہ کی طرف سے بھیجو، اگر ان کی نیت محض اصلاح کی ہوئی تو اللہ ان دونوں کے درمیان موافقت پیدا فرما دے گا، میرا خیال ہے کہ ایک آدمی اور ایک عورت کی نسبت پوری امت کا خون اور حرمت زیادہ اہم ہے (اس لئے اگر میں نے اس معاملہ میں ثالثی کو قبول کیا تو کونسا گناہ کیا؟) اور انہیں اس بات پر جو غصہ ہے کہ میں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ خط وکتابت کی ہے (تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو پھر مسلمان اور صحابی ہیں) جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ میں تھے اور سہیل بن عمرو ہمارے پاس آیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم قریش سے صلح کی تھی تو اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ہی لکھوایا تھا، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اس پر سہیل نے کہا کہ آپ اس طرح مت لکھوایئے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر کس طرح لکھوائیں؟ اس نے کہا کہ آپ باسمک اللھم لکھیں۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نام محمد رسول اللہ لکھوایا تو اس نے کہا کہ اگر میں آپ کو اللہ کا پیغمبر مانتا تو کبھی آپ کی مخالفت نہ کرتا، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ لکھوائے

ہذا ماصالح محمد بن عبداللہ قریشا

اور اللہ فرماتا ہے کہ پیغمبر اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں تمہارے لئے بہترین نمونہ موجود ہے (میں نے تو اس نمونے کی پیروی کی ہے) اس کے بعد علی رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس سمجھانے کے لئے بھیجا، راوی کہتے ہیں کہ میں بھی ان کے ساتھ گیا تھا، جب ہم ان کے وسط لشکر میں پہنچے تو ابن الکواء نامی ایک شخص لوگوں کے سامنے تقریر کرنے کے لئے کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اے

حاملین قرآن ! یہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ آئے ہیں، جو شخص انہیں نہ جانتا ہو، میں اس کے سامنے ان کا تعارف قرآن کریم سے پیش کر دیتا ہوں، یہ وہی ہیں کہ ان کے اور ان کی قوم کے بارے میں قرآن کریم میں قوم خصمون، یعنی جھگڑالو قوم کا لفظ وارد ہوا ہے، اس لئے انہیں ان کے ساتھی یعنی علی رضی اللہ عنہ کے پاس واپس بھیج دو اور کتاب اللہ کو ان کے سامنے مت بچھاؤ۔ یہ سن کر ان کے خطباء کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ بخدا ! ہم تو ان کے سامنے کتاب اللہ کو پیش کریں گے، اگر یہ حق بات لے کر آئے ہیں تو ہم ان کی پیروی کریں گے اور اگر یہ باطل لے کر آئے ہیں تو ہم اس باطل کو خاموش کرا دیں گے، چنانچہ تین دن تک وہ لوگ کتاب اللہ کو سامنے رکھ کر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مناظرہ کرتے رہے، جس کے نتیجے میں ان میں سے چار ہزار لوگ اپنے عقائد سے رجوع کر کے توبہ تائب ہو کر واپس آ گئے، جن میں خود ابن الکواء بھی شامل تھا اور یہ سب کے سب علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اس کے بعد علی رضی اللہ عنہ نے بقیہ افراد کی طرف قاصد کے ذریعے یہ پیغام بھجوا دیا کہ ہمارا اور ان لوگوں کا جو معاملہ ہوا وہ تم نے دیکھ لیا، اب تم جہاں چاہو ٹھہرو، تا آنکہ امت مسلمہ متفق ہو جائے، ہمارے اور تمہارے درمیان یہ معاہدہ ہے کہ تم ناحق کسی کا خون نہ بہاؤ، ڈاکے نہ ڈالو اور ذمیوں پر ظلم و ستم نہ ڈھاؤ، اگر تم نے ایسا کیا تو ہم تم پر جنگ مسلط کر دیں گے کیونکہ اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

یہ ساری روئیداد سن کر عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ابن شداد ! کیا انہوں نے پھر قتال کیا ان لوگوں سے ؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم ! علی رضی اللہ عنہ نے اس وقت تک ان کے پاس اپنا کوئی لشکر نہیں بھیجا جب تک انہوں نے مذکورہ معاہدے کو ختم نہ کر دیا انہوں نے ڈاکے ڈالے، لوگوں کا خون ناحق بہایا، اور ذمیوں پر دست درازی کو حلال سمجھا، عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا بخدا ! ایسا ہی ہوا ہے ؟ انہوں نے کہا جی ہاں ! اس اللہ کی قسم ! جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، ایسا ہی ہوا ہے۔ پھر عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا کہ اس بات کی کیا حقیقت ہے جو مجھ تک اہل عراق کے ذریعے پہنچی ہے کہ ذوالثدی نامی کوئی شخص تھا ؟ عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے خود اس شخص کو دیکھا ہے اور مقتولین میں اس کی لاش پر علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑا بھی ہوا ہوں اس موقع پر علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بلا کر پوچھا تھا کیا تم اس شخص کو جانتے ہو ؟ اکثر لوگوں نے یہی کہا کہ میں نے اسے فلاں محلے کی مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، میں نے اسے فلاں محلے کی مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، کوئی مضبوط بات جس سے اس کی پہچان ہو سکتی، وہ لوگ نہ بتا سکے۔ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا کہ جب علی رضی اللہ عنہ اس کی لاش کے پاس کھڑے تھے تو انہوں نے کیا وہی بات کہی تھی جو اہل عراق بیان کرتے ہیں ؟ انہوں نے کہا کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا:

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ آپ نے اس کے علاوہ بھی ان کے منہ سے کوئی بات سنی ؟ انہوں نے کہا بخدا ! نہیں، فرمایا اچھا ٹھیک ہے، اللہ علی پر رحم فرمائے، یہ ان کا تکیہ کلام ہے، یہی وجہ ہے کہ انہیں جب بھی کوئی چیز اچھی یا تعجب خیز معلوم ہوتی ہے تو وہ یہی کہتے ہیں

کہ اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا، اور اہل عراق ان کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرنا شروع کر دیتے ہیں اور اپنی طرف سے بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں

یہ روایت صحیح ہے-

وہ لوگ جنہوں نے علی کو خلیفہ ماننے سے انکار کیا ان کو خروج کرنے والا یا خارجی کہا جاتا ہے- اس نظریہ کے لوگ کہ علی نے معاویہ سے معاہدہ کر کے غلطی کی آج بھی ہیں اور ان کو اباضیہ کہا جاتا ہے اور یہ عمان الجزائر تیونس میں رہتے ہیں— عمان کی حکومت اباضی ہے دور نبوی سے بھی قبل سے یہ علاقہ قبیلہ ازد کا مسکن ہے جو خارجی نظریات کو ابن عباس اور حجاج بن یوسف کی زندگی میں اپنا چکا تھا اور آج تک یہ اسی عقیدہ کے حامل ہیں- حروریہ سے علی کی جنگ ان کی خلافت سے خروج کی وجہ سے ہوئی کیونکہ وہ بیعت دے کر علی کو چھوڑ چکے تھے اور اولوالامر کی اطاعت کے منکر ہو گئے تھے— حروریہ علی رضی اللہ عنہ کے اجتھاد کے خلاف تھے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح ہو وہ کسی بھی طرح یہ قبول نہیں کر پائے اور علی رضی اللہ عنہ سے ہی حجت کرنے لگے ان سے قتال کا علی نے کوئی حکم نہیں دیا جب تک انہوں نے خود فساد فی الارض کا مظاہرہ نہیں کیا، نہ فوراً ان کو عاد و ثمود کہا نہ کہ کسی حدیث رسول کی روشنی میں ان کا قتل عام- بلکہ ابن عبّاس رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ ان کو سمجھائیں —لہذا علی کا ان خوارج سے قتال بطور حاکم حد شرعی کا نفاذ تھا تاکہ قانون کی بالادستی ہو اور باغی لوگوں سے لوٹ مار بند کریں

ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی اگر کوئی وہ حکم نہ کرے جو اللہ نے دیا ہو تو وہ کافر ہے

الفاظ لیکن اللہ اور اس کی کتابوں اور فرشتوں کا کفر کرنے جیسا نہیں ہے، یہ اصل میں طاؤس کے الفاظ ہیں

مبشر احمد ربانی کہتے ہیں

مسئلہ تکفیر اور اس کے اصول و ضوابط 64

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وقال ابن عباس وغير واحد من السلف في قوله تعالى: ﴿وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْكَٰفِرُونَ﴾، ﴿فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْفَٰسِقُونَ﴾ و ﴿الظَّٰلِمُونَ﴾ كفر دون كفر، وفسق دون فسق، وظلم دون ظلم، وقد ذكر ذلك أحمد والبخاري وغيرهما.“

[مجموع الفتاوى لابن تيميه: ٧/ ٥٢٢]

”عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور بہت سارے سلف صالحین نے اللہ کے فرمان: ﴿وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْكَٰفِرُونَ﴾، ﴿فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْفَٰسِقُونَ﴾ اور ﴿الظَّٰلِمُونَ﴾ کے بارے میں کہا ہے: یہ کفر دون کفر، فسق دون فسق اور ظلم دون ظلم ہیں اور یہ بات امام احمد ابن حنبل اور امام بخاری وغیرہما نے بیان کی ہے۔

لیکن یہ مغالطہ اس روایت سے جنم لے رہا ہے جس کی سند ضعیف ہے[12]۔ آخر اہل کتاب تو یہ کام کر کے کافر ہو جائیں لیکن مسلمان کہلانے والے نہ ہوں کیسے ممکن ہے؟

اہل کتاب اللہ کی آیات کو چھپا دیتے تھے تاکہ ان پر عمل نہ کرنا پڑے مثلا رجم کی سزا والی حدیث میں اس کا ذکر موجود ہے۔ وہ قصاص کے قوانین کو بدل رہے تھے۔ اس بنا پر احکام کو چھپانے پر کہا گیا کہ وہ حکم نہ کیا جو احکام میں ہے تو کفر کیا اور یہ کفر اصغر نہیں ہے۔ کیا آیات کو

12 مستدرک کی روایت میں هشام بن حجير المكي ہے جو ابن جریج کے شیوخ میں سے ہے اس کو ابن معین اور احمد نے ضعیف کہا ہے - اس قول کی اور سندیں بھی ہیں جو صحیح ہیں مثلا تفسیر عبد الرزاق والی روایت ہے جس میں الفاظ " لیکن اللہ اور اس کی کتابوں اور فرشتوں کا کفر کرنے جیسا نہیں ہے " کو ابن طاؤس کا قول کہا گیا ہے نہ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا

چھپانا ایسا ہے جیسا ایک بیوی اپنے شوہر کی ناشکری کرتی ہو؟ ہر گز نہیں لیکن مبشر احمد ربانی نے آیات چھپانے یعنی وہ حکم نہ کرنا جو اللہ نے دیا اس کو کفر اصغر بنا دیا ہے اور مثال دی

65 مسئلہ تکفیر اور اس کے اصول وضوابط

① سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« أُرِيتُ النَّارَ فَإِذَا أُكْثَرُ أَهْلِهَا النِّسَاءُ يَكْفُرْنَ قِيلَ أَيَكْفُرْنَ بِاللّٰهِ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ » [ بخاری، کتاب الإیمان، باب کفران العشیر وکفر دون کفر : ۲۹۔ مسلم : ۹۰۷ ]

''مجھے آگ دکھلائی گئی تو اچانک دیکھا کہ اس میں اکثر عورتیں ہیں جو کفر کرتی ہیں۔'' کہا گیا : کیا اللہ کے ساتھ کفر کرتی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ''وہ خاوندوں اور احسان کے ساتھ کفر کرتی ہیں، اگر تو ان میں سے کسی ایک کی طرف لمبا زمانہ احسان کرتا رہے پھر وہ تجھ میں کوئی چیز دیکھ لے تو کہہ دیتی ہے کہ میں نے تجھ میں کبھی بھی خیر نہیں دیکھی۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

"یطلق علیها الکفر لکنه کفر لایخرج عن الملة." [فتح الباري : ۱۵۶/۱ ]

''عورت کی نافرمانی پر کفر کا اطلاق کیا گیا ہے، لیکن یہ ایسا کفر ہے جو ملت اسلامیہ سے خارج نہیں کرتا۔''

بلاشبہ بیویوں کا یہ عمل ان کو کافر مطلق نہیں کرتا لیکن اس کی سزا جہنم ہے — حدیث میں ہے کہ میں نے عورتوں کو جہنم میں دیکھا — پوچھا گیا کیوں؟ فرمایا کہ شوہر کی ناشکری کرتی ہیں- یہ کفران نعمت تو ہے لیکن سورہ المائدہ کی آیات کا مطلب اس سے کہیں بڑھ کر سنجیدہ ہے

اگر کلمہ گو حاکم وہ حکم کرے جو اللہ کا نہیں تو وہ طاغوت ہے — اس پر اہل حدیث عالم یوسف ربانی کی طرف مولانا مودودی کا حوالہ دیا جاتا ہے لیکن بات بدل دی جاتی ہے

مولانا مودودی لکھتے ہیں: طاغوت، لغت کے اعتبار سے ہر اس شخص کو کہا جائے گا جو اپنی جائز حد سے تجاوز کر گیا ہو، قرآن کی اصطلاح میں طاغوت سے مراد وہ بندہ ہے جو بندگی کی حد سے تجاوز کر کے خود آقائی و خداوندی کا دم بھرے اور خدا کے بندوں سے اپنی بندگی کرائے۔ خدا کے مقابلے میں ایک بندے کی سرکشی کے تین مرتبے ہیں: پہلا مرتبہ یہ ہے کہ بندہ اصولاً اس کی فرمانبرداری ہی کو حق مانے مگر عملاً اس کے احکام کی خلاف ورزی کرے اس کا نام فسق ہے۔

دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ وہ اس کی فرمانبرداری سے اصولاً منحرف ہو کر یا تو خود مختار بن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جائے یا اس کے سوا کسی اور کی بندگی کرنے لگے یہ کفر ہے۔

تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ وہ مالک سے باغی ہو کر اس کے ملک اور اس کی رعیت میں خود اپنا حکم چلانے لگے اس آخری مرتبے پر جو بندہ پہنچ جائے اسی کا نام طاغوت ہے اور کوئی شخص صحیح معنوں میں اللہ کا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اس طاغوت کا منکر نہ ہو۔''

[ تفهيم القرآن تفسير البقرة : ٢٥٦ ]

مودودی کے نزدیک اپنا حکم دینا طاغوت کا تیسرا درجہ (یعنی آخری درجہ) ہے لیکن یوسف ربانی کہتے ہیں

مندرجہ بالا علماء و محدثین کی تصریحات سے یہ بات ثابت ہے کہ کسی کلمہ گو کو طاغوت قرار دینا ثابت نہیں ہے، خوارج کی یہی بنیادی کجی ہے کہ وہ طاغوت کی اصطلاح کلمہ گو حکمران طبقہ پر چسپاں کرتے ہیں۔

یوسف ربانی کے قول سے مودودی خارجی سوچ کے حامل بنتے ہیں کیونکہ وہ کہہ رہے ہیں کہ حکمران طبقہ اگر اپنا حکم چلانے لگے تو اس درجہ کا نام طاغوت ہے لیکن اہل حدیثیوں کا ایک ہی سانس میں طاغوت یہ تعریف کرنا اور پھر کہنے لگ جانا کہ جو ایسا کہے وہ طاغوت نہیں ہے سمجھ سے باہر ہے۔

مودودی جمہوریت پسند واقع ہوئے تھے لہٰذا وہ کس طرح اپنے اس قول میں تطبیق دیتے تھے یہ راقم کے علم میں نہیں –اسی طرح تمام حربی اور مذہبی تنظیمیں بھی جمہوریت کے خلاف مضامین اور تقریریں کرتی رہتی ہیں پھر یہ الیکشن میں شامل ہوتی ہیں- یہ راقم کو سمجھ نہیں آیا کہ اگران کے نزدیک جمہوریت غیر شرعی نظام ہے تو پھر اس میں شامل کیوں ہو جاتے ہیں –اس مسئلہ میں ان کا اتحاد و اتفاق نہیں ہے

| خواجہ محمد قاسم \ کراچی کا عثمانی مذہب | کتاب مسئلہ تکفیر اور اس کے اصول و ضوابط از مبشر احمد ربانی میں صلاح الدین یوسف نے لکھا ہے |
| --- | --- |
| جمہوریت :۔ جمہوریت کے بارے میں عثمانی صاحب کی کوئی تحریر میری نظر سے نہیں گزری۔ البتہ ان کے مریدوں کی زبانی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک ووٹ ڈالنا بھی شرک ہے۔ اس مسئلہ میں اصلاح کی واقعی بہت گنجائش ہے کوئی اس کا نعم البدل نظام مل جائے تو ہمیں اسے قبول کر کے بہت خوشی ہو گی یہ آمریت ہے بہر حال بہتر ہے اسے شرک کہنا تو ایسے ہی ہے جیسے خارجیوں کا تحکیم کو کفر کہنا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہوتی ہو تو جمہوریت کو ہونے کی چنداں ضرورت نہیں مسلمانوں کا امیر اللہ کی کسی تازہ وحی کے ساتھ نہیں بلکہ وشاورھم فی الامر کے تحت بندوں کی آراء ہی سے منتخب ہوتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ہر کس وناکس کو حق رائے دہی نہیں ملنا چاہیے یہ نہایت غلط طریق کار ہے یہ گدھے اور گھوڑے کو برابر سمجھ لینے سے بھی بڑا ظلم ہے اس طوفان<br>محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ<br>www.KitaboSunnat.com<br>بد تمیزی سے ملک میں کسی صالح انقلاب کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ آپ اس | ) ''اسلام کی یہ ہدایت موجودہ مغربی جمہوریت سے یکسر مختلف ہے جس میں حزب اختلاف کا وجود نہایت ضروری ہے، جس کا کام ہی ہر وقت حکومت پر تنقید اور اس کے خلاف لوگوں کو خروج و بغاوت پر آمادہ کرنا ہے تاکہ وہ حکومت ناکام اور لوگوں کی نظروں میں ذلیل ہو جائے اور پھر وہ خود اس کی جگہ اقتدار پر فائز ہو جائے۔ اسلام میں حزب اختلاف اور حزب اقتدار کا یہ تصور نہیں ہے، سب ایک ہی امت ہیں، ایک ہی کشتی کے سوار ہیں جن کے مفادات اور مقاصد بھی ایک ہی ہیں اور حکمرانوں کی کوتاہیوں کے باوجود عوام کو ان کے خلاف خروج و بغاوت پر آمادہ کرنا جرم ہے، کیونکہ ہر چند سالوں کے بعد عام انتخابات پر قوم کے کروڑوں بلکہ اربوں روپے برباد کر دینا اور گلی گلی، کوچے کوچے بلکہ گھر گھر میں انتشار و تفریق کے بیج بونا بھی اسلامی تعلیمات سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا۔ اسلام میں حکمرانی کے لیے چند سالوں کی حد مقرر نہیں ہے اور نہ وہ جلد جلد حکمرانوں کے عزل و نصب کو پسند ہی کرتا ہے۔ ان کی کوتاہیوں کو برداشت کرنے کی تاکید میں بھی یہی حکمت ہے تاکہ ایک حکمران کو حکومت کرنے کا زیادہ سے زیادہ وقت ملے کہ اسی میں عوام کا بھی مفاد ہے اور ملک کا استحکام بھی۔ کاش لوگ مغربی جمہوریت کے اس فریب اور سراب سے نکلیں اور اسلامی ہدایات کی روشنی میں اپنا نظام حکومت ترتیب دیں۔ [ جلد اول، ص : ٦١٧، طبع جدید ] |

یعنی مغربی جمہوریت ایک خلاف اسلام نظم ہے دوسرا کہہ رہا ہے نہیں ہے

کتاب حرمت مسلم اور مسئلہ تکفیر از یوسف ربانی بتاتے ہیں کہ اپنا فیصلہ صادر کرنا کفر ہے

① استحلال: اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے خلاف کسی فیصلہ کو جائز اور حلال سمجھنا۔
شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس شخص کے کافر ہونے پر علماء کا اجماع ہے جس نے کسی ایسی چیز کو حلال سمجھا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا، یا حلال چیز کو حرام سمجھا جسے اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے۔[ فتاوی ابن باز : ۲/ ۳۳۰]

② تبدیل: اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کو ہٹا کر اس کی جگہ اپنا فیصلہ ثابت کرے اور اسے شریعت کی طرف منسوب کرے۔ایسا کرنے والا شخص بالاجماع کافر و مرتد ہے۔
[ فتاوی ابن تیمیة : ۳/ ۲۶۷ ]

صحیح بخاری کی حدیث ہے

حدیث نمبر: 7055

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ، حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنْ بُكَيْرٍ ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ ، عَنْ جُنَادَةَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ ، قَالَ: "دَخَلْنَا عَلَى عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ وَهُوَ مَرِيضٌ، قُلْنَا: أَصْلَحَكَ اللَّهُ، حَدِّثْ بِحَدِيثٍ يَنْفَعُكَ اللَّهُ بِهِ سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: دَعَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَايَعْنَاهُ.

ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا، کہا مجھ سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، ان سے عمرو بن حارث نے، ان سے بکیر بن عبداللہ نے، ان سے بسر بن سعید نے، ان سے جنادہ بن ابی امیہ نے بیان کیا کہ ہم عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے وہ مریض تھے اور ہم نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ آپ کو صحت عطا فرمائے۔ کوئی حدیث بیان کیجئے جس کا نفع آپ کو اللہ تعالیٰ پہنچائے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ العقبہ میں سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بلایا اور ہم نے آپ سے بیعت کی۔

حدیث نمبر: 7056

فَقَالَ فِيمَا أَخَذَ عَلَيْنَا: أَنْ بَايَعَنَا عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي مَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا، وَعُسْرِنَا وَيُسْرِنَا، وَأَثَرَةً عَلَيْنَا، وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللَّهِ فِيهِ بُرْهَانٌ".

انہوں (عبادہ بن صامت) نے بیان کیا کہ جن باتوں کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے عہد لیا تھا ان میں یہ بھی تھا کہ خوشی و

ناگواری، تنگی اور کشادگی اور اپنی حق تلفی میں بھی اطاعت وفرمانبرداری کریں اور یہ بھی کہ حکمرانوں کے ساتھ حکومت کے بارے میں اس وقت تک جھگڑا نہ کریں جب تک ان کو اعلانیہ کفر کرتے نہ دیکھ لیں۔ اگر وہ اعلانیہ کفر کریں تو تم کو اللہ کے پاس سے دلیل مل جائے گی۔

| یوسف ربانی کتاب حرمت مسلم ص ۸۰ | مبشر ربانی کتاب مسئلہ تکفیر ص ۱۸۲ |
| --- | --- |
| ③ "بواحا": یعنی ایسا واضح اور صریح کفر جس میں تاویل کی گنجائش نہ ہو اور اگر اس میں تاویل کی گنجائش ہو اور ہم اس کو کفر سمجھ رہے ہوں اور حکمران اس کو کفر نہ سمجھتے ہوں خواہ اپنے اجتہاد کی بنا پر یا کسی مجتہد کی تقلید کی بنا پر۔ پھر بھی ہم ان سے منازعت نہیں کریں گے، اسی لیے امام احمد رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جس شخص نے یہ کہا کہ قرآن مخلوق ہے وہ کافر ہے اور مامون الرشید خلقِ قرآن کا قائل تھا اور لوگوں کو اس کی دعوت دیتا تھا اور ترغیب دلاتا تھا اس کے باوجود امام احمد اس کو امیر المؤمنین کہتے تھے، کیونکہ امام احمد یہ سمجھتے تھے کہ خلق قرآن کا قول مامون کی نسبت سے صریح کفر نہیں ہے۔ (اس کا یہ کفر تاویل یا تقلید کی بنا پر تھا)<br>یعنی یہ لازم ہے کہ کفر صریح ہو جو تاویل کا احتمال نہ رکھتا ہو۔ اگر تاویل کا احتمال رکھتا ہو تو پھر بھی ہم ان سے منازعت نہیں کریں گے۔ (البتہ اس کے کفریہ عقیدے کی اصلاح ضرور کریں گے۔) | ③ «بواحًا» یعنی ایسا صریح اور واضح کفر ہو جس میں تاویل کی گنجائش نہ ہو، اگر اس میں تاویل ہو اور ہم اسے کفر سمجھ رہے ہوں لیکن وہ اسے کفر نہ سمجھ رہے ہوں خواہ وہ اسے اپنے اجتہاد کی وجہ سے کفر نہ سمجھتے ہوں یا جو ان کے خیال میں مجتہد ہے اس کی تقلید کرتے ہوئے کفر نہ سمجھتے ہوں تو ہم ان سے جھگڑا نہیں کریں گے اگرچہ وہ فی نفسہ کفر ہو۔ اسی لیے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے تھے:<br>"جو شخص قرآن کو مخلوق کہے وہ لازماً کافر ہے اور مامون (جو اس وقت حکمران تھا) کہتا تھا قرآن مخلوق ہے اور لوگوں کو اس عقیدے کی دعوت بھی دیتا رہتا تھا اور ترغیب بھی۔ اس کے باوجود امام احمد رحمہ اللہ اسے امیر المومنین کہتے تھے، اس لیے کہ وہ سمجھتے تھے کہ قرآن کو مخلوق ماننا اس کی نسبت سے بواح اور صریح نہیں ہے۔ ضروری ہے کہ وہ کفر صریح ہو تاویل کا احتمال نہ رکھتا ہو، اگر تاویل کا احتمال موجود ہو تو ہمارے لیے ان کے ساتھ جھگڑا کرنا حلال نہیں ہے۔" |

ایک منٹ ! کفریہ عقیدہ اگر تاویل کی بنا پر نہیں بنایا جاتا تو پھر کس بنیاد پر بنایا جاتا ہے۔ اگر ایک عقیدہ نص سے ثابت ہے تو وہی لیا جاتا ہے۔ لیکن تاویل کر کے ہی بد عقیدہ اپنایا جاتا ہے- ایک طرف اس پر کہنا کہ مجتہد کی تقلید کی بنا پر بنائے گئے غلط عقیدے پر تکفیر نہیں کریں گے اور پھر کہنا کہ اصلاح کریں گے تو خواہ مخواہ کی فرقہ پرستی ہے جس میں اہل حدیث مبتلا ہیں

کتاب حرمت مسلم اور مسئلہ تکفیر از یوسف ربانی ص ۱۰۶ پر لکھتے ہیں

عقیدے کا تعلق دل سے ہوتا ہے، جب تک وہ عقیدۂ کفر کا اظہار اپنی زبان سے نہ کرے یعنی کفرِ بواح نہ کرے تب تک شک ہے کہ اس کا عقیدہ ایسا ہے یا نہیں؟ پس شک کی بنیاد پر دلیل قائم نہیں ہو سکتی۔

راقم کو حیرت ہے ایک طرف ایمان کو کم ہوتے ہوتے معدوم قرار دینے والے اس کو اب دل تک محدود کر رہے ہیں اور کفر بواح کیا کتب میں موجود نہیں ہے — یہ صرف دل تک محدود نہیں رہا ہے — غالی علماء اور صوفیاء نے اس کو کتب میں رقم کر دیا ہے۔

# باب ۱۰ : فہم سلف دین میں حجت نہیں

فرقے یہ دعوی کرتے ہیں کہ اٹھویں صدی کے ائمہ مثلا ابن تیمیہ و ابن کثیر و ابن قیم سلف ہیں اور وہ سلف کے مذہب پر ہیں - راقم کہتا ہے سلف سے دین لینے کا کوئی حکم قرآن و حدیث میں نہیں ہے – دین میں کتاب اللہ و حدیث کے بعد صرف اصحاب رسول و تابعین کے اقوال کی اہمیت ہے

سلفی لوگوں اور سلف سے کیا مراد ہے؟ البانی اس کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں

الدعوة السلفيّة : نسبة إلى السلف وفي اللغة : هم القوم المتقدّمون، و يراد بهم فى الاصطلاح : أنهم القرون الثلاثة الخيرة الّتى جاء الثناء عليها عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فى قوله : "خير القرون قرني، ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم ثم يأتى من بعد ذلك أناس يشهدون ولا يستشهدون، ويخونون ولا يؤتمنون، ويكون فيهم الكذب"، فهؤلاء بشهادة رسول الله صلى الله عليه وسلم. أى لهذه القرون الثلاثة. أنّهم خير القرون، ولا شك أن هديهم وطريقتهم وسنتهم هي خير الهدى وخير السنن و خير الطرائق، و يقابل السلف الخلف، وهم الّذين جاء وا بعده هذه القرون الثلاثة، و نحن نعلم أنه قد اختلفت طريقة السلف عن الخلف فى كثير من الأمور، فقد ظهرت بعد القرن الثالث أمور لم تكن ...

سلفی دعوت، سلف کی طرف منسوب ہے، لغوی اعتبار سے سلف سے مراد پہلے لوگ ہیں اور اصطلاح میں وہ تین بہترین زمانے ہیں، جن کی تعریف و توصیف اس فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہے کہ سب سے بہترین زمانہ میرا ہے، پھر وہ لوگ جو ان کے متصل بعد ہوں گے اور پھر وہ لوگ جو ان کے متصل بعد ہوں گے، پھر ان کے بعد ایسے لوگ آئیں گے، جو گواہی دیں گے، حالانکہ ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی۔ وہ خیانت کریں گے اور ان کو امین نہیں سمجھا جائے گا۔ ان میں جھوٹ رواج پا جائے گا۔ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی کے مطابق یہ تین زمانے سب زمانوں سے بہترین ہیں۔ بلا شبہ ان کا طریقہ، ان کا راستہ اور ان کا منہج ہی سب طریقوں،

راستوں اور مناہج سے بہترین ہے۔ سلف کے مقابلے میں خلف کا لفظ ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو ان تین زمانوں کے بعد آئے۔ ہمیں معلوم ہے کہ بہت سے امور میں سلف کا طریقہ خلف سے مختلف ہے، کیونکہ تیسری صدی کے بعد بہت سے ایسے امور ظاہر ہو گئے تھے، جو پہلے نہ تھے

(دروس الشیخ الالبانی : ۳۸/۲)

البانی کہتے ہیں سلف کا ذکر حدیث

خير القرون قرنی، ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم

میں آیا ہے — دوسری طرف اپنے ایک جواب میں البانی نے سرے سے ہی اس روایت کا انکار کیا ہے

( خير القرون قرني ) ، هذا اللفظ لا نعرف له أصلا في كتب السنة ، مع أن هذا الحديث : رواية الحديث بلفظ دخل في زمرة الأحاديث المتواترة لكثرتها ، وإنما اللفظ الصحيح الذي جاء في الصحيحين و غيرهما ، إنما هو بلفظ : ( خير الناس قرني ) ، ليس : ( خير القرون قرني ) ، إنما هو : ( خير الناس قرني ثم الذين يلونهم ...) إلى آخر الحديث .].

.(396) سلسلۃ الہدی والنور " شریط "

خير القرون قرني سب سے بہتر میرا زمانہ ہے — یہ الفاظ ہم نہیں جانتے کہ یہ کتب حدیث میں موجود ہوں اس کے ساتھ اس حدیث کو متواتر احادیث میں بھی کثرت کی وجہ سے داخل کیا جاتا ہے اور جو صحیح الفاظ ہیں جو صحیحین میں اور دیگر میں ہیں وہ ہیں میرے دور کے لوگ سب سے بہتر ہیں

البانی کا اقرار ہے کہ صحیح الفاظ ہیں کہ دور النبی کے لوگ سب سے بہتر ہیں یعنی اصحاب رسول اور اس طرح سلف کا فہم جو قابل حجت بنتا ہے وہ صرف اصحاب رسول کا فہم ہے پھر تابعین کا پھر تبع التابعین کا- صحابہ کرام کے اقوال کی موجودگی میں فہم تابعین معتبر نہیں- اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین کا زمانہ بہتر ہے- فہم تابعین کے مقابلے میں فہم تبع تابعین معتبر نہیں یعنی کسی مسئلہ میں تابعین کا

حکم موجود ہو تو پھر تبع تابعین کا قول نہیں لیا جائے گا۔ اسی طرح تابعین کے بعد سب سے بہتر زمانہ تبع تابعین کا ہے، لہذا تبع تابعین کے مقابلے میں بعد والوں کا فہم قابل قبول نہیں ہے

**عقائد** میں ہمیں صرف قرآن کافی ہے جیسا خود عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے

حسبنا کتاب اللہ ہمارے لئے کتاب اللہ کافی ہے

ہمیں صرف کتاب وسنت پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے

اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ» (الاعراف : ۳)»

تم اس چیز کی پیروی کرو، جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور اس کے سوا اولیاء کی پیروی نہ کرو

لہذا صرف قرآن و صحیح المتن حدیث حجت ہے، صحابہ وتابعین کے اقوال و افعال ہمارے لئے رہنمائی کرتے ہیں۔ ہم کو معلوم ہے کہ اصحاب رسول بھی بعض مسائل میں اختلاف کرتے تھے مثلا علی کا حج پر تلبیہ پڑھنا، عثمان کا ان سے اختلاف کرنا وغیرہ، لیکن اس میں ان میں آپس میں عقیدے کا کوئی اختلاف نہ تھا۔ لیکن افسوس فرقوں نے اپنے باطل عقائد کو ان سلف سے لیا جو دور اصحاب رسول کے بہت بعد کے ہیں اور بعد میں اصحاب رسول کو ہی علم سے بے بہرہ قرار دیا۔ اس کی سب سے بڑی مثال ان فرقوں کی ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے عقائد کے خلاف لب کشائی اور جرات لسانی ہے۔ اس طرح سلف کا فہم، اصحاب رسول اللہ اور امہات المومنین کے فہم سے جا ٹکراتا ہے

ان علماء کی زبانی جمع خرچ کچھ اس طرح ہے مثلا البانی کہتے ہیں
ضروری ہے کہ ہم دین کا صحیح مفہوم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین کے طریقہ سے لیں۔ سابقہ حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اسی بات کی مزید تاکید کرتے ہوئے آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث میں فرمایا ہے، میرے خیال میں وہ آپ کے علم میں ہوگی۔ اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين، وعضوا عليها بالنواجذ، وإياكم ومحدثات الأمور فإن كل محدثة بدعة وإن كل بدعة ضلالة

میری سنت اور میرے بعد خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا، اسے مضبوطی سے تھامنا اور بدعات سے بچنا

مسند الامام احمد ۴/۱۲۶: ۱۲۷، سنن ابی داؤد: ۴۶۰۷، سنن الترمذی: ۲۶۷۶، وقال: حسن صحیح، سنن ابن ماجہ: ۴۲، وصححہ ابن حبان

بدترین مثالوں میں سے ایک مثال یہ ہے کہ ان علماء کے نزدیک معاویہ رضی اللہ عنہ خلفاء راشدین کی صف سے خارج ہیں—ان کو یہ فرقے بادشاہ قرار دیتے ہیں گویا کہ دین میں بادشاہ کا منصب کوئی معیوب بات ہو۔ قرآن میں سلیمان و داود و طالوت کو ملک یعنی بادشاہ ہی قرار دیا گیا ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اپنی سنت کو لازم پکڑنے کا حکم دینے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ ایک اور چیز کو بھی لازم پکڑنے کا حکم فرما رہے ہیں اور وہ دوسری چیز جماعت، یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا طریقہ ہے—یہ ناممکن ہے کہ کاتب الوحی کو یا سفیر اسلام معاویہ جن کی تربیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہو وہ راشد یا ہدایت یافتہ نہ ہوں بلکہ ان فرقوں کے تیسری اور آٹھویں صدی کے مولوی ہوں—حدیث معلوم ہے کہ دین کا کوئی کام جو غیر صحابی کرے اس کا محشر میں وہ وزن نہ اٹھے گا جو ایک صحابی کے عمل سے اٹھے گا۔ تو پھر کس طرح نام نہاد سلف کا فہم اصحاب رسول کے فہم سے بڑھ کر ہے؟

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں واضح طور پر فرماتے ہیں:

وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا (النساء: ۱۱۵)

اور جو شخص سیدھا راستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے اور مؤمنوں کے راستے کے سوا اور راستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اُسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور جہنم میں داخل کر دیں گے اور وہ بری جگہ ہے۔

بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے (جہنم میں جانے کا سبب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کے ساتھ ساتھ مؤمنوں کی راہ پر نہ چلنا بھی بیان کیا ہے۔ یہ بات (مؤمنوں کی راہ) یعنی جمہور اصحاب رسول کا ذکر یہاں کیوں لایا گیا؟ صرف یہ گوش گزار کرانے کے لئے اجماع صحابہ ہی اصل حجت ہے، بعد کے مولویوں کے فتوے ہر گز اس زمرے میں نہیں آتے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے سال کو عام الجماعہ کہا جاتا ہے یعنی وہ سال جس میں تمام امت پھر جمع ہوئی۔

فہم سلف کی حجیت پر تقریر کرتے ہوئے البانی اپنے منتشر خیالات پیش کرتے ہیں

إنّ سبب ضلال الفرق كلها قديما و حديثا هو عدم التمسّك بهذه الدعامة الثالثة : أن نفهم الكتاب والسنّة على منهج السلف الصالح المعتزلة المرجئة القدرية الأشعرية الماتريديّة، وما في هذه الطرائف كلها من انحرافات، سببها أنّهم لم يتمسّكوا بما كان عليه السلف الصالح، لذلك قال العلماء المحقّقون :و كلّ خير في اتباع من سلف وكل شرّ في ابتداع من خلف فهذا ليس شعراً، بل هذا الكلام ماخوذ من الكتاب و السنة ﴿وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾ (النساء : ١١٥) لماذا قال : ويتبع غير سبيل المؤمنين ؟ كان يستطيع ربنا أن يقول : ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبيّن له الهدى نو له ما تولى و نصله جهنم و ساء ت مصيراً ؟ فلم قال : ويتبع غير سبيل المؤمنين ؟ حتى لا يركب أحد رأسه ولا يقول : أنا فهمت القرآن هكذا، و فهمت السنة هكذا، فيقال له : يحب أن تفهم القرآن و النسة على طريقة السلف المؤمنين الأولين السابقين، وقد أيّد هذا النص من القرآن نصوص من أحاديث الرسول عليه الصلاة والسلام

قدیم اور جدید تمام گمراہ فرقوں کی گمراہی کا سبب صرف اس تیسرے اصول کو چھوڑنا ہے۔ یہ تیسرا اصول یہ ہے کہ ہم کتاب وسنت کا فہم سلف صالحین کے منہج کے مطابق لیں۔ معتزلہ، مرجیہ، قدریہ، اشاعرہ، ماتریدیہ اور ان فرقوں میں جتنی گمراہیاں ہیں، ان کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے سلف صالحین کے طریقے کا التزام نہیں کیا۔ اسی لیے محققین علمائے کرام کا کہنا ہے: وکل خیر فی اتباع من سلف وکل شر فی ابتداع من خلف "ہر بھلائی سلف صالحین کے اتباع میں اور ہر گمراہی بعد والے لوگوں کی اختراع میں ہے۔" یہ محض ایک شعر نہیں، بلکہ کتاب وسنت سے ماخوذ کلام ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے : وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ (النساء : ١١٥) "اور جو شخص سیدھا راستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے اور مؤمنوں کے راستے کے سوا اور رستے پر چلے..."

اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کی راہ کا تذکرہ کیوں کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرما سکتا تھا کہ جو شخص ہدایت واضح ہو جانے کے بعد رسول کی نافرمانی کرے گا، ہم اسے ... سبیل المؤمنین (مؤمنوں کے راستے) کا ذکر کیوں کیا؟ اس لیے کہ ہر کوئی اپنی عقل پر سوار نہ ہو جائے اور یہ نہ کہنے لگے کہ میں نے قرآن کریم کو اس طرح سمجھا ہے اور میں نے حدیث کو اس طرح سمجھا ہے۔ ایسے شخص کو کہا جائے گا کہ تمہارے لیے کتاب و سنت کو پہلے سلف صالحین مؤمنین (صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین) کے طریقے کے مطابق سمجھنا واجب ہے۔ قرآن کریم کی اس آیت کی تائید میں بہت سی احادیث نبویہ بھی موجود ہیں

(دروس للشیخ محمد ناصر الدین الالبانی: ۳۱/۳، من المکتبۃ الشاملۃ)

نیز سلفی دعوت کے اصول بیان کرتے ہیں

والدعامة الثالثة: وهو مما تتميز به الدعوة السلفية على كل الدعوات القائمة اليوم على وجه الأرض، ما كان منها من الإسلام المقبول، وما كان منها ليس من الإسلام إلا اسماً، فالدعوة السلفية تتميز بهذه الدعامة الثالثة، ألا وهي: أن القرآن والسنة يجب أن يفهما على منهج السلف الصالح من الصحابة والتابعين وأتباعهم، أي: القرون الثلاثة المشهود لهم بالخيرية بنصوص الأحاديث الكثيرة المعروفة، وهذا مما تكلمنا عليه بمناسبات شتى، وأتينا بالأدلة الكافية التي تجعلنا نقطع بأن كل من يريد أن يفهم الإسلام من الكتاب والسنة بدون هذه الدعامة الثالثة فسيأتي بإسلام جديد، وأكبر دليل على ذلك الفرق الإسلامية التي تزداد في كل يوم، والسبب في ذلك هو عدم التزامهم هذا المنهج الذي هو الكتاب والسنة وفهم السلف الصالح.

اور تیسرا اصول جس سے سلفی دعوت آج روئے زمین پر موجود تمام اسلامی یا نام نہاد اسلامی دعوتوں سے ممتاز ہے، وہ (کتاب وسنت کے ساتھ) تیسرا اصول یہ ہے کہ کتاب وسنت کو سلف صالحین، یعنی صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے طریقے کے مطابق سمجھنا واجب ہے۔ یہ وہ تین بہترین زمانے ہیں، جن کی بھلائی کی گواہی بہت سی مشہور و معروف احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دی گئی ہے۔ ہم اس موضوع پر مختلف مناسبتوں سے بات کر چکے ہیں اور ایسے تسلی بخش دلائل دے چکے ہیں، جن سے قطعی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جو بھی شخص اس تیسرے اصول کے بغیر کتاب وسنت کو سمجھنے کی کوشش کرے گا، وہ ایک نیا اسلام متعارف کرائے گا۔ اس پر بڑی واضح دلیل یہ ہے کہ روز بروز اسلامی فرقے بڑھتے جا رہے ہیں۔ اس کا سبب کتاب وسنت کے فہم میں سلف صالحین کے منہج کو لازم نہ پکڑنا ہے۔"

(دروس للشیخ محمد ناصر الدین الالبانی: ۳۱/۳ من مکتبۃ الشاملۃ)

راقم کہتا ہے ان فرقوں کو اس فہم پر ناز ہو رہا ہے جو فہم اصحاب رسول سے یکسر الگ ہے – عقائد میں سماع الموتی کا عقیدہ رکھنے والے گمراہ علماء (ابن تیمیہ و ابن قیم ) کو اپنا سلف کہنا اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخی کرنا ان فرقوں میں عام بات بن چکا ہے

الشِنقيطي ایک وہابی عالم تھے ۱۹۷۴ میں وفات ہوئی – ان کی آراء کو الجموع البهية للعقيدة السلفية الَّتِي ذكرهَا الْعَلامَة الشِّنقيطي مُحَمَّد الْأمين بن مُحَمَّد الْمُخْتَار الجَكَنِي فِي تَفْسِيره أضواء الْبَيَان میں جمع کیا گیا جس کو اِبوالمنذر محمود بن محمد بن مصطفى بن عبداللطيف المنياوى نے جمع کیا ہے اور مکتبۃ ابن عباس، مصر نے چھاپہ ہے- اپنی ایک تقریر میں مسئلہ سماع الموتی پر جرات دکھائی اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے انہوں نے کہا

وَأَنَّ قَوْلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّه عَنْهَا وَمَنْ تَبِعَهَا: إِنَّهُمْ لَا يَسْمَعُونَ، اسْتِدْلَالًا بِقَوْلِهِ تَعَالَى: {إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى} ، وَمَا جَاءَ بِمَعْنَاهَا مِنَ الْآيَاتِ غَلَطٌ مِنْهَا رَضِيَ اللَّه عَنْهَا، وَمِمَّنْ تبعها.

اور عائشۃ رضی اللہ عنہا اور ان کی اتباع کرنے والوں کا قول ہے (مردے) نہیں سنتے ہیں جو انہوں نے اللہ تعالی کے قول إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى سے استدلال کیا ہے اور جو انہی معنوں پر آیات آئی ہیں یہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی غلطی ہے اور ان کی بھی جنہوں نے ان کی اتباع کی ہے

الشِنقيطي سے قبل کچھ یہی انداز ابن تیمیہ کتاب الانتصار للإمام إحمد میں اختیار کیا لکھتے ہیں

إنكار عائشة سماع أهل القليب معذورة فيه لعدم بلوغها النص ، وغيرها لا يكون معذورا مثلها ، لأن هذه المسألة صارت معلومة من الدين بالضرورة

عائشہ کا قلیب بدر کے (مردوں کے ) سماع کا انکار کرنے میں معذور ہیں کیونکہ نص ان تک نہیں پہنچی اور دوسرے ان کی طرح معذور نہیں ہیں کیونکہ یہ مسئلہ ضرورت کے تحت دین کی معلومات کی طرح پھیل چکا ہے

وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ

اسی طرح عذاب قبر کے حوالے سے بھی یہ ام المومنین کو صحیح عقائد بھول جانے والی بتاتے ہیں-ایک عرب محقق عکاشہ عبد المنان کتاب المسند الصحیح فی عذاب القبر ونعیمہ میں لکھتے ہیں

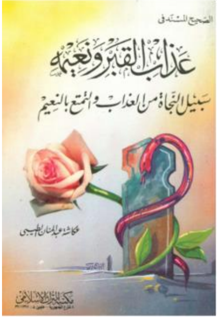


والظاهر من حادثة العجوزتين وإنكار عائشة رضى الله عنها أن عائشة قد نسيت ما قد حَدَثَ معها سابقاً فما أن سألت النبى ﷺ حتى رفع يديه وأخذ يدعوا بأن يُعيذَه اللهُ من عذاب القبر ، فإجابةُ النبى ﷺ دلَّت على أنَّ الوحى قد استقرَّ فى قلبه فلم ينسه كما أخبر الله عز وجل ﴿سَنُقرِئُك فلا تنسى﴾ [الأعلى : ٦] وأما عائشة فقد نسيت كباقى البشر ، وهذا ليس بعيب .

ووجه آخر : أن الفترة التى لم ينزل فيها الوحى لإخبار النبى ﷺ عن وجودِ عذابِ القبر حدثت فى بعض الحوادث من كلام بعض اليهوديات وإخبار عائشة رضى الله عنها النبى ﷺ فكانت إجابته إثباته لليهود دون غيرهم حتى نزلَ الوحى على الرسول ﷺ فأخبرَه بأنَّه لاحقُ كل ميت استحقه فأخبرها ثم خرج يخبر الناس عن ما أُوحى إليه . والله أعلم .

اور جو ظاہر ہے یہودی بوڑھی عورتوں کے واقعہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکار (عذاب قبر) سے کہ بے شک وہ بھول گئیں جو ان سے پہلے بیان ہوا تھا پس جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ہاتھ بلند کیے اور عذاب سے پناہ مانگی – پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عائشہ رضی اللہ عنہا کو جواب دلالت کرتا ہے کہ وحی رسول اللہ کے دل میں تھی وہ نہیں بھولے تھے جیسا کہ اللہ نے خبر دی ہم تم پر پڑھیں گے تم نہیں بھول پاؤ گے (سورہ الاعلی) اور جہاں تک عائشہ کا تعلق ہے تو وہ بے شک بھول گئیں جیسے اور بشر اور یہ کوئی عیب نہیں ہے

اور دوسری وجہ ہے : وہ دور جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عذاب قبر کے وجود کی خبر دینے کے لئے وحی نہیں آئی اس کے بعد آپ کو بتایا گیا یہودیوں کے کلام کا اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی خبر کا پس آپ نے جواب دیا آوروں کی بجائے یہود کے اثبات میں یہاں تک کہ وحی آئی اور خبر دی گئی کہ یہ حق ہے ہر میت اسکی مستحق ہے پس اسکی خبر لوگوں کو باہر نکل کر دی جو وحی ہوئی تھی واللہ اعلم

یہ تاویل سراسر لغو ہے اور ذہن سازی ہے – عائشہ رضی اللہ عنہا اگر عذاب قبر جیسے مسئلہ کو بھول گئیں تو پتا نہیں دین کا کتنا حصہ بھول گئی ہوں؟

اسی طرح ابن تیمیہ کے مطابق عائشہ رضی اللہ عنہا یہ بھی بھول گئیں کہ اللہ ہر چیز کو جانتا ہے

# باب ۱۱ : مسئلہ اتباع الطاغوت

طاغوت کے حوالے سے لوگوں نے بہت سے مغالطے پیدا کر دیے ہیں جن کا مقصد مسئلہ تکفیر کو الجھا کر اس کو ایک بندہ ایجاد عمل قرار دینا ہے - یہاں فرقوں کی فیکڑیوں کی تیار کردہ تلبیسات کا ذکر کیا جائے گا

**سابقہ** ابواب اصلا ایک تمہید کی طرح تھے کہ قارئین سمجھ سکیں کہ تکفیر ایک سنجیدہ مسئلہ ہے اور اس میں مغالطے علماء نے ہی پیدا کیے ہیں - لوگوں نے اصول تکفیر گھڑ لئے ہیں جبکہ اصول تکفیر تو قرآن میں موجود ہیں - صاف بات یہ ہے کہ قرآن کی آیات کا انکار کفر ہے - یہ سادہ بات تھی لیکن اس کو الجھا کر گنجلک بنا دیا جاتا ہے — پھر ان لوگوں نے مسئلہ تکفیر کے نام سے کتب میں عجیب عجیب متضاد موقف پیش کر دیے ہیں ، جو ہر اس شخص پر واضح ہیں جس نے قران کا مطالعہ کیا ہو اور ان کتب کو بھی دیکھا ہو —

بعض لوگوں نے موقف گھڑ لیا کہ کسی شخص و قبیلہ کا خاص تعین کر کے تکفیر کرنا (جس کو انہوں نے تکفیر معین کا نام دیا ہے ) نہیں کی گئی - راقم کہتا ہے یہ خود ساختہ قول ہے - اسلاف امت یعنی اصحاب رسول نے تکفیر معین بھی کی ہے اور غیر معین بھی کی ہے مثلا جھوٹے انبیاء کی تکفیر معین ، مانعین زکواۃ قبائل کی تکفیر معین ، ابن سبا کی تکفیر معین - محدثین میں سے بعض نے رافضی کی تکفیر کی ہے - بعض نے کبائر کے مرتکب کی بھی تکفیر کی ہے اور بعض نے خلق قرآن کے قائلین کی تکفیر کی ہے

طاغوت سے مراد وہ ہے جو جان بوجھ کر باغی بنا اور اللہ اور اس کے رسول کا دشمن تھا - ان علماء کی تلقید کرنے والا ایک گروہ ہے جو لا علمی میں کفر کی تبلیغ کرتا رہا یا شرک کر گیا - ہم تک جو علم آیا اس کی بنیاد پر ہم لا علمی پر کیے گئے کفر و شرک کو صرف نظر نہیں کریں گے اس کو کفر یا شرک ہی کہیں گے کیونکہ اگر ایسا نہ کیا جائے تو آگے آنے والے امتی گمراہ ہو سکتے ہیں -

قرآن میں ذکر ہے کہ مریم و زکریا علیہا السلام اپنی قوم میں رہ رہے ہیں، جو امت موسی ہے لیکن امت موسی کا عقیدہ بہت پہلے سے ہی خراب ہو چکا تھا- زکریا علیہ السلام کا دور بابل کی غلامی کے بعد کا ہے- قرآن سے معلوم ہے کہ یہودی بابل میں جادو گری میں مبتلا تھے- زکریا علیہ السلام کی مثال دی گئی کہ قوم کو تلقین کرنے کے لئے مصلح مومن کو ان بد عقیدہ لوگوں کے ساتھ ہی رہنا ہو گا- اللہ تعالی نے کہا

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا ۖ قُل لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلَٰكِن قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ ۖ

بدو کہتے ہیں ہم ایمان لائے — کہو تم ایمان نہیں لائے بلکہ مسلمان ہوئے- ایمان تمھارے دل میں داخل نہیں ہوا

اللہ تعالی نے خود اسلام کو ایمان سے الگ کیا ہے لہذا علماء نے مسلمان کو مومن سے الگ کیا ہے- مسلمان ہونا یعنی اللہ کو رب ماننے کا اقرار اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول ماننے کا اقرار ہے اور پانچ ارکان پر عمل ہے- عرب کے بدو یہ سب کر رہے تھے لیکن اللہ تعالی نے کہا تم میں ایمان نہیں ہے تم صرف مسلمان ہو-

امام مالک سے منسوب قول ہے[13]

وَلَا يُصْلِحُ آخر هذه الأمة إلا ما صلح أَوَّلَهَا

اس امت کے آخر کی اصلاح اسی طرح ہو گی جس طرح اس کے شروع کی ہوئی تھی

امت کے شروع میں کفر و شرک سے منع کیا گیا تھا لیکن فرقے کہتے ہیں اعتقاد پر بات نہ کرو

---

[13] چھٹی صدی میں سب سے پہلے قاضی عیاض (المتوفى: 544هـ) نے کتاب الشفا بتعريف حقوق المصطفى میں امام مالک سے منسوب کیا اور کہا المبسوط میں ہے - راقم کہتا ہے یہ عراقی قاضي إسماعيل بن إسحاق الجهضمي المالكي (ت 282 هـ) کی تالیف تھی جو اب مفقود ہے- راقم کہتا ہے یہ قول سندا امام مالک سے معلوم نہیں ہے

# قول: اعتقاد میں تکفیر نہیں ہے

ابن تیمیہ کا قول ہے کہ مسائل اعتقاد میں تکفیر کرنے والے اہل بدعت ہیں۔ مبشر احمد ربّانی کتاب مسئلہ تکفیر میں لکھتے ہیں

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"أن المتأول الذى قصده متابعة الرسول لا يكفر بل ولا يفسق إذا اجتهد فأخطأ وهذا مشهور عند الناس فى المسائل العملية وأما مسائل العقائد فكثير من الناس كفر المخطئين فيها وهذا القول لا يعرف عن أحد من الصحابة والتابعين لهم بإحسان ولا عن أحد من أئمة المسلمين وإنما هو فى الاصل من أقوال أهل



البدع الذين يبتدعون بدعة ويكفرون من خالفهم كالخوارج والمعتزلة والجهمية ووقع ذلك فى كثير من أتباع الائمة كبعض أصحاب مالك والشافعى وأحمد وغيرهم." [ منهاج السنة : ٥/ ٢٣٩، ٢٤٠ ]

"بلا شبہ وہ متاول جو اپنی تاویل سے رسول اللہ ﷺ کی متابعت کا مقصد رکھتا ہے، اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور نہ ہی اسے فاسق قرار دیا جائے گا۔ جب وہ اجتہاد کرے اور اس میں خطا کر جائے جبکہ یہ بات لوگوں کے ہاں عملی مسائل میں مشہور ہے۔ رہے وہ مسائل جن کا اعتقاد سے تعلق ہے تو بہت سارے لوگوں نے ان میں خطا کرنے والوں کی تکفیر کی ہے اور یہ ایسا قول ہے جو کسی صحابی یا اچھے طریقے سے ان کے پیچھے آنے والے لوگوں سے معروف نہیں ہے اور نہ ہی مسلمانوں کے ائمہ میں سے کسی سے معروف ہے۔ یہ اصل میں اہل بدعت کے اقوال میں سے ہے جو ایک بدعت ایجاد کرتے ہیں اور اپنے مخالفین کو کافر قرار دیتے ہیں جیسا کہ خوارج، معتزلہ اور جہمیہ ہیں اور اس میں ائمہ کی اتباع کرنے والے بہت سارے لوگ واقع ہو چکے ہیں، جیسا کہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد وغیرہم کے اصحاب۔"

اس اقتباس کے تحت نہ جھمی کی تکفیر کی جاسکتی ہے نہ قادیانی کی نہ قبر پرستوں کی یا غلو پروروں کی کیونکہ یہ مسائل عقیدہ کے ہیں

# قول: رسول اللہ کے لئے علم غیب کا دعوی کرنے والے کی تکفیر نہیں کی جائے گی

ہم کو معلوم ہے کہ بریلوی و صوفیاء یہ دعوی کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علم غیب جانتے ہیں کہ رسول اللہ کو کون و مکان کا علم ہے، لوح و قلم کی خبر ہے- مبشر احمد ربانی ان کے باطل عقائد پر لیپا پوتی کا انداز اختیار کر کے کتاب مسئلہ تکفیر میں لکھتے ہیں

دوسری یہ ہے کہ ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

" جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ حِينَ بُنِيَ عَلَيَّ، فَجَلَسَ عَلٰى فِرَاشِي كَمَجْلِسِكَ مِنِّي، فَجَعَلَتْ جُوَيْرِيَاتٌ لَنَا يَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ وَيَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ آبَائِي يَوْمَ بَدْرٍ، إِذْ قَالَتْ إِحْدَاهُنَّ وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ. فَقَالَ دَعِي هٰذِهِ، وَقُولِي بِالَّذِي كُنْتِ تَقُولِينَ."

[ بخاري، كتاب النكاح، باب ضرب الدف في النكاح والوليمة : ٥١٤٧- كتاب المغازي : ٤٠٠١- "لا تقولي هكذا وقولي ما كنت تقولين"- مسند أحمد : ٢٧٠٢٧، ٥٧٤/٤٤، ٢٧٠٢١، ٥٧٠/٤٤- أبو داؤد : ٤٩٢٢- ترمذي : ١٠٩٠- ابن حبان : ٥٨٧٨- بيهقي : ٢٨٨/٧-٢٨٩- شرح السنة : ٢٢٦٥ ]

"میرے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے، جب مجھے میرے شوہر کے ہاں پیش کیا گیا سو آپ میرے بستر پر بیٹھ گئے جس طرح تم میرے قریب بیٹھے ہو، اس وقت ہماری لڑکیاں دف بجا رہی تھیں اور بدر میں میرے آباؤ اجداد جو شہید ہوئے تھے ان پر اشعار کہہ رہی تھیں۔ اچانک ان میں سے ایک کہنے لگی: ہمارے اندر ایسے نبی موجود ہیں جو آنے والے کل میں ہونے والے حالات جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: "یہ کہنا چھوڑ دے اور وہی کہہ جو پہلے کہہ رہی تھی۔"

طبرانی اوسط میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

« لَا يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ إِلَّا اللّٰهُ » [ طبراني أوسط : ٤٣٤٢٥/٢٤١ ]

"کل آنے والے دن میں جو کچھ بھی ہے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔"

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس سند کو حسن قرار دیا ہے۔

[ فتح الباري : ٤٧٥/١١، ط- دار طيبة، نيز ديكهيں، ابن ماجة : ١٨٩٧ ]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک لڑکی نے اپنے آباؤ اجداد کی مدح سرائی کرتے ہوئے آپ ﷺ کی شان میں مبالغہ آمیزی کرتے ہوئے آپ کے بارے میں دعویٰ کر دیا کہ آپ کل آنے والے دن کی باتیں جانتے ہیں، حالانکہ اللہ کے سوا کسی کے بارے علم غیب کا دعویٰ کرنا کفر ہے، لیکن آپ ﷺ نے اس کی جہالت کی وجہ سے اس کی تکفیر نہیں کی صرف ممانعت پر ہی اکتفا کر لیا۔

ملا علی قاری رقمطراز ہیں:

"ثم إعلم أن الأنبياء لم يعلموا المغيبات من الأشياء إلا ما أعلمهم الله تعالى أحيانا وذكر الحنفية تصريحا بالتكفير بإعتقاد أن النبي صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالى : ﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ [ النمل : ٦٥ | كذا في المائدة." [ شرح الفقه الاكبر، ص : ١٨٥ ط- قديم ]

"پھر جان لیجیے کہ انبیاء علیہم السلام غیب کی باتیں نہیں جانتے مگر جو کبھی کبھی اللہ تعالیٰ انھیں بتا دے اور علمائے احناف نے ایسے عقیدے کی صراحتاً تکفیر کی ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نبی کریم ﷺ غیب جانتے ہیں، اس لیے کہ یہ اللہ کے اس قول کے خلاف ہے:

"کہہ دیجیے، آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔" اور یہی بات سورۂ مائدہ میں بھی ہے۔"

لہٰذا اگر کوئی شخص کسی فعل یا قول کا مرتکب ہوتا ہے اور وہ قول و فعل کفریہ ہے تو محض کفریہ قول و فعل کی بنا پر اسے کافر نہیں کہیں گے جب تک اس میں تکفیر کی شرائط نہیں پائی جاتیں اور موانع تکفیر کی نفی نہیں ہو جاتی۔

راقم کہتا ہے پھر اہل حدیث علماء نے علم غیب پر کتب پیسے کمانے کے لئے لکھی ہیں — ان کتب کا کیا کوئی اور فائدہ ہے؟

یہ روایت صحیح ہے البتہ یہ لوگ اس روایت سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ لونڈی صحیح عقیدے سے لا علم تھی اور اس کی تکفیر نہیں کی گئی جبکہ اس نے گاتے وقت کہا کہ ہم میں نبی ہے جو جانتا ہے کل کیا ہو گا۔

یہ نتیجہ اور قول واندازہ باطل ہے اور ذہن سازی کے مترادف ہے - یہاں اس حدیث میں اشعار پڑھنے والی لڑکی کی مراد وہ احادیث ہیں جو قرب قیامت اور علامات قیامت سے متعلق ہیں جن کو محدثین نے لکھا ہے اور یہ وہ باتیں ہیں جو کل ہونے والی ہیں -اس لڑکی کو بد عقیدہ قرار دے کر اپنا الو سیدھا کرنے کا مولویوں کا انداز نرالا ہے - حیرت ہے کہ مولویوں کے نزدیک موسیقی حرام ہے -آلات موسیقی حرام ہیں اور دوسری طرف اس حدیث میں آلہ وساز موسقی دف کا ذکر ہے جس کی تاپ پر یہ لڑکیاں گا رہی تھیں -اس مجلس میں ان سازوں کو توڑنے کی کوئی خبر منقول نہیں ہے۔ان کے خود ساختہ اصول کے تحت تو یہ روایت منکر ہے کیونکہ اس میں موسیقی کا ذکر ہے لیکن اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے ذہن سازی کرتے ہیں کہ یہ لڑکی ہی بد عقیدہ تھی جبکہ یہ مطلّقا ثابت ہی نہیں ہوتا۔

# قول: مسئلہ سماع الموتی میں تکفیر نہیں کی جائے گی

اہل حدیث فرقہ کہتا ہے کہ بعض اعتقادی مسائل بھی فروعی ہیں - کہتے ہیں

رہے وہ مسائل جن کا اعتقاد سے تعلق ھے تو بہت سارے لوگوں نے ان میں خطاء کرنے والوں کی تکفیر کی ھے اور یہ ایسا قول ھے جو کسی صحابی یا اچھے طریقے سے ان کے پیچھے آنے والے لوگوں سے معروف نہیں ھے اور نہ ہی مسلمانوں کے آئمہ میں سے کسی سے معروف ھے۔ یہ اصل میں اہل بدعت کے اقوال میں سے ھے جو ایک بدعت ایجاد کرتے ہیں اور اپنے مخالفین کو کافر قرار دیتے ہیں جیسا کہ خوارج معتزلہ اور جھمیہ ہیں

ابن تیمیہ کی کتاب منہاج السنہ میں اصل اقتباس اس طرح ہے

هَذَا هُوَ الْقَوْلُ الْمَعْرُوفُ عَنِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ وَأَئِمَّةِ الدِّينِ: إِنَّهُمْ لَا يُكَفِّرُونَ وَلَا يُفَسِّقُونَ وَلَا يُؤَثِّمُونَ أَحَدًا مِنَ الْمُجْتَهِدِينَ الْمُخْطِئِينَ، لَا فِي مَسْأَلَةٍ عَمَلِيَّةٍ وَلَا عِلْمِيَّةٍ.

قَالُوا: وَالْفَرْقُ بَيْنَ مَسَائِلِ الْأُصُولِ وَالْفُرُوعِ إِنَّمَا هُوَ مِنْ أَقْوَالِ أَهْلِ الْبِدَعِ

مِنْ أَهْلِ الْكَلَامِ مِنَ الْمُعْتَزِلَةِ وَالْجَهْمِيَّةِ وَمَنْ سَلَكَ سَبِيلَهُمْ. ..... وَفِي الْمَسَائِلِ الْعِلْمِيَّةِ مَا لَا يَأْثَمُ الْمُتَنَازِعُونَ فِيهِ، كَتَنَازُعِ الصَّحَابَةِ: هَلْ رَأَى مُحَمَّدٌ رَبَّهُ؟ وَكَتَنَازُعِهِمْ فِي بَعْضِ النُّصُوصِ هَلْ قَالَهُ النَّبِيُّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَمْ لَا؟ وَمَا أَرَادَ بِمَعْنَاهُ؟ وَكَتَنَازُعِهِمْ فِي بَعْضِ الْكَلِمَاتِ: هَلْ هِيَ مِنَ الْقُرْآنِ أَمْ لَا؟ وَكَتَنَازُعِهِمْ فِي بَعْضِ مَعَانِي الْقُرْآنِ

اور جو معروف قول صحابہ وتابعین جن پر احسان ہے اور جو ائمہ دین ہیں سے آیا ہے کہ وہ علمی و عملی مسائل میں غلطی کرنے والے مجتہدین کی نہ تکفیر کرتے ہیں نہ فاسق قرار دیتے ہیں ۔ اور مسائل اصول وفروع میں فرق کرنا یہ اہل بدعت کا قول ہے جو اہل کلام میں سے الْمُعْتَزِلَةِ وَالْجَهْمِيَّةِ اور ان کے راستے پر جانے والے ہیں .... اور علمی مسائل میں جن میں جھگڑنے والوں میں کوئی گناہ گار نہیں ان میں اصحاب رسول

کے تنازعات ہیں جیسے کیا محمد نے رب کو دیکھا یا نصوص پر تنازع کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کہا یا نہیں؟ یا کلمات پر تنازع کہ کیا یہ قرآن میں ہے یا نہیں؟اور اسی طرح قرآن کے معنوں پر تنازع[14]

---

14

کہا جاتا ہے اصحاب رسول تک اعتقادی اختلافات میں مبتلا تھے مثلا ابن عباس رضی اللہ عنہ رویت باری کے قائل تھے – راقم کہتا ہے یہ مسئلہ کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا یہ اعتقادی نہیں تفسیری مسئلہ ہے، اس میں اختلاف صحابہ مل رہا ہے لیکن ان میں جو آراء ہیں وہ تفسیری اختلاف کی بنا پر ہیں – اور تفسیری اختلاف میں تکفیر نہیں کی جاتی-

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول کتاب الایمان ابن مندہ کی روایت میں ہے کہ
أَنْبَأَ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ يُوسُفَ الشَّيْبَانِيُّ، ثَنَا أَبِي، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، ثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، ثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ زِيَادِ بْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي قَوْلِهِ: {مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى} [النجم: 11] ، قَالَ: «رَأَى مُحَمَّدٌ رَبَّهُ بِقَلْبِهِ مَرَّتَيْنِ» . رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ نُمَيْرٍ
ابن عبّاس کہتے ہیں اللہ کا قول : {مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى} [النجم: 11] اس کے دل نے جھوٹ نہیں ملایا جو اس نے دیکھا کے لئے کہا محمّد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو دفعہ قلب سے دیکھا ایسا ہی ثوری اور ابن نمیر روایت کرتے ہیں
سورہ نجم کی آیت پر ابن عباس رضی اللہ عنہ کا تفسیری قول ہے کہ معراج میں سدرہ المنتہی پر جا کر نیند کی حالت میں رب تعالی کا دیدار ہوا
یہ سند بہت مضبوط نہیں لیکن اس کے مقابلے پر ترمذی اور طبرانی کی روایات اور ضعیف ہیں
عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی رائے سورہ نجم کی آیات پر الگ تھی جس پر بخاری کی صحیح روایت ہے کہ
عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ – رضى الله عنها -: يَا أُمَّتَاهْ! هَلْ رَأَى مُحَمَّدٌ – صلى الله عليه وسلم – رَبَّهُ؟ فَقَالَتْ: لَقَدْ قَفَّ شَعَرِى مِمَّا قُلْتَ، أَيْنَ أَنْتَ مِنْ ثَلَاثٍ مَنْ حَدَّثَكَهُنَّ فَقَدْ كَذَبَ، مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا – صلى الله عليه وسلم – رَأَى رَبَّهُ فَقَدْ كَذَبَ، ثُمَّ قَرَأَتْ: {لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ}، {وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ} , وَمَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ; فَقَدْ كَذَبَ، ثُمَّ قَرَأَتْ: {وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا} (وفي رواية: (لا يَعْلَمُ الغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ) 8/ 166)، وَمَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ كَتَمَ [شيئاً مِمَا أُنْزِلَ إِلِيهِ 5/ 188] [مِنَ الوَحْي 8/ 210]; فَقَدْ كَذَبَ، ثُمَّ قَرَأَتْ، {يَا أَيُّهَا الرسول بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ [وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَاتِهِ]} الآية. [قالَ: قلت: فإِنَّ قَوْلَهُ: {ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى. فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى}. قالَتْ:] ولكنَّهُ [قَدْ 4/ 83] رَأَى جِبْرِيلَ – عَلَيْهِ

السَّلَامُ – (وفی روايةٍ: ذَاكَ جِبْرِيلُ كَانَ يَأْتِيهِ فِي صُورَةِ الرَّجُلِ، وَإِنَّهُ أَتَاهُ هَذِهِ الْمَرَّةَ) فِي صُورَتِهِ [الَّتِي هِيَ صُورَتُهُ فَسَدَّ الأُفُقَ]; مرَّتَيْنِ
عائشه رضی اللہ تعالی عنہا سے مسروق رحمہ اللہ علیہ نے پوچھا کہ اے اماں کیا محمّد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تو آپ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا کہ تمہاری اس بات نے میرے رونگٹے کھڑے کر دے تم سے جو کوئی تین باتیں کہے اس نے جھوٹ بولا جو یہ کہے کہ محمّد نے اپنے رب کو دیکھا اس نے جھوٹ بولا پھر آپ نے قرات کی {لَا تُدْرِكُهُ الأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ} نگاہیں اس تک نہیں پہنچ سکتیں لیکن وہ نگاہوں تک پہنچ جاتا ہے اور وہ باریک بین اور جاننے والا ہے ، {وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللهُ إِلاَّ وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ} اور کسی بشر کا یہ مقام نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے سوائے وحی سے یا پردے کے پیچھے سے آپ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا کہ جو یہ کہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ کل کیا ہو گا اس نے جھوٹ بولا پھر آپ نے تلاوت کی {وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا} اور کوئی نفس نہیں جانتا کہ کل کیا ہو گا (وفي روايةٍ: (لا يَعْلَمُ الغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ) 8/166) اور ایک روایت کے مطابق کوئی نہیں جانتا غیب کو سوائے اللہ کے . اور اس نے بھی جھوٹ بولا جو یہ کہے کہ آپ نے وحی میں سے کچھ چھپایا پھر آپ نے تلاوت کی ، {يَا أَيُّهَا الرسولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَاتِهِ]} اے رسول جو اللہ نے آپ پر نازل کیا ہے اس کو لوگوں تک پہنچے اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے رسالت کا حق ادا نہ کیا . مسروق کہتے ہیں میں نے عرض کی کہ اللہ تعالی کا قول ہے {ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى. فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى} پھر قریب آیا اور معلق ہوا اور دو کمانوں اور اس سے کم فاصلہ رہ گیا. عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا اور ایک روایت میں ہے کہ وہ جبریل تھے وہ آدمی کی شکل میں اتے تھے اور اس دفعہ وہ اپنی اصلی شکل میں آئے یہ وہی صورت تھی جو افق پر دیکھی تھی دو دفعہ
یہاں دونوں طرف قرآن کی آیات ہیں – ابن عبّاس اس سے دل سے دیکھنا ثابت کر رہے ہیں اور ام المومنین سر میں لگی انکھ سے دیکھنے کا رد کر رہی ہیں – لیکن دونوں اس کے قائل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسم میں موجود آنکھ سے نہیں دیکھا جو قرآن کی آیت کے عین مطابق ہے
لَا تُدْرِكُهُ الأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ
نگاہیں اس تک نہیں پہنچ سکتیں لیکن وہ نگاہوں تک پہنچ جاتا ہے اور وہ باریک بین اور جاننے والا ہے
عمدہ القاری ج ١٩ ص ١٩٩ میں عینی کہتے ہیں
قلت: وَيحمل نَفيهَا على رُؤْيَة الْبَصَر وإثباته على رُؤْيَة الْقلب
میں کہتا ہوں اور اس نفی کو آنکھ سے دیکھنے پر لیا جائے اور دل سے دیکھنے پر ثابت کیا جائے

اس اقتباس کو پیش کر کے اہل حدیث فرقہ ثابت کرتا ہے کہ سماع الموتی کا عقیدہ اب شرک کی جڑ نہیں ، لہٰذا اگر اس کے قائل سلفی علماء میں ابن تیمیہ ہوں یا وہابی علماء ہوں تو اس کو مجتہد کی خطا سمجھا جائے- اس طرح یہ فرقے اعتقادی مسائل کو فروعی مسائل میں ملا کر عوام کو باسی کھچڑی پیش کرتے ہیں

کیا سماع الموتی قرآن کی صریح آیات سے رد نہیں ہوتا؟ جو اس کے قائل ہیں وہ اللہ کی قدرت کا سہارا لیتے ہیں کہ اللہ تعالی ہر کام کر سکتا ہے کیونکہ یہ جاہل ہیں –اللہ تعالی ہر کام کر سکتا ہے لیکن بعض وہ نہیں کرتا مثلا تمام مخلوق کو ہدایت دینا یا گناہ پر ان کو فورا ہلاک کرنا یا بشر کی صورت زمین پر آنا یا بت میں حلول کرنا- معلوم ہوا کہ یہاں سوال کا جواب اللہ کی قدرت سے دینا جائز نہیں محض خلط مبحث ہے

زبیر علی زئی لکھتے ہیں

http://www.tohed.com/2014/09/blog-post_80.html

میرے علم کے مطابق ابن تیمیہ اور ابن القیم رحمہما اللہ کی کتابوں میں شرک اکابر کا کوئی ثبوت نہیں ہے، تاہم ابن القیم کی ثابت شدہ "کتاب الروح" اور دیگر کتابوں میں ضعیف و مردود روایات ضرور موجود ہیں۔ یہ دونوں حضرات مردوں سے مدد مانگنے کے قائل نہیں تھے، رہا مسئلہ سماع موتی کا تو یہ سلف صالحین کے درمیان مختلف فیہا مسئلہ ہے، اسے کفر و شرک سمجھنا غلط ہے

راقم کہتا ہے اگر یہ مسئلہ کفر و شرک کا نہیں تو اس پر بحث بے کار ہے- خواجہ محمد قاسم کی بھی یہی رائے ہے کہ سماع الموتی کا مسئلہ شرک کا چور دروازہ نہیں وہ کتاب کراچی کا عثمانی مذھب میں لکھتے ہیں

**سماع موتی اور شرک :۔** میں نہیں سمجھتا سماع موتی کا شرک سے کیا تعلق ہے جب کہ سارا عالم سنتا ہے انسان سنتے ہیں جن سنتے ہیں فرشتے سنتے ہیں، بالوہم مختلف ہیں اور ان سے شرک بھی لازم نہیں آتا تو اگر مشہور ضعیف حدیثوں سے استدلال کر کے یا مخصوص حدیثوں کو عام کر کے کوئی بزرگ میت کے سلام وغیرہ سننے کا قائل ہو ہی جائے تو شرک کہاں سے لازم آگیا اور اس پر جہنم کی آگ کیسے فرض ہو گئی؟ اگر اربوں کھربوں زندوں کی سماعت سے توحید کی نفی نہیں ہوتی تو مُردوں کی سماعت سے توحید کی نفی کیسے ہو جائے گی؟ کیا اللہ تعالیٰ کی توحید صرف مُردوں کے مقابلہ میں ہے؟ یعنی ایک صفت جو ہم زندہ میں موجود مانتے ہیں اور اس سے ہماری توحید کو صدمہ نہیں پہنچتا ہے وہی محدود سی انسانی صفت اگر کوئی غلطی سے مُردہ میں موجود مان لے تو شرک کہاں سے آٹپکتا ہے۔

سماع الموتی کے قائلین علماء کا دفاع کرتے ہوئے ایک اہل حدیث عالم لکھتے ہیں

صرف اتنی بات ہے: (إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى) اور (وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ) جس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کے اسماع موتی (مردوں کو سنانے) کی نفی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ درج بالا آیات سے ایک آیت کریمہ میں آیا ہے: (إِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ) کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے، سنا دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اسماع موتی کا اثبات ہے، جن مردوں کو اللہ تعالیٰ چاہے سنا دے، اگر وہ اللہ تعالیٰ کے سنانے سے بھی نہ سنیں تو اللہ تعالیٰ کا سنانا چہ معنی دارد؟ تو جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ بعض موتی بعض اوقات بعض چیزیں اللہ تعالیٰ کے سنانے سے سن لیتے ہیں، جیسے خفق نعال اور قلیب بدر والی احادیث میں مذکور ہوا تو ایسے لوگ نہ قرآنِ مجید کی کسی آیت کا انکار کرتے ہیں اور نہ ہی کسی حدیث کا۔ البتہ جو لوگ یہ نظریہ اپنائے ہوئے ہیں کہ کوئی مردہ کسی وقت بھی کوئی چیز نہیں سنتا، حتی کہ اللہ تعالیٰ کے سنانے سے بھی نہیں سنتا تو انہیں غور فرمانا چاہیے کہیں آیت: (إِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ) اور احادیث خفق نعال اور احادیث قلیب بدر کا انکار تو نہیں کر رہے؟

مسئلہ اللہ کی قدرت کا نہیں اس کے قانون کا ہے ان اہل حدیث عالم کی بات جہاں ختم ہوتی ہے وہیں سے بریلوی مکتب فکر کی بات شروع ہوتی ہے-اہل حدیث حضرات ابھی تک سماع الموتی کے مسئلے پر یک زبان نہیں ہیں اور بریلویوں اور دیوبندیوں پر شرک کی توپیں داغتے رہتے ہیں

غیر مقلد عبدالرحمٰن کیلانی نے ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی مرحوم کے نظریہ عدم سماع موتی و عود روح پر تنقید کرتے ہوئے اپنا مضمون کو ان سطروں کے ساتھ ختم کیا تھا

اب دیکھئے جہاں تک شرک کی اصل بنیاد کے استیصال کا تعلق ہے، ہم بدل و جان عثمانی صاحب کے ساتھ ہیں۔اختلاف صرف یہ ہے کہ وہ شرک کی اصل بنیاد اس دنیاوی قبر میں عذابِ قبر کا اثبات اور حیات فی القبر کو قرار دیتے ہیں جبکہ ہم شرک کی اصل بنیاد سماع موتی کا علی الاطلاق وقوع کو قرار دیتے ہیں۔۔۔لہٰذا ہماری گزارش ہے کہ آپ حضرات اپنی جملہ مساعی سماع موتی کی تردید میں صرف کیجئے۔ان شاء اللہ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔" (روح، عذاب قبر اور سماع موتی صفحہ ۱۰۹)

لیکن آپ دیکھ سکتے ہیں سماع الموتی کا مسئلہ اب شرک کی وجہ نہیں ہے کیونکہ امام ابن تیمیہ وابن قیم سماع الموتی کے متشدد قائلین میں سے تھے

دیوبندی بھی فتوی دیتے ہیں کہ سماع الموتی کے عقیدے کو کفر نہیں کہا جائے گا کیونکہ اعتقاد اسلام میں اصحاب رسول کا اختلاف تھا۔ راقم کہتا ہے یہ قول باطل ہے- بنوری ٹاؤن کراچی کے دیوبندی مدرسہ والوں کا فتوی

فتوی نمبر : 143503200035

ہے

سماع موتی سے متعلق علماء دیوبند کا کیا عقیدہ ہے، قائلینِ سماع موتی کو کافر اور مشرک کہنا کیسا ہے؟ قبر میں عذاب و ثواب دنیا والی قبر میں ہوتا ہے یا برزخ میں کوئی اور جگہ ہے؟ قبر میں روح کا جسدِ عنصری کے ساتھ کوئی تعلق ہوتا ہے یا نہیں؟ عذاب و ثواب صرف روح کو ہوتا ہے یا جسدِ عنصری اور روح دونوں کو؟ یا پھر روح کو جسمِ مثالی کے ساتھ ہوتا ہے؟ ان عقائد میں سے غلط عقیدہ رکھنے والے شخص کا کیا حکم ہے؟ اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

## جواب

انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں تو حیات و سماع کا ثبوت جمہور امت کا اجماعی عقیدہ ہے جبکہ عام اموات کے بارے میں سماع کا مسئلہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ سے اختلافی چلا آرہا ہے، دونوں طرح کے اقوال ثابت ہیں اس لیئے اس مسئلہ میں شدت کرنا اور ایک فریق کا دوسرے کی تکفیر تو کجا تجہیل و تفسیق کرنا تک ٹھیک نہیں ہے ۲۔ : قبر کا عذاب و ثواب صرف روح کو نہیں ہوتا بلکہ میت کا جسم عنصری بھی اس سے متاثر ہوتا ہے اور اس عذاب و ثواب کا محل یہی حسی قبر ہے. جس میں مردہ دفن کیا جاتا ہے مگر چونکہ یہ عذاب و ثواب دوسرے عالم کی چیز ہیں اس لیئے جو حالات قبر میں گذرتے ہیں، زندوں کو ان کا ادراک و شعور عموماً نہیں ہوتا ۳ : روح کا جسم کے ساتھ مرنے کے بعد تعلق اس طرح نہیں ہوتا. جس طرح دنیا میں تھا مگر ایک گونہ تعلق رہتا ضرور ہے، بہر حال روح رہتی برزخ میں ہے۔ بہر حال سماع موتے کا مسئلہ تو مختلف فیہ ہے البتہ عذاب و ثواب وغیرہ کی جو تفصیل زکر کی اس میں کسی قسم کے وشبہ کی گنجائش نہیں، اس پر ایمان لانا فرض ہے اور اس کے منکر کے حق میں اندیشہ کفر ہے اور اس کی اقتداء میں نماز کی ادائیگی درست نہیں۔ واللہ اعلم

راقم کہتا ہے لوگوں کا قول کہ صحابہ کرام کے دور سے مسئلہ سماع الموتی اختلافی چلا آ رہا ہے۔ یہ بات بلا دلیل ہے

سماع الموتی کے تمام قائلین عود روح کے بھی اقراری ہیں اور ان کے نزدیک یہ بار بار ہوتا ہے۔

سماع الموتی کے قائلین کے نزدیک نیک لوگوں کی ارواح جنت میں رہیں ضروری نہیں ہے بلکہ یہ تمام کائنات میں جہاں بھی جانا چاہیں جا سکتی ہیں۔ اور اسی وجہ سے قبر میں، جسد میں بھی آ جاتی ہیں سلام کا جواب دیتی زائر کو پہچانتی ہیں

ابن قیم کتاب الروح میں لکھتے ہیں:

فصل وَأما قَول من قَالَ إِن أَرْوَاح الْمُؤمنِينَ فِي عليين فِي السَّمَاء السَّابِعَة وأرواح الْكفَّار فِي سِجِّين فِي الأَرْض السَّابِعَة فَهَذَا قَول قد قَالَه جمَاعَة من السّلف وَالْخلف وَيدل عَلَيْهِ قَول النَّبِي اللَّهُمَّ الرفيق الْأَعْلَى وَقد تقدم حَدِيث أبي هُرَيْرَة أَن الْمَيِّت إِذا خرجت روحه عر ج بهَا إِلَى السَّمَاء حَتَّى يَنْتَهِي بهَا إِلَى السَّمَاء السَّابِعَة الَّتِي فِيهَا الله عز وَجل وَتقدم قَول أبي مُوسَى أَنَّهَا تصعد حَتَّى تَنْتَهِي إِلَى الْعَرْش وَقَول حُذَيْفَة أَنَّهَا مَوْقُوفَة عِنْد الرَّحْمَن وَقَول عبد الله بن عمر إِن هَذِه الْأَرْوَاح عِنْد الله وَتقدم قَول النَّبِي أَن أَرْوَاح الشُّهَدَاء تأوي إِلَى قناديل تَحت الْعَرْش وَتقدم حَدِيث الْبَراء بن عَازِب أَنَّهَا تصعد من سَمَاء إِلَى سَمَاء ويشيعها من كل سَمَاء مقربوها حَتَّى يَنْتَهِي بهَا إِلَى السَّمَاء السَّابِعَة وَفِي لفظ إِلَى السَّمَاء الَّتِي فِيهَا الله عز وَجل

وَلَكِن هَذَا لَا يدل على استقرارها هُنَاكَ بل يصعد بهَا إِلَى هُنَاكَ للعرض على رَبهَا فَيقْضى فِيهَا أمره وَيكْتب كِتَابه من أهل عليين أَو من أهل سِجِّين ثمَّ تعود إِلَى الْقَبْر للمسألة ثمَّ ترجع إِلَى مقرها الَّتِي أودعت فِيهِ فأرواح الْمُؤمنِينَ فِي عليين بِحَسب مَنَازِلهمْ وأرواح الْكفَّار فِي سِجِّين بِحَسب مَنَازِلهمْ

بیان کہ کہنے والے کا قول بے شک ارواح المومنین علیین میں ساتویں آسمان پر ہیں اور کفّار کی ارواح سجین میں ساتویں زمین میں ہیں پس یہ قول ہے جو سلف و خلف نے کہا ہے اور اس پر دلالت کرتا ہے نبی کا قول کہ اللَّھُمَّ الرفیق الاَعلَی اور پیش کی ہے ابو ھریرہ کی حدیث کہ جب میت کی روح نکلتی ہے تو وہ آسمان پر چڑھتی ہے یہاں تک کہ ساتویں آسمان پر پہنچتی ہے جس پر اللہ عزوَجل ہے اور پیش کرتے ہیں ابو موسیٰ کا قول کہ وہ اوپر جاتی ہے یہاں تک کہ عرش تک اور حذیفہ کا قول کہ وہ رحمان کے پاس رکی ہوئی ہے اور عبد اللہ ابن عمر کا قول کہ بے شک یہ ارواح اللہ کے پاس ہیں اور نبی کا قول ہے کہ شہداء کی ارواح قندیلوں میں عرش رحمان کے نیچے ہیں اور البُراء بن عازِب کی حدیث پیش کرتے ہیں کہ یہ ارواح ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک جاتی ہیں.. یہاں تک کہ ساتویں آسمان تک پہنچتی ہیں جس پر اللہ عزوَجل ہے-

یعنی ارواح برزخ میں اللہ کے پاس مقید نہیں ہیں دھرتی، آسمان اور پاتال میں سجین یا برھوت میں کہیں بھی اتی جاتی رہتی ہیں-

فرقوں کے نزدیک سماع الموتی کی سب سے اہم دلیل، قلیب بدر کے مردوں کا سماع ہے- جنگ بدر میں فتح کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ کفار کی لاشیں ایک کنواں میں پھینک دی جائیں تین دن بعد آپ اس مقام پر گئے اور کنواں کے اوپر آپ نے ۲۴ سرداران قریش کو پکارا اس وقت عمر رضی اللہ عنہ نے کہ

يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا تَكَلَّمَ مِنْ أَجْسَادٍ، لَا أَرْوَاحَ لَهَا

یا رسول اللہ آپ ایسے اجسام سے مخاطب ہیں جن میں ارواح نہیں؟

رسول اللہ نے فرمایا

إِنَّهُمْ لَيَسْمَعُونَ مَا أَقُولُ

بے شک یہ سن رہے ہیں جو میں کہہ رہا ہوں-

عائشہ رضی اللہ عنہا سماع الموتی کی انکاری تھیں اور کہتیں تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کہنا کہ یہ سنتے ہیں اصل میں علم ہونا ہے۔

اور ایسا وہ کیوں نہ کہتیں جبکہ قرآن میں ہے **ابراہیم علیہ السلام نے بتوں سے کلام کیا اور کہا تم کھاتے کیوں نہیں ؟**

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی سولی پر لٹکتی لاش سے کلام کیا اور اسماء رضی اللہ عنہا سے کہا صبر کریں بے شک ارواح اللہ کے پاس ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مردہ بیٹے سے کلام کیا

وَاِنَّا بِفِرَا قَکَ یَا ابراھیمُ لَمَحْزُنُون (اے ابراہیم ہم تمہاری جدائی پر غمگین ہیں) (بخاری کتاب الجنائز)۔

اس میں خطاب ایک مرنے والے بچہ سے ہے فرط جذبات میں مردوں سے زندہ مخاطب ہو سکتا ہے لیکن اس میں اس کا مقصد مردے کو سنانا نہیں ہوتا—امام ابو حنیفہ کہتے تھے کہ اگر کوئی قسم کھالے کہ میں کسی سے کلام نہ کروں گا اور مرنے کے بعد اس کے لاشے سے کلام کر بیٹھا تو اس کی قسم نہ ٹوٹے گی

ابن رجب کتاب اِہوال القبور میں قبول کرتے ہیں

قال الحافظ ابن رجب: وقد وافق عائشة على نفي سماع الموتى كلام الأحياء طائفة من العلماء

اور عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے موافقت کی ہے بہت سے علماء نے مردوں کے سننے کی نفی میں

واضح رہے کہ اللہ کی قدرت ومنشا میں بحث نہیں ہے وہ تو جو چاہے کر سکتا ہے سوال انسانوں کا ہے کہ کیا وہ اپنی بات مردوں کو سنا سکتے ہیں ۔کہ نہیں

ام المومنین رضی اللہ عنہا جو فقہاء مدینہ کی استاد ہیں ان کے فہم پر مبنی اس تاویل پر اعتراض سات صدیوں تک علمائے اسلام نے نہیں کیا۔ خود ابن عمر کو بھی یقینا عائشہ رضی اللہ عنہا کا فہم واقعہ قلیب بدر پر معلوم ہو گیا ہو گا کہ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے ابن زبیر کے قتل پر کہا

خبر مل گئی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ارواح اللہ کے پاس ہیں یعنی عالم ارضی میں نہیں ہیں

معلوم ہوا انہوں نے رجوع کیا اور اس قول کو اختیار کر لیا تھا جو عائشہ رضی اللہ عنہا نے پیش کیا۔

جیسا ذکر کیا عبدالرحمٰن کیلانی نے ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی مرحوم کے نظریہ عدم سماع موتی و عود روح پر تنقید کرتے ہوئے اپنا مضمون کو ان سطروں کے ساتھ ختم کیا تھا

ہم شرک کی اصل بنیاد سماع موتی کا علی الاطلاق وقوع کو قرار دیتے ہیں

## قول : تجسیم الٰہی پر تکفیر نہ کرنا

محدثین کا ایک گروہ اللہ تعالیٰ کی تجسیم کا قائل ہے ۔اس کے لئے اعضا والی احادیث روایت کرتا ہے - ابن حزم اس کے خلاف تھے یہاں تک کہ البانی کتاب لآیات البینات فی عدم سماع الأموات علی مذہب الحنفیۃ السادات میں تعلیق میں لکھتے ہیں

علي بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسي القرطبي من كبار حفاظ الحديث و أئمة الظاهرية ولكنه في الأسماء و الصفات جهمي جلد

ابن حزم کھلے جہمی ہیں

اسی بات کو الصحیحہ میں بھی لکھتے ہیں- راقم کہتا ہے جہمی ہونا تو ان علماء کے نزدیک کفر ہے

مبشر احمد ربانی لیکن ابن حزم کا ایک قول پیش کرتے ہیں اور نام لیے بغیر اپنے فرقے (المجسمیہ یعنی اہل حدیث ) کو بچاتے ہیں ۔کتاب مسئلہ تکفیر ص ۲۱۹ پر لکھتے ہیں

اسی طرح امام ابن حزم ؒ مزید فرماتے ہیں:

"وكذلك من قال أن ربه جسم فإنه إن كان جاهلاً أو متأولاً فهو معذور لا شيء عليه ويجب تعليمه فإذا قامت الحجة عليه من القرآن والسنن فخالف ما فيهما عناداً فهو كافر يحكم عليه بحكم المرتد." [ الفصل لابن حزم: ٢/٢٦٩ ]

''اسی طرح جو شخص یہ کہے کہ اس کا رب اجسام میں سے ایک جسم والا ہے تو اگر وہ شخص جاہل یا متاول ہے تو وہ معذور ہے، اس پر کچھ گناہ نہیں اور اسے تعلیم دینا واجب ہے۔ پھر جب قرآن اور حدیث سے اس پر حجت قائم ہو جائے اور وہ سرکشی اور عناد کرتے ہوئے ان دونوں کی مخالفت کرے تو وہ کافر ہے، اس پر مرتد ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔''

اہل حدیث یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالی ایک جسم ہے جو عرش پر بیٹھا ہے –اسی کی بنیاد پر وہابی یہ عقیدہ رکھتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی روز محشر عرش پر بٹھایا جائے گا اور یہ کیفیت ان کے نزدیک مقام المحمود کی اصل ہے-

بریلوی علماء اس کی بنیاد پر اہل حدیث فرقہ کی تکفیر کرتے ہیں

https://www.youtube.com/watch?v=1O_CmcUhkNk&feature=youtu.be

بریلوی علماء اس کی بنیاد پر طارق جمیل کی تکفیر کرتے ہیں

https://www.youtube.com/watch?v=S_BnFRbYpnE&feature=youtu.be

# قول: اللہ کی صفت قدرت کا منکر کافر نہیں

مبشر احمد ربانی، ابن عبدالبر کا ایک قول پیش کرتے ہیں جو جاہل کی وصیت والی حدیث پر تبصرہ تھا

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اختلف العلماء في معناه، فقال منهم قائلون : هذا رجل جهل بعض صفات الله عز وجل وهي القدرة، فلم يعلم أن الله على كل ما يشاء قدير، قالوا : ومن جهل صفة من صفات الله عز وجل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ
www.KitaboSunnat.com



وآمن بسائر صفاته وعرفها لم يكن بجهله بعض صفات الله كافرا، قالوا : وإنما الكافر من عاند الحق لا من جهله، وهذا قول المتقدمين من العلماء، ومن سلك سبيلهم من المتأخرين."
[ التمهيد لابن عبد البر : ١٨ / ٤٢ ]

"اس حدیث کے مفہوم میں علماء نے اختلاف کیا ہے، ان میں سے بعض نے کہا ہے: یہ آدمی اللہ کی بعض صفات سے جاہل تھا اور وہ صفت اللہ کی قدرت ہے، اسے علم نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اس پر کمال قدرت رکھتا ہے۔ انھوں نے کہا: جو کوئی اللہ کی صفات میں سے کسی صفت سے جاہل ہو اور باقی تمام صفات پر ایمان رکھتا ہو اور انھیں پہچانتا ہو تو بعض صفات سے جہالت کی وجہ سے کافر نہیں ہوگا۔ انھوں نے کہا: کافر تو صرف وہ ہے جس نے حق سے عناد اور دشمنی رکھی، اپنی جہالت کی وجہ سے نہیں۔ یہ متقدمین علماء کا قول ہے اور متاخرین میں سے بھی جو ان کے مسلک پر چلا (اس کا بھی یہی موقف ہے)۔"

# قول : قبر پرستوں کی تکفیر نہیں کی جائے گی

مبشر احمد ربانی کتاب مسئلہ تکفیر میں وہابی عالم عبد الوہاب النجدی کے حوالے سے لکھتے ہیں

شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وإذا كنا لا نكفر من عبد الصنم الذى على عبد القادر والصنم الذى على قبر أحمد البدوى وأمثالهما لأجل جهلهم وعدم من ينبههم فكيف نكفر من لم يشرك بالله؟! إذا لم يهاجر إلينا أو لم يكفر ويقاتل: ﴿سُبْحَٰنَكَ هَٰذَا بُهْتَٰنٌ عَظِيمٌ﴾ [ النور : ١٦ ]" [ الدرر السنية في الأجوبة النجدية : ١٠٤/١، وفي نسخة : ٦٦/١، مصباح الظلام، ص : ٨٤ ]

"جب ہم اس شخص کو کافر قرار نہیں دیتے جو عبد القادر اور احمد البدوی اور ان کی مثل دوسرے لوگوں کی قبور پر بنے ہوئے صنم کی عبادت کرتا ہے ان کی جہالت کی وجہ سے، اور ان کو متنبہ کرنے والے لوگوں کے نہ ہونے کی وجہ سے تو ہم اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "
www.KitaboSunnat.com



شخص کو کیسے کافر قرار دیں گے جو اللہ کے ساتھ شرک نہیں کرتا جب وہ ہماری طرف ہجرت کر کے نہ آیا۔ پاک ہے تو یہ تو بہتان عظیم ہے۔"

شیخ عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب سے قبروں پر بنے ہوئے قبوں کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا یہ قبے ان کے بانی کے کفر پر دلالت کرتے ہیں؟ تو انھوں نے جواب دیتے ہوئے کہا:

"هذا يحتاج إلى تفصيل فإن كان الباني قد بلغه هدى الرسول صلى الله عليه وسلم في هدم البناء عليها ونهيه عن ذلك وعاند وعصى أو منع من أراد هدمها من ذلك فذلك من علامة الكفر واما من فعل ذلك جهلا منه بما بعث الله به رسوله صلى الله عليه وسلم فهذا لا يكون علامة على كفر وإنما يكون علامة على جهله وبدعته وإعراضه عن البحث عما أمر الله به ورسوله في القبور." [ مجموعة الرسائل والمسائل النجدية : ٢٤٦/١ ]

"یہ بات تفصیل کی محتاج ہے، اگر قبروں پر قبے بنانے والے کو ان پر عمارات گرانے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی آپ سے راہنمائی اور ممانعت پہنچی ہے اور اس نے عناد و سرکشی اختیار کی اور نافرمانی کی یا جس نے ان قبوں کو گرانے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "
www.KitaboSunnat.com



کا ارادہ کیا تو اس نے اسے منع کیا، تو یہ کفر کی علامت ہے اور جس شخص نے یہ کام اس چیز سے جہالت کی بنا پر کیا جس کے ساتھ اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو مبعوث کیا تو یہ اس کے کفر پر علامت نہیں ہے بلکہ یہ صرف اس کی جہالت، بدعت اور قبروں کے متعلق اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جو حکم دیا ہے اس سے بحث کرنے سے گریز کی علامت ہے۔

راقم کہتا ہے کہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ قبروں پر سجدہ کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو

# قول : وسیلہ کے قائلین کی تکفیر نہیں کی جائے گی

مبشر احمد ربانی کتاب مسئلہ تکفیر میں وہابی عالم عبدالوہاب النجدی کے حوالے سے لکھتے ہیں

''مجھ پر بہتان تراشیاں کرنے والے کہتے ہیں کہ میں اولیائے کرام سے توسل کرنے والوں کو کافر کہتا ہوں اور بوصیری کی اس کے قول " یا اکرم الخلق" کی وجہ سے تکفیر کرتا ہوں، اور کہتا ہوں کہ اگر قبۃ الرسول گرانے پر قادر ہوا تو گرا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ '
www.KitaboSunnat.com



دوں گا، اور کعبہ پر مجھے قدرت ہوئی تو اس کا پرنالہ اتار کر لکڑی کا پرنالہ لگا دوں گا۔ اور میں نبی اکرم ﷺ کی قبر کی زیارت حرام سمجھتا ہوں اور والدین وغیرہما کی قبروں کی زیارت کا منکر ہوں اور جو غیر اللہ کی قسم اٹھاتا ہے اسے کافر کہتا ہوں اور ابن الفارض اور ابن عربی کی تکفیر کرتا ہوں اور دلائل الخیرات اور روض الریاحین کو جلاتا ہوں اور اس کا نام روض الشیاطین رکھتا ہوں ان تمام الزامات کا میری طرف سے ان مسائل میں یہی جواب ہے۔ سبحانك هذا بهتان عظيم.

"و إني أكفر من توسل بالصالحين، وإنى أكفر البوصيري لقوله "يا أكرم الخلق"، وإني أقول لو أقدر على هدم قبة رسول الله صلى الله عليه وسلم لهدمتها، ولو أقدر على الكعبة لأخذت ميزابها وجعلت لها ميزاباً من خشب وإنى أحرم زيارة قبر النبى صلى الله عليه وسلم وإنى أنكر زيارة قبر الوالدين وغيرهما، وإنى أكفر من حلف بغير الله، وإنى أكفر ابن الفارض وابن عربي، وإنى أحرق دلائل الخيرات وروض الرياحين وأسمية روض الشياطين. جوابي عن هذه المسائل أن أقول سبحانك هذا بهتان عظيم."

[ مؤلفات الشيخ : ١٢/٦ القسم الخامس : ٣/ ٧-٨ الرسالة الاولى ]

مبشر ربانی یہ بھی لکھتے ہیں

کئی ایک احادیث صحیحہ میں زوال علم اور ظہور جہل کو قیامت کی علامات میں سے شمار کیا گیا ہے، جیسا کہ صحیح البخاری کتاب الفتن میں باب ظہور الفتن میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کی احادیث۔ آج کتنے دیہات اور علاقے ایسے ہیں جہاں پر کتاب وسنت کے ماہر علماء موجود نہیں ہیں بلکہ علمائے سوء موجود ہیں، جو انھیں بدعات وخرافات کی تعلیم دیتے ہیں اور ان کے عقائد و اعمال بگاڑتے ہیں اور عوام سمجھتے ہیں کہ ان کے علماء انھیں اللہ، اس کے رسول اور اولیائے کرام کی باتیں بتاتے ہیں۔ اسی طرح جہالت بعض علاقوں میں تو اس حد تک عام ہے کہ وہاں قرآن مجید سے اپنی بیٹیوں کی شادی کرنے کی قبیح رسم موجود ہے۔ [ أعاذنا الله من هذا ]

# قول : تعویذ کرنے پر تکفیر نہیں ہے

اس بات کی دلیل میں کہ اصحاب رسول کے گھروں میں بھی شرک ہو جاتا تھااور اس پر تکفیر نہیں کی جاتی تھی یہ دلیل دی جاتی ہے

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، عبد اللہ بن مسعود جب کسی ضرورت کے لیے گھر آتے تو دروازے پر پہنچ کر کھانستے تھے، اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ اچانک وہ کہیں اس کام پر نہ آجائیں جو انھیں پسند نہیں ہوتا۔ کہتی ہیں کہ ایک دن ابن مسعود رضی اللہ عنہ آئے اور کھانسے جبکہ اس وقت میرے پاس ایک بڑھیا تھی جو مجھے بخار کا دم کر رہی تھی، میں نے اسے چارپائی کے نیچے کر دیا، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آئے اور میری ایک جانب بیٹھ گئے، تو انھوں نے میری گردن میں ایک دھاگا دیکھا اور کہا یہ دھاگا کیا ہے؟ میں نے کہا: یہ دھاگا میرے لیے دم کیا گیا ہے۔ تو انھوں نے اسے پکڑا اور کاٹ دیا، پھر فرمایا:

”إن آل عبد الله لأغنياء عن الشرك.“

”بلاشبہ عبد اللہ کے گھر والے شرک سے بے نیاز ہیں۔“

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے :

« إِنَّ الرُّقَى وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ »

”بے شک دم جھاڑ، گنڈے منکے، اور شوہر کی محبت حاصل کرنے کے جادو شرک ہیں۔“

میں نے ان سے کہا: آپ یہ کیوں کہہ رہے ہیں، میری آنکھ میں تکلیف ہوتی تھی تو میں فلاں یہودی کے پاس جاتی تھی، وہ دم جھاڑ کرتا تھا تو میری آنکھ سکون میں آجاتی تھی۔ فرمایا:



”إِنَّمَا ذَالِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ.“

”یہ شیطانی عمل میں سے ہے۔“

وہ اس آنکھ میں اپنا ہاتھ مارتا تھا جب وہ دم جھاڑ کرتا تھا تو شیطان رک جاتا تھا، تجھے تو اتنا ہی کافی ہے کہ تو اس طرح کہے، جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا:

« أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ اشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا » [ تفسير ابن كثير : ٣/ ٦١٠، مسند أحمد : ٣٦١٥، ٦/ ١١٠۔ أبوداؤد : ٣٨٨٣۔ مسند أبي يعلى : ٥٢٠٨۔ شرح السنة : ٣٢٤٠، ١٢/ ١٥٦۔١٥٧۔ المستدرك للحاكم : ٤/ ٤١٧۔٤١٨ و ٢/ ٢١٧۔ اس حدیث کو امام حاکم اور ذہبی دونوں نے صحیح کہا ہے، لیکن اس میں اعمش کا عنعنہ ہے۔]

”دکھ دور کر دے اے لوگوں کے رب شفا عطا کر تو ہی شفا دینے والا ہے، تیری شفا کے سوا کوئی شفا نہیں ہے، ایسی شفا عطا کر جو کوئی بھی دکھ باقی نہ ...“

اس کے تحت اہل حدیث علماء کا کہنا ہے کہ دلیل ہے کہ اصحاب رسول کی ازواج بھی شرک کر بیٹھتیں تھیں-

راقم کہتا ہے کہ صحیح بات ہے کہ شرک پر اگر دل مطمئن ہو جائے تو کفر کا فتوی لگتا ہے—یہاں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی نے کوئی ایسا عمل نہیں کیا جو شرک ہو صرف دم کرایا تھا—جب ان کو علم ہوا اور ابن مسعود نے وضاحت کر دی تو انہوں نے اس کا اعادہ نہیں کیا ہو گا-راقم کہتا ہے اس میں تمیمہ سے مراد تعویذ ہے-اور اہل کتاب میں توریت کے تعویذ لٹکانا معروف تھا

اہل حدیث مبشر ربانی دور کی کوڑی لاتے ہیں مبشر ربانی کتاب مسئلہ تکفیر اور اس کے اصول و ضوابط ص ۲۹۵ میں لکھتے ہیں

معلوم ہوا بسا اوقات ایک شخص میں توحید اور شرک، ایمان اور کفر بھی جمع ہو سکتے ہیں، جیسے زینب جو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں، انکے گلے میں انھوں نے دھاگا دیکھ کر اسے شیطانی عمل اور شرک قرار دیا، حالانکہ وہ ایک مومنہ عورت تھیں۔ لہٰذا ہمیں کسی

شخص کو کفر و شرک کرتے دیکھ کر اسے مشرک ہونے کا فی الفور فتوی جاری نہیں کرنا چاہیے، ہاں اس فعل یا قول کو کفر و شرک ضرور کہیں۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ کو کافرہ مشرکہ قرار نہیں دیا بلکہ انکے فعل کو شرک کہا۔"

معلوم ہوا بسا اوقات ایک شخص میں توحید اور شرک، ایمان اور کفر بھی جمع ہو سکتے ہیں، جیسے زینب جو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں، ان کے گلے میں انھوں نے دھاگا دیکھ کر اسے شیطانی عمل اور شرک قرار دیا، حالانکہ وہ ایک مومنہ عورت تھیں۔ لہٰذا ہمیں کسی شخص کو کفر و شرک کرتے دیکھ کر اسے مشرک ہونے کا فی الفور فتوئ جاری نہیں کرنا چاہیے، ہاں اس فعل یا قول کو کفر و شرک ضرور کہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ کو کافرہ مشرکہ قرار نہیں دیا بلکہ ان کے فعل کو شرک کہا۔

مبشر ربانی تعویذ کا دفاع اس انداز میں کرتے ہیں

اس معنی میں وہ کوڑیاں، منکے، پتھر، لوہا، چھلے، انگوٹھیاں، لکڑی اور دھاگے وغیرہ سب چیزیں شامل ہیں جو جاہل لوگ بغرض علاج پہنتے، پہناتے ہیں، اس میں وہ تعویذ بھی آتے ہیں جو کفریہ، شرکیہ اور غیر شرعی تحریروں پر مشتمل ہوتے ہوں، لیکن ایسے تعویذ جو آیات قرآنیہ اور مسنون دعاؤں پر مشتمل ہوں، انھیں ''تمیمہ'' کہنا قرآن وسنت کی ہتک ہے۔ اس پاکیزہ کلام کو یہ برا نام دینا ناروا غلو ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ قرآن کریم یا دعائیں لکھ کر لٹکانا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "
www.KitaboSunnat.com



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی طرح ثابت نہیں حالانکہ اس دور میں کاغذ، قلم، سیاہی اور کاتب سبھی مہیا تھے اور مریض بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے تھے مگر آپ نے کبھی کسی کو یہ طریقہ علاج ارشاد نہیں فرمایا، آپ نے انھیں دم کیا یا مختلف اذکار بتائے یا کوئی مادی علاج تجویز فرما دیا۔ آیات یا دعاؤں کو بطور تعویذ لٹکانا بعد کی بات اور اختلافی مسئلہ ہے [ الطب النبوي از قیم الجوزی ] علمائے سنت کا ایک گروہ اس کا قائل و فاعل رہا ہے اور دوسرا انکاری۔ علمائے راسخین کی اور ہماری ترجیح یہی ہے کہ اس سے احتراز کیا جائے، مگر کلام اللہ یا مسنون دعاؤں کو تمیمہ جیسا برا نام دینا بہت بڑا ظلم ہے۔ [ أبوداؤد ترجمه و فوائد فضیلة

افسوس کہ تمیمہ لٹکانا علماء سے ثابت ہے

کتاب الفروع از ابن مفلح الحنبلی (المتوفی: 763ھ) میں ہے

وَقَالَ ابْنُ مَنْصُورٍ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ: هَلْ يُعَلِّقُ شَيْئًا مِنْ الْقُرْآنِ؟ قَالَ: التَّعْلِيقُ كُلُّهُ مَكْرُوهٌ، وَكَذَا قَالَ فِي رِوَايَةِ صَالِحٍ. وَقَالَ الْمَيْمُونِيُّ: سَمِعْت مَنْ سَأَلَ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَنْ التَّمَائِمِ تُعَلَّقُ بَعْدَ نُزُولِ الْبَلَاءِ فَقَالَ: أَرْجُو أَنْ لَا يَكُونَ بِهِ بَأْسٌ، قَالَ أَبُو دَاوُد: وَقَدْ رَأَيْت عَلَى ابْنٍ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ وَهُوَ صَغِيرٌ تَمِيمَةً فِي رَقَبَتِهِ فِي أُدُمٍ، قَالَ الْخَلَّالُ: قَدْ كَتَبَ هُوَ مِنْ الْحُمَّى بَعْدَ نُزُولِ الْبَلَاءِ، وَالْكَرَاهَةُ مِنْ تَعْلِيقِ ذَلِكَ قَبْلَ نُزُولِ الْبَلَاءِ هُوَ الَّذِي عَلَيْهِ الْعَمَلُ، انْتَهَى

المروزی نے امام احمد سے پوچھا کیا قرآن میں سے کچھ لٹکایا جائے؟ امام احمد نے کہا ہر لٹکانے والی چیز مکروہ ہے اور ایسا ہی صالح نے روایت کیا ہے اور میمونی نے کہا میں نے امام احمد سے تعویذ پر سوال کیا کہ آفت نازل ہونے کے بعد لٹکا لیا جائے انہوں نے کہا اس میں امید ہے کوئی برائی نہیں اور امام ابو داود کہتے ہیں انہوں نے احمد کے چھوٹے بیٹے کے گلے میں چمڑے کا تمیمہ دیکھا الخلال کہتے ہیں اور امام احمد تمیمہ لکھتے بخار کے لئے آفت کے نزول کے بعد اور اس سے کراہت کرتے کہ اس کو نزول بلا سے پہلے لٹکایا جائے اور اسی پر (حنابلہ کا) عمل ہے انتھی

عصر حاضر کے اک محقق ناصر الدین البانی اپنی تالیف الصحیحہ میں تبصرہ کرتے ہیں کہ

التمائم: جمع تميمة واصلها خرزات تعلقها العرب على رأس الولد لدفع العين ثم توسعوا فيها فسموا بها كل عوذة. ومن ذلك تعليق نعل الفرس أو الخرز الأزرق وغيره. والأرجح أنه يدخل في المنع أيضا الحجب إذا كانت من القرآن أو الأدعية الثابتة

التمائم: تمیمة کی جمع ہے اور اصلاً گھونگھے ہیں جو عرب اپنے اولاد کے سروں پر دفع نظر بد کے لیے لٹکاتے تھے پھر اس میں وسعت ہوئی اور یہ نام ہوا ہر اس چیز کا جس کے ذریعے پناہ لی جائے – اور اس میں شامل ہے گھوڑے کی نعل اور نیلے گھونگھے اور راجح ہے کہ منع میں شامل ہے حفاظت چاہے قرآن سے ہو یا ثابت دعاؤں سے

# قول عائشہ رضی اللہ عنہ لا علم تھیں کہ اللہ جاننے والا ہے

صحیح مسلم میں ہے

حدیث:2249

حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرِ بْنِ الْمُطَّلِبِ أَنَّهُ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ قَيْسٍ يَقُولُ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تُحَدِّثُ فَقَالَتْ أَلَا أُحَدِّثُكُمْ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنِّي قُلْنَا بَلَى ح و حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ حَجَّاجًا الْأَعْوَرَ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسِ بْنِ مَخْرَمَةَ بْنِ الْمُطَّلِبِ أَنَّهُ قَالَ يَوْمًا أَلَا أُحَدِّثُكُمْ عَنِّي وَعَنْ أُمِّي قَالَ فَظَنَنَّا أَنَّهُ يُرِيدُ أُمَّهُ الَّتِي وَلَدَتْهُ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ أَلَا أُحَدِّثُكُمْ عَنِّي وَعَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا بَلَى قَالَ قَالَتْ لَمَّا كَانَتْ لَيْلَتِي الَّتِي كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا عِنْدِي انْقَلَبَ فَوَضَعَ رِدَائَهُ وَخَلَعَ نَعْلَيْهِ فَوَضَعَهُمَا عِنْدَ رِجْلَيْهِ وَبَسَطَ طَرَفَ إِزَارِهِ عَلَى فِرَاشِهِ فَاضْطَجَعَ فَلَمْ يَلْبَثْ إِلَّا رَيْثَمَا ظَنَّ أَنْ قَدْ رَقَدْتُ فَأَخَذَ رِدَائَهُ رُوَيْدًا وَانْتَعَلَ رُوَيْدًا وَفَتَحَ الْبَابَ فَخَرَجَ ثُمَّ أَجَافَهُ رُوَيْدًا فَجَعَلْتُ دِرْعِي فِي رَأْسِي وَاخْتَمَرْتُ وَتَقَنَّعْتُ إِزَارِي ثُمَّ انْطَلَقْتُ عَلَى إِثْرِهِ حَتَّى جَاءَ الْبَقِيعَ فَقَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ انْحَرَفَ فَانْحَرَفْتُ فَأَسْرَعَ فَأَسْرَعْتُ فَهَرْوَلَ فَهَرْوَلْتُ فَأَحْضَرَ فَأَحْضَرْتُ فَسَبَقْتُهُ فَدَخَلْتُ فَلَيْسَ إِلَّا أَنْ اضْطَجَعْتُ فَدَخَلَ فَقَالَ مَا لَكِ يَا عَائِشُ حَشْيَا رَابِيَةً قَالَتْ قُلْتُ لَا شَيْئَ قَالَ لَتُخْبِرِينِي أَوْ لَيُخْبِرَنِّي اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي فَأَخْبَرْتُهُ قَالَ فَأَنْتِ السَّوَادُ الَّذِي رَأَيْتُ أَمَامِي قُلْتُ نَعَمْ فَلَهَدَنِي فِي صَدْرِي لَهْدَةً أَوْجَعَتْنِي ثُمَّ قَالَ أَظَنَنْتِ أَنْ يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْكِ وَرَسُولُهُ قَالَتْ مَهْمَا يَكْتُمِ النَّاسُ يَعْلَمْهُ اللَّهُ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّ جِبْرِيلَ أَتَانِي حِينَ رَأَيْتِ فَنَادَانِي فَأَخْفَاهُ مِنْكِ فَأَجَبْتُهُ فَأَخْفَيْتُهُ مِنْكِ وَلَمْ يَكُنْ يَدْخُلُ عَلَيْكِ وَقَدْ وَضَعْتِ ثِيَابَكِ وَظَنَنْتُ أَنْ قَدْ رَقَدْتِ فَكَرِهْتُ أَنْ أُوقِظَكِ وَخَشِيتُ أَنْ تَسْتَوْحِشِي فَقَالَ إِنَّ رَبَّكَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَأْتِيَ أَهْلَ الْبَقِيعِ فَتَسْتَغْفِرَ لَهُمْ قَالَتْ قُلْتُ كَيْفَ أَقُولُ لَهُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ قُولِي السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنْ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَيَرْحَمُ اللَّهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ

ترجمہ: ہارون بن سعید ایلی، عبداللہ بن وہب، ابن جریج، عبداللہ بن کثیر بن مطلب، محمد بن قیس، حضرت محمد بن قیس (رض) بن مخرمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک دن کہا کیا میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنی اور اپنی ماں کے ساتھ بیتی ہوئی بات نہ سناؤں ہم نے گمان کیا کہ وہ ماں سے اپنی جننے والی ماں مراد لے رہے ہیں ہم نے کہا کیوں نہیں فرمایا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے پاس میری باری کی رات میں تھے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کروٹ لی اور اپنی چادر اوڑھ لی اور جوتے اتارے اور ان کو اپنے پاؤں کے پاس رکھ دیا اور اپنی چادر کا کنارہ اپنے بستر پر بچھایا اور لیٹ گئے اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اتنی ہی دیر ٹھہرے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے گمان کر لیا کہ میں سو چکی ہوں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے آہستہ سے اپنی چادر لی اور آہستہ سے جوتا پہنا اور آہستہ

سے دروازہ کھولا اور باہر نکلے پھر اس کو آہستہ سے بند کر دیا میں نے اپنی چادر اپنے سر پر اوڑھی اور اپنا ازار پہنا اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پیچھے پیچھے چلی یہاں تک کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بقیع میں پہنچے اور کھڑے ہوگئے اور کھڑے ہونے کو طویل کیا پھر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے دونوں ہاتھوں کو تین بار اٹھایا پھر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) واپس لوٹے اور میں بھی لوٹی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تیز چلے تو میں بھی تیز چلنے لگی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دوڑے تو میں بھی دوڑی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پہنچے تو میں بھی پہنچی میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سبقت لے گئی اور داخل ہوتے ہی لیٹ گئی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے تو فرمایا اے عائشہ تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تمہارا سانس پھول رہا ہے میں نے کہا کچھ نہیں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم بتا دو ورنہ مجھے باریک بین خبر دار یعنی اللہ تعالیٰ خبر دے دے گا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے ماں باپ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر قربان پھر پورے قصہ کی خبر میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دے دی فرمایا میں اپنے آگے آگے جو سیاہ سی چیز دیکھ رہا تھا وہ تو تھی میں نے عرض کیا جی ہاں تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے میرے سینے پر مارا جس کی مجھے تکلیف ہوئی پھر فرمایا تو نے خیال کیا کہ اللہ اور اس کا رسول تیرا حق داب لے گا فرماتی ہیں جب لوگ کوئی چیز چھپاتے ہیں اللہ تو اس کو خوب جانتا ہے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ جبرائیل میرے پاس آئے جب تو نے دیکھا تو مجھے پکارا اور تجھ سے چھپایا تو میں نے بھی تم سے چھپانے ہی کو پسند کیا اور وہ تمہارے پاس اس لئے نہیں آئے کہ تو نے اپنے کپڑے اتار دیئے تھے اور میں نے گمان کیا کہ تو سو چکی ہے اور میں نے تجھے بیدار کرنا پسند نہ کیا میں نے یہ خوف کیا کہ تم گھبرا جاؤ گی جبرائیل نے کہا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے رب نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو حکم دیا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بقیع تشریف لے جائیں اور ان کے لئے مغفرت مانگیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں کیسے کہوں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا (السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَأَتَاكُمْ مَا تُوعَدُونَ غَدًا مُؤَجَّلُونَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ) کہو سلام ہے ایماندار گھر والوں پر اور مسلمانوں پر اللہ ہم سے آگے جانے والوں پر رحمت فرمائے اور پیچھے جانے والوں پر ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔

===============

سند میں عبد اللہ بن کثیر بن المطلب بن إبي وداعة مجہول ہے اس کو امام مسلم نے قبول کیا ہے لہذا ابن حجر نے اس کو مقبول کہا ہے

الذھبی نے میزان میں کہا

.فعبد اللہ بن کثیر السہمی لا یعرف إلا من روایۃ ابن جریج عنہ، وما رایت إحدا وثقہ ففیہ جہالۃ

عبد اللہ نہیں جانا جاتا سوائے اس روایت کے جس کو صرف ابن جریج نے روایت کیا ہے اور کسی اور ثقہ نے میرے خیال میں روایت نہیں کیا ہے اور اس میں جہالت ہے

یعنی مجہول ہے

اور تاریخ اسلام میں کہا

، وهو فلا يكاد يُعْرَف إلا فِي حديثٍ واحد سَنَدُهُ مضطَّرب، وهو حديث عَائِشَةَ فِي استغفاره لأهل البَقيع

اس کی کوئی حدیث معلوم نہیں سوائے ایک مضطرب روایت کے جس میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے اہل بقیع پر استغفار کا ذکر ہے

راقم کہتا ہے یہ ۱۲۰ ہجری کے بعد مرا ہے اور اپنی زندگی میں اس نے صرف ایک یہ حدیث روایت کی ہے۔ اس کو صحیح سمجھنا ممکن نہیں ہے

البتہ اس منکر روایت سے دلیل لی گئی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ صحیح نہیں تھا وہ یہ نہیں جانتی تھیں کہ لوگ جو چھپاتے ہیں اللہ اس کو جانتا ہے۔ مبشر احمد ربانی اس کا حوالہ کتاب مسئلہ تکفیر میں دیتے ہیں

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فهذه عائشة أم المؤمنين سألت النبي صلى الله عليه وسلم هل يعلم الله كل ما يكتم الناس؟ فقال لها النبي صلى الله عليه وسلم: "نعم" وهذا يدل على أنها لم تكن تعلم ذلك ولم تكن قبل معرفتها بان الله عالم بكل شيء يكتمه الناس كافرة." [ مجموع الفتاوى لابن تيمية : ١١/٤١٢-٤١٣ ]

''یہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں، جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: کیا جو کچھ بھی لوگ چھپاتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا: ہاں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ یہ بات نہیں جانتی تھیں اور اس بات کی معرفت سے قبل کہ اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو لوگ چھپاتے ہیں، وہ کافرہ نہ تھیں۔''

مذکورہ بالا قوی دلائل، ائمہ دین اور سلف صالحین کے ارشادات عالیہ سے واضح ہو گیا کہ حجت قائم کرنے سے قبل کسی کو کافر قرار دینا جائز نہیں۔ اگر شرعی علوم سے ناواقف اور جاہل ہے تو پہلے اس کی جہالت کا ازالہ کیا جائے گا اور اس کے شکوک وشبہات کو رفع کیا جائے گا۔ پھر بھی اگر وہ باطل پر مُصِر اور کفر پر قائم رہتا ہے اور عناد وسرکشی کرتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کو رد کرتا ہے تو وہ کافر ہو جائے گا۔

# قول : فروع میں تکفیر کی جائے گی

اہل حدیث علماء کا ایک طرف تو کہنا ہے کہ عقائد کے بڑے بڑے مسائل پر تکفیر نہیں کی جائے گی دوسری طرف یہی لوگ فروع میں تکفیر کا حکم کرتے ہیں- تکفیر کے ضوابط کا ذکر کرتے ہوئے مبشر احمد ربانی کتاب مسئلہ تکفیر ص ۲۴۲ میں لکھتے ہیں

ضابطہ ③:

تکفیر میں اصولی اور فروعی مسائل کی کوئی تخصیص نہیں۔

مسئلہ تکفیر میں ایک بڑی غلط فہمی یہ ہے کہ تکفیر صرف اصولی مسائل میں ہے اور فروعی مسائل میں اس کا کوئی عمل دخل نہیں ہے، اصولی مسائل سے مراد اعتقادی مسائل اور فروعی مسائل سے مراد عملی مسائل ہیں۔

جبکہ نہ تو قرآن مجید سے اور نہ ہی احادیث صحیحہ سے بلکہ سلف صالحین میں سے کسی ایک سے بھی کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ فروعی معاملات میں تکفیر نہیں ہے اور اس قول کا اسلام اور نہ ہی سلف صالحین سے کوئی تعلق ہے بلکہ یہ اہل کلام اور مبتدعہ کا قول ہے، جیسے خوارج، معتزلہ، جہمیہ اور اشاعرہ وغیرہ اور افسوس کی بات ہے کہ یہ عقیدہ ہمارے عامۃ الناس میں تکفیر کے مسائل میں بنیادی حیثیت اختیار کر گیا ہے اور بعض فضلاء حضرات بھی اس جہالت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کرشکار دکھے ہیں۔

# قول : صوفیاء کا رد نہ کیا جائے؟

ڈاکٹر عثمانی کا رد کرتے ہوئے اہل حدیث عالم خواجہ محمد قاسم کتاب کراچی کا عثمانی مذھب میں لکھتے ہیں

<table>
<tr><th>ص ۲۰</th><th>ص ۲۰ -۲۱</th></tr>
<tr><td>اللہ جانے یہ اوٹ پٹانگ باتیں ان سے سرزد ہوئی بھی ہیں یا نہیں یا خواہ مخواہ ان کے ذمے تھوپ دی گئی ہیں، مریدانِ بے صفا نے لکھ دیں اور ماننے والوں نے مان لیں۔ اور حضراتِ صوفیا کرام کو اہلِ شرع کی نگاہ میں بے آبرو کرا کے رکھ دیا۔ میں نہیں سمجھتا کہ کوئی شخص اتنی گھٹیا حرکتیں کرنے والا اور کھلم کھلا شریعت کی خلاف ورزیاں کرنے والا ہو پھر سارا عالم اسلام اسے بزرگ بھی تسلیم کر لے۔ کسی زمانے کے مسلمانوں کا مجموعی ذوق اتنا گرا ہوا نہیں ہو سکتا۔ جب یہ باتیں ہمیں کھٹکتی ہیں تو انہیں بھی کھٹکنی چاہئیے تھیں۔ ہم ان سے زیادہ دانا نہیں ہیں میں بریلویت کو بزرگانِ دین کے خلاف سازش تصور کرتا ہوں۔ انہوں نے اپنے غیر شرعی کاموں کو سند جواز دینے کے لئے ان پاکباز لوگوں کے نام کا ناجائز فائدہ اٹھایا ہے۔</td><td>غلط لوگ :۔ بیشک تصوف کی تاریخ میں ایسی شخصیات کے نام بھی ملتے ہیں<br>محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ<br>www.KitaboSunnat.com 21<br>جن کے نظریات واقعی اسلام کے لئے اجنبی تھے، سادھوانہ تھے، راہبانہ تھے، مشرکانہ بلکہ شرکیانہ تھے اور وحدۃ الوجود، وحدۃ الشہود اور حلول پر مبنی تھے۔ جیسے شبلی، ابن العربی، حسین بن منصور حلاج وغیرہ۔ مگر یہ لوگ اپنے وقت میں ہی بدنام ہو گئے۔ اچھے لوگوں نے انہیں پسند نہیں کیا ان کا سختی سے نوٹس لیا گیا۔ آئمہ ہدیٰ نے ان کی پرزور تردید فرمائی۔ حافظ ابن تیمیہؒ کی کتابیں اس پر شاہد عدل ہیں۔ مثلاً الحجج النقلية والعقلية فيما ينافي الاسلام من بدع الجهمية والصوفيه۔</td></tr>
<tr><td colspan="2">ابن تیمیہ آٹھویں صدی کے عالم ہیں اور شبلی ، ابن العربی اور منصور حلاج ان سے کئی صدیوں پہلے کے ہیں</td></tr>
</table>

دوسری طرف ابن تیمیہ نے اپنی کتب میں متصوفین پر جرح کی ہے۔ اگر ابن تیمیہ پچھلے لوگوں پر جرح کر سکتے ہیں تو یہ حق آج بھی ہر ایک کو حاصل ہے۔خواجہ قاسم صوفیوں پر جرح کرنے پر علماء پر برستے ہیں

**بت :۔** پیٹھ پیچھے کسی کی بُرائی بیان کرنا زنا سے زیادہ بُرا ہے۔(بیہقی)۔
بت کو اللہ تعالیٰ نے مُردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر قرار دیا ہے جس کی
بت کی جاتی ہے وہ زندہ مگر غیر حاضر ہوتا ہے۔ موقع پر اپنی صفائی پیش کرنے
سے قاصر ہوتا ہے اور جو ہمیشہ کے لئے دنیا سے تشریف لے گئے اور کبھی بھی اپنی
صفائی میں کچھ کہنے کے لئے نہیں لوٹیں گے انہیں بُرا کہنا کتنا سنگین گناہ ہوگا۔
رشاد نبوی ﷺ ہے :

**لا تسبوا الاموات فانهم قد افضوا الى ما قدموا - (بخاري)**

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


"مُردوں کو گالی نہ دو کیونکہ انہوں نے اپنے اعمال کی جزا پالی ہے"۔
ایک مسلمان کے لئے کفر و شرک سے بڑی گالی کیا ہو سکتی ہے نیز فرمایا :

**اذكروا محاسن موتاكم وكفوا عن مساويهم - (ابو داؤد - ترمذي) -**

"مرنے والوں کی خوبیوں کا تذکرہ کرو اور ان کی برائیوں سے باز رہو"۔
اور فرمایا :

**من ذب عن لحم اخيه بالمغيبة كان حقا على الله يعتقه من النار - (بيهقي) -**

جو شخص غائبانہ اپنے بھائی کے گوشت سے دفاع کرے اللہ کے ذمے ہے کہ اسے آگ سے آزاد کردے"۔

**افراط و تفریط :۔** بزرگوں کے بارے میں جو غیر بزرگانہ حوالے پائے جاتے ہیں ان کے متعلق ہمارا رویہ نہ تو امنا و صدقنا ہونا چاہئے نہ آمنا و کذبنا ہونا چاہئے یعنی نہ تو ان پر ایمان لا کر عمل کریں اور نہ انہیں صحیح تسلیم کر کے بزرگوں کے دشمن بن جائیں بلکہ یہ کہنا چاہئے : "یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہو گی"۔ مگر صورت حال یہ ہے کہ بریلویوں کے نزدیک یہ طلسماتی حوالے بھی صحیح ہیں اور بزرگ بھی صحیح ہیں بلکہ بہت اونچی شے ہیں۔ عثمانیوں کے نزدیک حوالے

اہل حدیث عالم خواجہ محمد قاسم کتاب کراچی کا عثمانی مذھب میں لکھتے ہیں

**نا انصافی :۔** خود عثمانی صاحب اپنے مطلب کے خلاف پڑنے والی حدیثوں کی اسناد پر پوری طرح جرح اور فرماتے ہیں۔ اولیائے کرام کے بارے میں بے سند حوالوں پر نہ جانے کیوں آنکھیں بند کر کے ایمان لے آتے ہیں اسے نا انصافی اور اولیائے دشمنی کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ بے سند حوالوں پر ابن تیمیہ نے کیسے تنقید کر دی؟ تصوف کی جو کتب ابن تیمیہ کو ملی وہی کتب ہمارے پاس بھی ہیں۔

ماہنامہ محدث میں چھپنے والے اپنے مضمون "روح، عذاب قبر اور سماع موتیٰ" میں ابن تیمیہ، ابن قیم اور شاہ ولی اللہ پر تنقیدی تبصرہ کرتے ہوئے غیر مقلد عبدالرحمٰن کیلانی رقم طراز ہیں

یہ تینوں بزرگ جب شرک وبدعات کی تردید پر قلم اٹھاتے ہیں تو جی عش عش کر اٹھتا ہے اور ہم دل و جان سے ان کی دینی خدمات کے معترف ہو جاتے ہیں، لیکن جب یہ (حضرات) زیارتِ قبور کے آداب اور کشف کے طریق بتلاتے ہیں تو نہیں سوچتے کہ آیا قبروں اور مزارات کے وجود کا بھی کوئی جواز ہے یا نہیں یا قبروں پر اس غرض سے بیٹھنا جائز ہے یا نہیں۔ مردوں کو سنانا اور ان سے سننا تو دور کی باتیں ہیں۔ ان سب باتوں کی کتاب وسنت نے پرزور تردید کی ہے۔" (جلد ۱۴، دسمبر ۸۳)

خواجہ قاسم لیکن لکھتے ہیں

**دوغلی پالیسی :۔** میں عثمانی صاحب پر حیران ہوں کہ ایک طرف خود انہیں یہ باتیں ناممکن اور انہونی لگتی ہیں پھر انہیں صحیح بھی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آخر اس دوغلی پالیسی کا مطلب کیا ہے؟ میں ان لوگوں سے پوچھتا ہوں کیا اولیائے کرام واقعی اتنی طاقتوں کے مالک تھے؟ اگر تھے تو پھر مانو اور اگر نہیں تھے اور یقیناً نہیں تھے تو ظاہر ہے کہ بعد کے لوگوں نے یہ عجیب وغریب قصے وضع کر ڈالے ہیں۔ پیغمبروں کے نام سے غلط باتیں منسوب ہو سکتی ہیں تو اولیائے کرام سے کیوں منسوب نہیں ہو سکتیں؟

یہ سوال ابن تیمیہ سے کیا جانا چاہیے تھا کہ نہیں ؟ جنہوں نے تصوف کے رد میں کتاب لکھی اور اسی طرح آج تک اہل حدیث بھی لکھ رہے ہیں — کیا یہ سب لوگ ان واقعات کو صرف بڑھ کہہ کر رد کر رہے ہیں ؟- یہ دو غلی پالیسی اہل حدیث کی ہے جو وہ خود کریں وہ بہترین اور اگر ان سے فرقے سے الگ کوئی یہ کام کرے تو دو غلی پالیسی !

اردو کا محاورہ ہے کہ

جو ماں سے زیادہ چاہے پھاپا کٹنی کہلائے

یہ اہل حدیث پر صادق آتا ہے — اہل حدیث کہتے ہیں کہ صوفیاء کے بے سند قصوں کی وجہ سے ان پر جرح نہ کی جائے- خواجہ قاسم نے اس قول کو بار بار اپنی کتاب میں دھرایا ہے- گویا کہ علم تصوف بھی علم سند ہو گیا ہے- ان کے علماء نے تصوف کو بھی حدیث سمجھ لیا ہے پھر تصوف آپ کا اپنا موضوع نہیں بلکہ اس میں تو مکاشفات سے علم اخذ کیا جاتا ہے — ظاہر ہے مکاشفات کی کیا سند ہو گی- تمام صوفیاء سے منسلک فرقوں نے ہی اس قصوں کو نقل کیا ہے جو مکاشفات اور شطیحات پر مبنی ہیں- اصل میں جی کے پھپھولے اس سے پھوڑ رہے ہیں کیونکہ صوفیوں کو اگر بچا لیا تو سلفی تو ویسے ہی بچ جائیں گے لہٰذا رجعت کر کے اہل حدیث اس حد پر آ گئے کہ جھمی عقیدے والوں کو بچانے میں لگ گئے

ڈاکٹر عثمانی اس کا جواب اس طرح دیتے ہیں جب کسی سائل نے سوال کیا

ایک شخص یہ دعوی کرتا ہے کہ جن کتابوں کی وجہ سے اکابرین دیوبند، بریلوی، اہلحدیث، احمد بن حنبل اور ابن قیم وغیرہ غلط قرار پاتے ہیں، وہ سب فاسقین اور اندھے عقیدت مندوں کی تحریر کردہ ہیں، ان کی اپنی نہیں اور فاسق کی خبر کو قرآن ناقابل قبول قرار دیتا ہے جیسا کہ سورۃ الحجرات میں ارشاد ہے کہ اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو۔۔۔ تو پھر اس کے مطابق ان کتابوں کو کیسے صحیح قرار دیا جا سکتا ہے اور جب آسمانی کتابوں میں تحریف ہو چکی ہے تو پھر ان کتابوں میں تحریف کیا مشکل ہے؟

الجواب

اس سلسلے میں تین چیزیں ہیں۔پہلی یہ کہ ہماری ان بزرگوں سے کوئی ملاقات یا صحبت رہی ہو چاہے وہ ۵۶۵ھ میں وفات پانے والے عبدالقادر جیلانی ہوں، چاہے ۴۹۱ھ میں مرنے والے علی ہجویری یا کوئی اور۔پھر تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بھائی! ان لوگوں کے ساتھ ہمارا اٹھنا بیٹھنا رہا ہے، ہمارے شب و روز ،ان کے ساتھ گزرے ہیں، یہ ہماری دانست کے مطابق خالص اللہ والے اور سچے مسلمان تھے، یہ لوگ ایسی باتیں نہیں کہہ سکتے، یہ ان کی کتابیں نہیں ہیں۔

دوسری چیز خود ''خبر'' ہے جو کتابوں کی شکل میں آئی ہے۔اس خبر کو سب نے مانا ہے۔جیسا کہ ''کشف المحجوب'' ہے۔سب یہی کہتے ہیں کہ یہ کتاب علی ہجویری عرف داتا گنج بخش صاحب کی ہے۔وہ بڑے اللہ والے تھے، انہوں نے بڑی توحید بیان کی ہے۔ یا انفاس العارفین ہے، ساری دنیا جانتی اور مانتی ہے کہ یہ شاہ ولی اللہ صاحب کی کتاب ہے اور سب کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنی اس کتاب میں بہت اچھی اچھی باتیں لکھی ہیں۔ یا احمد بن حنبل کا اپنا خط ہے۔اسے خبر کہتے ہیں۔ان کتابوں کے شاہد نہ ہم ہیں اور نہ آج کی دنیا والے۔جب ان کتابوں کی شکل میں خبر آئی تو ساری دنیا نے تصدیق کی کہ ہاں! یہ فلاں بزرگ کی کتاب ہے، یہ فلاں بزرگ کی کتاب اور یہ فلاں امام کا خط ہے۔اور اسی خبر کی بنیاد پر کہا گیا کہ یہ بڑے بزرگ ہیں، ولی اللہ ہیں، امام ہیں۔چنانچہ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے اس کو مانا گیا ہے یہاں تک کہ اس پر عقیدے بنائے گئے ہیں۔چاہے وہ کتاب و سنت کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔

تیسری چیز استنباط ہوتی ہے۔ہم نے کہا بالکل ٹھیک ہے یہ واقعی انہی کی کتابیں ہیں لیکن جس طرح تم نے ان کتابوں سے استنباط کیا اور کہا کہ یہ اولیاء اللہ ہیں، اسی طرح ہم نے بھی ان کتابوں کو قرآن و حدیث کی کسوٹی پر پرکھ کر کہا کہ یہ سب قرآن و حدیث کے خلاف لکھنے والے اور غلط لوگ تھے۔

اب ان میں سے کسی بھی امام یا ولی کی کتاب ہو، چاہے اس کو مرے ہوئے چھ سو برس کا عرصہ گزر چکا ہو، نو سو برس ہو گئے ہوں یا گیارہ سو برس گزر گئے ہوں، ساری دنیا اب تک مانتی چلی آئی ہے کہ یہ کتابیں بلاشک و شبہ انہی بزرگوں کی ہیں۔ لیکن جب انہی کتابوں میں لکھے گئے مضامین کی بنیاد پر ان بزرگوں پر انگلی اٹھائی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ ان کی کتابیں نہیں ہیں۔کیا ستم ظریفی ہے یہ؟ چلیے یہ ان کی کتابیں نہ سہی۔تم ذرا وہ کتابیں تو لے آؤ جو ان کی اپنی ہوں اور ان میں خالص قرآن و حدیث کے مطابق باتیں لکھی گئی ہوں، جن کی بنیاد پر انہیں تم (ولی اللہ کہتے ہو، تو چپ ہو جاتے ہیں۔ حقیقت میں دین حق کا راستہ روکنے والے یہی لوگ ہیں۔

اہل حدیث عالم خواجہ محمد قاسم کتاب کراچی کا عثمانی مذھب میں اپنا فلسفہ لکھتے ہیں کہ ہم سمجھتے ہیں کہ گزرے لوگ صرف اور صرف نیک تھے جن کی پرستش لوگ آج کر رہے ہیں

> **نیک لوگ** :۔ سلف صالحین کی جو ہم عزت کرتے ہیں تو صرف اس وجہ سے نہیں کہ ان کا معاملہ اندھیرے میں ہے بلکہ اس وجہ سے بھی کہ پرستش بالعموم اچھے لوگوں سے کی جاتی ہے۔ عوام کے دلوں میں ان کی حد سے بڑھی ہوئی تعظیم عبادت کا رنگ اختیار کر لیتی ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

اس کا مطلب ہے کہ کوئی طاغوت ہی نہیں جو اپنی عبادت پر خوش ہو—اس خام خیالی کا قرآن میں ہی رد موجود ہے کہ اہل کتاب کے علماء احبار و رہبان اپنے فتوؤں سے راج کر رہے تھے- اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ کر خواجہ لکھتے ہیں

> یہ بات قوی دلائل سے ثابت ہو گئی ہے کہ عموماً نیک لوگوں کی پوجا کی گئی ہے۔ اب امتِ محمدیہ ﷺ کے بارے میں نہ جانے عثمانی صاحب نے اس اصول کو کیوں پس پشت ڈال دیا ہے ؟

خواجہ محمد قاسم کتاب کراچی کا عثمانی مذھب میں کھلے الفاظ میں لکھتے ہیں کہ طاغوت کا انکار کرنا اسلام میں ضروری نہیں ہے جبکہ قرآن میں کہ طاغوت کا کفر کرو

> ے یہ اپنی مثال آپ ہیں حالانکہ ہماری توحید یا ہمارا اسلام کسی کو بُرا کہے بغیر بھی مکمل ہے۔ ہمارا کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ فلاں کافر ہے اور فلاں مشرک ہے یہ نہیں ہے، ہمارے فرائض نماز، روزہ، حج اور زکوۃ ہیں کسی کو مشرک اور دوزخی ماننا نہیں۔

خواجہ محمد قاسم کتاب کراچی کا عثمانی مذھب میں طاغوت کی تعریف کرتے ہیں کہ یہ متبعین بناتے ہیں جس کو بنایا جاتا ہے وہ خود طاغوت بننا نہیں چاہتا - طاغوت پر اپنے بے ربط خیالات کا ذکر کرتے ہوئے خواجہ قاسم نے لکھا

**طاغوت :-** یاد رکھنا چاہئے کہ بزرگ اللہ کے بندے ہوتے ہیں وہ طاغوت نہیں ہوتے ہیں۔ طاغوت انہیں بنایا جاتا ہے کسی نے لات و منات کو طاغوت بنایا، کسی نے فرشتوں کو طاغوت بنایا، کسی نے پیغمبروں کو بنایا، کسی نے ولیوں کو، کسی نے اماموں کو، کسی نے پیروں کو، کسی نے مولویوں کو اور کسی نے شیطان کو طاغوت بنایا۔ اللہ کے سوا جس کی بھی عبادت کی جائے اور پیغمبر کے سوا جس کی بات کو حجت شرعی مانا جائے وہ اسے طاغوت بنایا ہے۔ میری نگاہ میں جو شخص مسلمانوں کو بزرگان دین سے متنفر کرتا ہے اس کی اتباع کرنا بھی طاغوت بنانے سے کم نہیں بلکہ یہ اپنے وقت کا سب سے بڑا طاغوت ہے۔

سوال یہ ہے اہل کتاب کے علماء خود طاغوت تھے یا ان کو طاغوت محض ان کے متبعین نے بنا دیا تھا؟ ظاہر ہے وہ گمراہ تھے اور اپنی عوام کو بھی جہنم کی طرف بلا رہے تھے - خواجہ محمد قاسم کتاب کراچی کا عثمانی مذھب میں دم بھرتے ہیں

ہماری توحید انشاء اللہ العزیز عثمانیوں کی توحید خالص سے زیادہ خالص ہے جیسا کہ پہلے بتایا گیا کہ یہ شرک سے نفرت کرتے ہیں مگر شاید اس لئے کہ اس آڑ میں بزرگوں سے بزرگوں سے نفرت کی جا سکے اور ہم شرک سے اس لئے نفرت کرتے ہیں کہ یہ بذاتِ خود ظلم عظیم ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ غداری ہے۔ ہمارے مذہب کے اجزائے ترکیبی میں کسی مسلمان بھائی کے خلاف بغض کا عنصر شامل نہیں ہے۔

افسوس اہل حدیث طاغوت کے حوالے سے کمپرومائز پر آ گئے ہیں - یہ ایک طرف تو فرقوں کے عقائد کو کفریہ کہتے ہیں جیسا کہ یوسف ربانی اور مبشر ربانی میں آپس میں اختلاف نظر آ رہا ہے —اور ساتھ ہی خواجہ قاسم کی تضاد بیانی ملاحظہ کریں

**مومن :-** البتہ مومن کا لفظ بولنے میں احتیاط کرنی چاہیئے کیونکہ اسلام کا تعلق ظاہر سے ہے اور ایمان کا تعلق باطن سے۔ قرآن پاک میں ہے :

قالت الاعراب امنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان في قلوبکم ۔ (الحجرات : ۱۴)۔

"بدویوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے۔ کہہ دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ کہو کہ ہم نے اسلام قبول کیا کیونکہ ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا"۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نبی ﷺ کچھ مال تقسیم فرما رہے تھے کہ سیدنا سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ فلاں کو بھی واللہ وہ مجھے مومن نظر آتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا مسلمان۔ (بخاری ص ۹)

اس سے معلوم ہوا کہ ہر کس و ناکس کو نہ تو مومن کہنے کی دلیری کرنی چاہئے اور نہ مسلمان سمجھنے میں دل چھوٹا کرنا چاہئے اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ لفظ اسلام بولنا بہتر ہے اس لئے کہ وہ ظاہر سے معلوم ہے ایمان اندرونی معاملہ ہے جسے سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔

اب اگر آپ کے نزدیک سب مومن ہیں اور ان کے ایمان پر کوئی شک و خلل نہیں تو یہ کہنا کہ مومن نہیں کہہ سکتے عجیب بات ہے — یہ بات راقم کی سمجھ سے باہر ہے۔ گویا یہ علماء سمجھتے ہیں کہ ہمارے کہنے سے ہی کوئی کافر ہوگا ورنہ نہیں۔ اب چاہے کتاب اللہ میں کچھ بھی ہو لیکن تکفیر علماء کا حق ہے — جبکہ انسان کے کفر کا فیصلہ تو اللہ کی جانب سے آ جاتا ہے اور انسان کو علم بھی نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ ہے کہ قرآن کے اتمام حجت کی وجہ سے تکفیر آٹومیٹک ہو جاتی ہے چاہے گمراہ شخص لاکھوں حج کرے و روزے رکھے — اسی وجہ سے اس بات کو کھول کر لوگوں سے بیان کیا جانا ضروری ہے کہ توحید کیا ہے؟، شرک کیا ہے؟، طاغوت کیا ہے؟ یہی کام ڈاکٹر عثمانی رحمہ اللہ علیہ نے

کیا تھا اور اس کی مثال اسی طرح ہے کہ کتاب التوبيخ لمن ذم التاريخ میں السخاوی لکھتے ہیں کہ امام یحییٰ بن سعید القطان سے کسی نے سوال کیا کہ آپ نے جو اتنے سارے بزرگ راویوں پر جرح کی ہے تو آپ کو ڈر نہیں لگتا کہ قیامت کے دن یہ سب آپ سے جھگڑیں گے اس پر امام یحییٰ نے جواب دیا کہ

یہ لوگ مجھ سے جھگڑیں مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ رسول اللہ مجھ سے ناراض ہوں کہ میں نے ان کی احادیث کا دفاع کیوں نہ کیا

نام نہاد بزرگان دین جنہوں نے دنیا میں شرک پھیلایا یا جھوٹی احادیث کو پھیلایا وہ تو خود سموم و حمیم میں ہونگے اور اگر انہوں نے یہ نہیں کیا تو جب وہ جانیں گے کہ ان کے معتقدین لوگوں نے کیا تو وہ خود اس شرک سے برات کا اظہار کریں گے

## پالیسی : صوفیاء کی مدح اور منکر حدیث کی تکفیر کرنا

صوفیوں کی دلدادہ تنظیم دیوبندی فرقے کے علماء سے سوال ہوا

http://www.darulifta-deoband.com/home/ur/False-Sects/151788

کیا منکرین حدیث کافر اور مرتد ہیں؟ اگر نہیں تو کیوں نہیں جب کہ وہ ارکان اسلام کو بھی نہیں مانتے، کیا حدیثیں صرف ظنی ہیں؟ تفصیل سے جواب دیں۔

اس کا جواب دیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

Fatwa: 994-947/B=10/1438

قرآن کو ماننا اور احادیث کا انکار کرنا کفر ہے جو شخص حدیث کا منکر ہے وہ قرآن کا بھی منکر ہے۔ قرآن پاک میں صاف طور پر فرمایا گیا ہے مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ یعنی جو شخص اللہ کے رسول کی اطاعت کرے گا وہی اللہ کی اطاعت کرے گا۔ معلوم یہ ہوا کہ قرآن کو ماننے

کے لیے حدیث کا ماننا ضروری ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے اَطِیعُوااللہَ وَاَطِیعُوا الرَّسُولَ یعنی اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کی اطاعت ضروری ہے۔ صرف قرآن ماننے والا نماز کیسے پڑھے گا۔ قرآن میں صرف وَاَقِیمُوا الصَّلٰوۃَ کا حکم ہے یعنی نماز قائم کرو، اب نماز کس طرح پڑھی جائے، کیسے قرات کی جائے اور کیسے رکوع وسجدہ کیا جائے کوئی سی نماز کے رکعت پڑھی جائے، کیسے سلام پھیرا جائے یہ سب چیزیں قرآن میں نہیں ہیں، اسی طرح اگر مسلمان کا انتقال ہو جائے تو اس کو کیسے غسل دیا جائے، کس طرح کفن دیا جائے اور کس طرح نماز جنازہ پڑھی جائے اور کس طرح دفن کیا جائے یہ سب تفصیلات قرآن میں نہیں آئی ہیں اس لیے حدیث کے بغیر قرآن پر عمل کرنا ممکن نہیں۔

یہی کام اہل حدیث کرتے ہیں وہ تمام مشہور صوفیاء کے ساتھ رحمہ اللہ علیہ لے لاحقے لگاتے ہیں

غیر مقلد عبداللہ محدث روپڑی، صوفی ابن عربی کے حوالے سے لکھتے ہیں

ملاحظہ فرمائیں: صفحہ 150–155 جلد 01 فتاویٰ اہل حدیث –حافظ عبداللہ محدث روپڑی –ادارہ احیاء السنۃ النبویۃ، سرگودھا

اب رہی "توحید الٰہی" سو اس کے متعلق بہت دنیا بہکی ہوئی ہے۔ بعض تو اس کا مطلب "ہمہ اوست" سمجھتے ہیں یعنی ہر شئے عین خدا ہے، جیسے برف اور پانی بظاہر دو معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقت ایک ہے اسی طرح خدا اور دیگر موجودات ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ تمام موجودات وحدت حقیقی کا عکس ہیں۔ جیسے ایک شخص کے ارد گرد کئی شیشے رکھ دیئے جائیں تو سب میں اس کا عکس پڑتا ہے ایسے ہی خدا اصل ہے اور باقی اشیاء اس کا عکس ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ کُلی جزئی کی مثال ہے جیسے انسان اور زید عمر بکر ہیں۔ حقیقت سب کی خدا ہے اور یہ تَعَیُّنَات حوادث ہیں۔ غرض دُنیا عجیب گھور کھدندے میں پڑی ہوئی ہے کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ۔

صحیح راستہ اس میں یہ ہے کہ اگر اس کا مطلب یہ سمجھا جائے کہ خدا کے کوئی شئے حقیقۃً موجود نہیں اور یہ جو کچھ نظر آرہا ہے یہ محض توہمات ہیں جیسے "سوفسطائیہ" فرقہ کہتا ہے کہ آگ کی گرمی اور پانی کی برودت وہمی اور خیالی چیز ہے تو یہ سراسر گمراہی ہے۔ اور اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ موجودات انسانی ایجادات کی طرح نہیں کہ انسان کے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہیں بلکہ یہ ان کا وجود خدا کے سہارے پر ہے اگر اُدھر سے قطع تعلق فرض کیا جائے تو ان کا کوئی وجود نہیں۔ تو یہ مطلب صحیح ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے بجلی کا کرنٹ (برقی رَو) قمقموں کے لئے ہے۔ گویا حقیقت میں اس وقت بھی ہر شئے فانی ہے مگر ایک علمی رنگ مین اس کو سمجھنا ہے اور ایک حقیقت کا

سامنے آنا ہے۔ علمی رنگ مین تو سمجھنے والے بہت ہیں مگر حقیقت کا اس طرح سامنے آنا جیسے آنکھوں سے کوئی شے دیکھی جاتی ہے یہ خاص اربابِ بصیرت کا حِصّہ ہے گویا قیامت والی فنا اس وقت ان کے سامنے ہے۔ پس آیہ کریمہ کل شئ ہالک الا وجہہ۔ ان کے حق مین نقد ہے نہ اُدھار۔

نوٹ:

ابن عربیؒ، رومیؒ اور جامیؒ وغیرہ کے کلمات اس توحید مین مشتبہ ہیں۔ اس لئے بعض لوگ ان کے حق مین اچھا اعتقاد رکھتے ہیں بعض بُرا۔ ابن تیمیہؒ وغیرہ ابن عربیؒ سے بہت بد ظن ہیں۔ اسی طرح رومیؒ اور جامیؒ کو کوئی علماء برا کہتے ہیں مگر میرا خیال ہے کہ جب ان کا کلام محتمل ہے جیسے جامیؒ کا کلام اُوپر نقل ہو چکا ہے اور وہ در حقیقت ابن عربیؒ کا ہے۔ کیونکہ ابن عربی کی کتاب "عوارف المعارف" سے ماخوذ ہے تو پھر ان کے حق مین سُوءِ ظنی ٹھیک نہیں۔ اسی طرح رومیؒ کو خیال کر لینا چاہیئے، گرض حتی الوسع فتویٰ میں احتیاط چاہیئے۔ جب تک پُوری تسلی نہ ہو فتویٰ نہ لگانا چاہیئے خاص کر جب وہ گزر چکے۔ اور ان کا معاملہ خدا کے سپرد ہو چکا تو اَب کُریدکی کیا ضرورت؟ بلکہ صرف اس آیت پر کفایت کرنی چاہیئے۔

تلک امۃ قد خلت لہا ماکسبت ولکم کسبتم ولا تسئلون عما کانو تعملون

نوٹ:

ابن عربیؒ وغیرہ کا کچھ ذکر "تنظیم" جلد 9 نمبر 22 مورخہ 29 مارچ 1940ء مطابق 20 صفر المظفر 1359ھ میں بھی ہو چکا ہے اور رسال "تعریف اہلسنت" کے صفحہ 365،366 میں بھی ہم اس کے متعلق کافی لکھ چکے ہیں زیادہ تفصیل مطلوب ہو تو وہاں ملاحظہ ہو۔

اہل حدیث کے شیخ الکل نذیر حسین: صفحہ 123–124 الحیاۃ بعد المماۃ– فضل حسین بہاری–المکتبۃ الاثریہ، سانگلہ ہل لکھتے ہیں

| کارے نہ کرد جز بہ کمالات علم و عقل | | گوئی کہ صد عمامہ بہ زیر کلاہ داشت |
|---|---|---|

کتاب الرقاق

صحیح بخاری وغیرہ کتب صحاح میں **آپ** جس وقت کتاب الرقاق پڑھاتے اور نکات تصوف کو بیان فرماتے تو خود کہتے صاحبو ہم تو احیاء العلوم کو بیان دیکھتے ہیں اسی لئے طبقہ علمائے کرام میں یہاں شیخ اکبر محی الدین بن عربی کی بڑی تعظیم کرتے اور خاتم الولایۃ المحمدیہ فرماتے اور بات بھی یہی ہے کہ علم ظاہر و باطن کی ایسی جامعیت ندرت سے خالی نہیں ہے۔ مولانا قاضی بشیر الدین قنوجی علیہ الرحمۃ جو شیخ اکبر کے سخت مخالف تھے ایک مرتبہ دہلی اسی غرض سے تشریف لائے کہ اُن کے بارہ میں **میاں صاحب** سے مناظرہ کریں۔ اور دو مہینے دہلی میں رہے اور روزانہ مجلس مناظرہ گرم رہی مگر **میاں صاحب** اپنی عقیدت سابقہ سے جو شیخ اکبر کی نسبت رکھتے تھے ایک تل کے برابر بھی پیچھے نہ ہٹے آخر مولانا مرحوم جن کو خود **میاں صاحب** سے کمال عقیدت تھی دو مہینے کے بعد واپس تشریف لے گئے۔ مولانا مغفور اکثر طلبہ کو کتب درسیہ پڑھا کر حدیث پڑھنے کے لئے دہلی بھیج دیتے چنانچہ بیشتر شاگرد مولانا مغفور کے **میاں صاحب** کے بھی شاگرد ہیں۔ مگر چوں کہ اُن لوگوں کے خیالات شیخ اکبر کی طرف سے مولانا مغفور کے سینچے ہوئے تھے۔ ان میں بہت کم ایسے ہیں جو شیخ اکبر کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوں۔ مولانا ابو الطیب محمد شمس الحق (جو مولانا مغفور کے تلمیذ خاص اور **میاں صاحب** کے شاگرد رشید ہیں) نے بھی **میاں صاحب** سے کئی دن

شیخ اکبر کی تعظیم اور اُن سے محبت

شیخ اکبر کے بارہ میں مولانا بشیر الدین سے مناظرہ

۱۲۴

فصوص الحکم پر اعتراضات کا سب کا جامع و مانع مسکت جواب

متواتر شیخ اکبر کی نسبت بحث کی اور فصوص الحکم شیخ اکبر پر اعتراضات جمائے۔ **میاں صاحب** نے پہلے تو سمجھایا مگر جب دیکھا کہ ابھی لا نسلم ہی کے کوچہ میں یہ ہیں تو فرمایا کہ "فتوحات مکیہ آخری تصنیف شیخ اکبر کی ہے اور اس لئے اپنی سب تصانیف ماسبق کی یہ ناسخ ہے" اس جملہ پر یہ بھی سمجھ گئے۔

مواظبت علی الطہارۃ

دوسری تعلیم صوفیہ کرام کی مواظبت علی الطہارۃ ہے جو زینہ ہے آیندہ کی ترقیات گوناگوں کا۔

ثناء اللہ امر تسری صفحہ 334 جلد 01 فتاویٰ ثنائیہ –ابوالوفا ثناء اللہ امر تسری –ادارہ ترجمان السنہ، لاہور لکھتے ہیں



# شیخ ابن العربیؒ کی بابت سوال

(۱) اکثر علماء اور خصوص گروہ صوفیائے کرام شیخ محی الدین ابن عربیؒ شیخ اکبر (جن کی مشہور تصانیف فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ وغیرہ ہیں) کو مقدس بزرگ مانتے ہیں۔ اور بعض علماء شیخ مذکور کو مسئلہ وحدۃ الوجود کے قائل ہونے کی وجہ سے جو ان کی تصانیف سے ظاہر ہے۔ کفر و الحاد کی طرف منسوب کر کے دائرۂ اسلام سے خارج فرماتے ہیں۔ اور بُرے بُرے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ خصوص آپ پر اور اہل علم پر ان کی تصانیف سے شیخ موصوف کے خیالات اور اُن کی تحقیقات پوشیدہ نہ ہوں گی اور فصوص شیخ مذکور کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے اور مسلمانوں کو کیا ظن رکھا جائے۔ امید ہے کہ اشد ضرورت کی وجہ سے بہت جلد جواب سے تشفی فرمائیں گے۔

محمد سلیمان سوداگر جرم چرلہ علاقہ نظام

**جواب**: مسئلہ تکفیر شیخ ابن العربیؒ بہت نازک ہے۔ مولانا نواب صاحب بھوپال مرحوم "تکثار" میں علامہ شوکانی سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے چالیس سال تک شیخ کی تکفیر کی آخر میری رائے غلط معلوم ہوئی۔ تو میں نے رجوع کیا۔ نواب صاحب مرحوم شیخ ممدوح کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور مولانا نذیر حسین المعروف حضرت میاں صاحب دہلوی شیخ ممدوح کو "شیخ اکبر" لکھتے ہیں۔ (معیار الحق ص۱۲۸)

حضرت مجدد سرہندی بھی شیخ موصوف کو مقربان الٰہی سے لکھتے ہیں۔ بڑی وجہ آپ کی مخالفت کی مسئلہ وحدۃ الوجود ہے۔ سو در اصل اس کی تفسیر پر مدار ہے جیسی اس کی تفسیر کی جائے ویسا ہی اس کا اثر ہوگا۔ خاکسار کے نزدیک اس کی صحیح تفسیر بھی ہو سکتی ہے جس کا ذکر کبھی کبھی اہل حدیث میں کیا گیا ہے۔ دوسری وجہ خفگی کی ایمانِ فرعون ہے مگر شیخ کا قول مندرجہ "فتوحات" اس خفگی کا ازالہ کرتا ہے۔ شیخ موصوف نے فتوحات میں فرعون کو مدعی الوہیت لکھ کر ابدی جہنمی لکھا ہے۔ اور کسی مقام پر اس کے خلاف ملتا ہے تو وہ متروک ہے یا مأوّل۔ اس لئے خاکسار کی ناقص رائے میں بھی شیخ ممدوح قابلِ عزت لوگوں میں ہیں۔ رحمہ اللہ۔

۲۶ محرم ۱۳۴۰ھ

خطبات بہاولپوری میں ہے

اب یہ تصوف ہے شاید ہی ہندوستان میں کوئی عالم ایسا ہو کیا اہل حدیث' کیا دیوبندی اور کیا بریلوی جن عالموں کو مولویوں کو اس تصوف کی صوفی پن کی چاشنی نہ ہو۔ جتنے بھی ادھر سے پڑھ کر آتے ہیں ان پر تھوڑا سا رنگ اس کا ضرور چڑھا ہوتا ہے۔ حالانکہ تصوف اس قدر خطرناک چیز ہے اس قدر خطرناک چیز ہے جتنا نقصان اسلام کو ان صوفیوں نے پہنچایا ہے' اس تصوف کے چکر میں جتنے مسلمان تباہ ہوئے ہیں' جتنا اسلام Polluted ہوا ہے اسلام کے اندر پلیدی شامل ہوئی ہے اتنا کسی بھی اور چیز نے اسلام کو برباد نہیں کیا۔ اب آپ دیکھ لیں۔ ہمارا اہل حدیثوں کا سلسلہ میاں نذیر حسین صاحب اور پھر دوسرے ان کے شاگرد وغیرہ جو ہیں سب تصوف کے قائل' کوئی وحدت الوجود کا شکار ہے کوئی وحدت الشہود کا شکار ہے کوئی اور صوفیوں کے سلسلے کا کوئی نقشبندی کے چکروں میں کھویا ہوا ہے۔ کوئی چشتی چکر میں پھنسا ہوا ہے کوئی کسی چکر میں' کوئی کسی چکر میں۔ اب یہ شاہ ولی اللہ صاحب' شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے حدیث کی بڑی خدمت کی' انہوں نے قرآن کی بڑی خدمت کی ۔ لیکن سارے وحدت الوجود کا شکار ہیں۔

اب جب یہ حال ہوا کہ توحید کا دم بھرنے والے صوفیاء کے دفاع میں نکل آئے تو ضروری ہوا کہ دین مختار کو بیان کیا جائے - لہذا ڈاکٹر عثمانی کو کتاب ایمان خالص لکھنا پڑی

# ڈاکٹر عثمانی رحمہ اللہ علیہ کی جانب سے اصلاح عقائد کا مقصد

حبل اللہ کی ایک اشاعت میں عثمانی صاحب سے سوال ہوا

**68۔ سوال:** جولوگ آپ کے ساتھ نہیں ہیں کیا وہ دائرۂ اسلام میں داخل ہیں کہ نہیں؟

**جواب:** جولوگ ہمارے ساتھ شامل نہیں اگر انکا ایمان صحیح ہے، انکا عقیدہ قرآن وحدیث کے مطابق ہے اور وہ قرآن کے اوپر چلتے ہیں تو وہ بالکل مومن ہیں، لیکن آج کی زندگی میں ضروری ہے کہ دین کا وہی پیمانہ ہو جو صحابہ کرام کا تھا، جو اللہ کی کتاب بیان کرتی ہے کہ ایمان لائیں اور ایمان کے رنگ میں رنگ کر دین کی صحیح دعوت دیں۔ اس دعوت میں وہی چیز ہو جو پیغمبروں کی دعوت میں تھی "ان اعبدوا اللّٰہ واجتنبوا الطاغوت" (اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت سے دُور ہو جاؤ) یعنی دعوت کی یہ اصل بنیاد ہو کہ اللہ کے بندے بن جاؤ اور اس کی بندگی کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو، طاغوت کی بات ماننے کے بجائے اس کا کفر کر کے اس کے دشمن بن جاؤ۔ اس دعوت کی حامل اگر کوئی جماعت ہے جو ایمان کے سارے تقاضے پورے کر رہی ہے تو وہ ہمارے ساتھ مل جائے یا ہمیں معلوم ہو جائے تو ہم خود اس سے ملنے کی کوشش کریں گے۔ لیکن ابھی تک تو ایسی جماعت معلوم نہیں ہو سکی ہے بلکہ سب کے سب اللہ کے دشمن اور طاغوت کے پجاری نظر آتے ہیں۔ اس لئے ہم ان سے ملنے کی بجائے ان کو بھی طاغوت کا ہمدرد سمجھتے ہیں، کافر اس لئے مانتے ہیں کہ مالک فرماتا ہے: والذین کفروا اولیاء هم الطاغوت جو طاغوت کو اپنا بڑا مانے یا رہنما سمجھے اور اس کو دوست بنائے تو اللہ ان پر کافر ہونے کا فتویٰ لگاتا ہے۔ ہماری اس سرزمین پر آج جو لوگ پائے جاتے ہیں جو کہ ایمان کے دعویدار بھی ہیں ان میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں جو اپنے آپ کو کسی نہ کسی جماعت سے منسوب نہ کرتا ہو۔ آپ کے سامنے ان جماعتوں کے سارے عقائد آچکے ہیں، ان میں کوئی بھی مومن نہیں۔ ہاں اگر کوئی گروہ ایسا اُٹھتا ہے جو قرآن وحدیث کے مطابق ایمان لاتا ہے، طاغوت کا کفر کرتا ہے تو وہ ہمارے سر کا تاج ہے ہم اس کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلیں گے اور موقع آیا تو رکاب ہاتھ میں لے کر چلیں گے، مگر اس وقت کوئی جماعت ایسی نظر نہیں آرہی جو اس انداز سے دین کا کام کر رہی ہو۔

ڈاکٹر صاحب کا قول ہے کہ **جو صحیح عقیدہ پر ہو وہ مومن ہے اگر کسی جماعت سے یعنی فرقہ سے منسلک نہ ہو لیکن لوگوں میں شاید ہی کوئی ہو گا جو کسی فرقہ سے منسلک نہ ہو**-ڈاکٹر صاحب نے اس میں اپنا گمان بھی پیش کیا ہے - ڈاکٹر صاحب کے نزدیک فرقہ باز لوگ جو ان طاغوتوں سے چپکے ہوئے ہیں وہ مشرک ہیں لیکن وہ لوگ جو لا علم ہیں تو وہ تمام کے تمام کافر نہیں ہیں ان میں بھی مومن ہو سکتے ہیں

راقم کہتا ہے گناہ، گناہ میں فرق ہے -اللہ نے شرک کو معاف نہ کرنے کا قول بیان کر دیا ہے - عصر صحابہ کا ایک قاتل خارجی جنت میں جا سکتا ہے لیکن عصر حاضر کا مشرک عالم جنت میں داخل نہ ہو پائے گا کیونکہ قتل معاف ہو سکتا ہے، شرک معاف نہیں ہو سکتا-یہ حقیقت ہے جس کا ادرک ضروری ہے-

ڈاکٹر عثمانی کے نزدیک وہ لوگ جو ان کی مسجد میں نہیں آتے تھے وہ لوگ اگر فرقوں سے منسلک نہیں ہیں اور صحیح عقیدے پر ہیں تو وہ مومن ہیں کافر نہیں ہیں-ہم کو معلوم ہے کہ یہ مسائل اکثر مذہبی لوگوں کے ہیں کہ وہ کسی نہ کسی فرقے سے منسلک ہیں – عوام کو گمراہ کرنے کے لئے مولویوں نے اتباع سلف ، منہج سلف اور عقیدہ جمہور جیسے پر فریب نام ایجاد کر رکھے ہیں ، جن کی کوئی حیثیت نہیں –

ڈاکٹر عثمانی نے محدثین میں امام نسائی اور ابو داود پر کوئی فتوی نہیں لگایا لیکن خواجہ قاسم ، کتاب کراچی کا عثمانی مذھب میں جھوٹ گھڑتے ہیں ، لکھتے ہیں

امام اہل سنت احمد بن حنبل، امام ابو داود، امام نسائی . . ان سب پر فتوی لگایا ہے اس لئے کہ ان کی کتابوں میں حدیث بیان ہوئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے دنوں میں افضل دن جمعہ کا دن ہے کیونکہ اسی دن آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے۔۔۔پس اس دن کثرت سے درود پڑھو حقیقی بات یہ ہے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنھم نے کہا کہ ہمارا درود اس وقت کیسے پیش کیا جائے گا جب آپ کا جسم ریزہ ریزہ ہو گیا ہو گا یعنی وفات کے بعد بوسیدہ ہو چکا ہو گا۔فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔

ڈاکٹر عثمانی نے امام احمد پر فتوی مسند احمد کی روایات کی وجہ سے نہیں لگایا تھا-انہوں نے احمد پر فتوی مسدد کے نام خط میں ذکر کردہ متن پر لگایا تھا- حبل اللہ رسالہ میں عثمانی صاحب نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے امام نسائی یا ابو داود پر فتوی نہیں لگایا- راقم کہتا ہے ان مولویوں کو کتاب پڑھنے کی بھی تمیز نہیں ہے کہ جو نہیں کہا اس کو بھی مخالف سے منسوب کر دیتے ہیں- کیا یہ کم عقل ہیں یا جھوٹے ہیں ؟

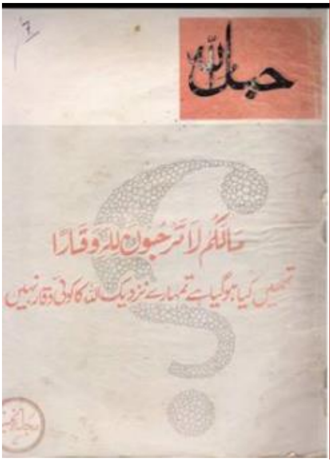

لوٹتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کسی نے دوسرے پر کفر کا فتویٰ لگایا اور جس پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا ہے وہ کافر نہیں تو کفر اس شخص کی طرف پلٹے گا جس نے یہ فتویٰ لگایا تھا۔ امام ابو حنیفہ کے بعد ڈاکٹر شفیق الرحمٰن صاحب نے امام بخاری کی التاریخ الکبیر کی ایک عبارت پیش کر کے ان پر کفر کا فتویٰ لگایا اور مجھ سے کہا کہ میں بھی ان کے اس فتوے کی تائید کروں حالانکہ بیان کی سادگی ہے محدثین کا قاعدہ رہا ہے کہ وہ جو بات اپنے استادوں سے سنتے تھے اسی کو اسی طرح بیان کر دیتے تھے اس لئے جب تک وہ غلط روایت پر اپنا عقیدہ نہ بنائیں اور صرف روایت بیان کر دیں تو ان پر فتویٰ نہیں لگایا جا سکتا اسی لئے احمد بن حنبل کے شاگردوں "ابوداؤد" نسائی وغیرہ پر فتویٰ نہیں لگایا گیا حالانکہ ان کی کتابوں میں بھی حیات الاموات، سماع الموتیٰ اور عرض الاعمال کی روایتیں موجود ہیں احمد بن حنبل نے ان موضوع روایتوں کو صحیح مان کر قرآن اور صحیح احادیث کے خلاف اپنا عقیدہ بنایا اس لئے ان پر اللہ کے حکم سے فتویٰ لگایا گیا۔ اگر وہ صرف روایتیں لکھتے اور ان کو عقیدہ کی بنیاد نہ بناتے تو ان پر بھی فتویٰ نہ لگتا۔ مزید برآں بخاری نے تو اپنے استاد اسحٰق راہویہ کی اس بات پر کہ محدثین اپنے استادوں سے جو کچھ سنتے ہیں اس کو اسی طرح بیان کر دیتے ہیں اور اسی طرح

یہ لوگ ایک طرف کہتے ہیں کہ حدیث ہے کہ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہو گی اور اسی حدیث کی بنیاد پر عقیدہ جمہور لیا جاتا ہے یعنی جو اکثریت کا عقیدہ ہو- دوسری طرف بزعم خود کہتے ہیں کہ یہ فرقہ الناجیہ ہیں- فرقہ الناجیہ کیا ایک فرقہ ہے یا تمام وہ جو جمہور کا عقیدہ رکھتے ہوں- اگر ۷۳ فرقوں والی حدیث صحیح ہے تو اس کے مطابق جمہور گمراہ ہوئے تبھی ایک فرقہ الناجیہ باقی رہ پایا- ایک ہی سانس میں اپنے آپ کو عقیدہ جمہور پر بتانا اور ساتھ فرقہ الناجیہ ہونے کا دعوی کرنا صریح تضاد ہے-

فتاوی ثناءیہ جلد اول ص ۲۲۴ میں ہے کہ امت میں ۷۲ فرقوں ور فرقہ الناجیہ کی موجودگی والی حدیث صحیح نہیں ضعیف ہے

سوال: سیرت النعمان کے صـ۱۱ـ میں ۷۳ فرقوں والی حدیث کو بناوٹی حدیث تلایا ہے یہ حدیث صحیح ہے یا بناوٹی۔

جواب: حدیث ۷۳ فرقوں والی صحیح نہیں ہے۔ مگر بناوٹی بھی نہیں ہے کیونکہ بناوٹی موضوع کو کہتے ہیں۔ البتہ ضعیف ہے۔

یکم محرم الحرام ۱۳۶۵ھ

۷۳ فرقوں والی حدیث کو امام احمد و ترمذی و ابوداؤد و حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے۔ ترمذی نے اس کو حسن غریب کہا ہے۔ ایک راوی ترمذی کی سند میں مختلف فیہ ہے۔ بعض نے اس میں کلام کیا ہے۔ قال الامام البخاری یقوی امرہ و وثقہ۔ ایضا یحیی بن سعید القطان وسندا حمد والحاکم حسن۔ (تنقیح الرواۃ ج۱ ص۱۲)

**حدیث بالا کے ماتحت فرقہ ناجیہ کی تشریح**
از قلم حضرت مولانا ابوتمیم محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی

حضرات! "فرقہ ناجیہ" کا تصور و خیال ایک حدیث شریف سے اُٹھتا ہے۔ جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ "میری امت تہتر فرقوں میں منقسم ہو جائے گی، ایک فرقہ کے سوائے دیگر سب دوزخ میں جائیں گے"

اس ایک فرقہ کے قائم کرنے میں حکمت خداوندی یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم کی ساری امت گمراہ نہ ہو جائے اور دین محمدی محرف نہ ہو جائے۔ نیز یہ کہ اس فرقہ حقہ سے دوسروں پر حجت پوری ہوتی رہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ میں فرماتے ہیں:-

زبیر علی زئی اہل حدیث عالم تھے-ایک موقعہ پر لکھتے ہیں کہ بریلوی و دیوبندی اہل سنت میں سے نہیں –ظاہر ہے یہ فرقے پھر باطل عقائد پر ہوئے

**عرض ہے کہ بریلوی و دیوبندی دونوں گروہ، اہل سنت نہیں ہیں، ان کے اصول و عقائد اہل سنت سے مختلف ہیں**
**تنبیہ: بریلوی و دیوبندی حضرات حنفی بھی نہیں ہیں۔(ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر 5، صفحہ 18)**

ان متضاد عقائد کا قائل انبوہ غیر مقلدین ، عثمانی صاحب کی زندگی میں ان کا سخت مخالف تھا کیونکہ عثمانی صاحب کہتے تھے کہ حدیث عود روح منکر ہے، حدیث **حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء** منکر ہے، صحیح مسلم میں موجود عمرو بن العاص سے منسوب وصیت منکر ہے، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منسوب حدیث **رد الله علی روحی** منکر ہے–سن ۸۰ ع میں عثمانی رحمہ اللہ علیہ کی وفات تک ، عثمانی صاحب کی جماعت اور مخالف فرقوں میں باپ مارے کا بیر رہا–ڈاکٹر عثمانی نے جن روایات کو رد کیا تھا انہی روایات کو اہل حدیث ان کی وفات کے بعد ۲۰–۳۰ سال تک صحیح کہتے رہے لیکن آج اہل حدیث ہی

۱. عود روح کی روایت کو منکر کہہ رہے ہیں مثلا قاری خلیل الرحمان جاوید کی کتاب پہلا زینہ

۲. انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اس روایت کو زبیر علی زئی نے کتاب فضل الصلاہ علی النبی میں ضعیف قرار دے دیا ہے

۳–عمرو بن العاص کی وصیت کو وہابی علماء بدعت کہہ رہے ہیں اور اہل حدیث میں خواجہ قاسم نے اسی کتاب کراچی کا عثمانی مذھب میں اس وصیت کو رد کیا ہے-اس کو عبد الرحمان کیلانی نے بھی رد کیا ہے

۴..بریدہ الاسلمی سے منسوب وصیت کو البانی نے رد کر دیا ہے دیکھیے بدعات کا انسائیکلوپیڈیا

۵ سلام پر روح النبی لوٹنے والی روایت کو زبیر علی زئی نے مرزا جہلمی کو انٹرویو میں غیر صحیح قرار دے دیا ہے جو یوٹیوب پر موجود ہے

یہ برکات ڈاکٹر عثمانی رحمہ اللہ علیہ ہی کی ہیں کہ اپنے آپ کو حدیث کا چیمپئن سمجھنے والے ، ڈاکٹر عثمانی سے ان احادیث کی تضعیف میں ۳۰ سال بعد ان کی ہم نوائی کر رہے ہیں — اصل میں جب تک کوئی ٹوکے نہیں انسان کا ذہن اپنی غلطی کی طرف مائل نہیں ہوتا ہے — اور کسی کی تکفیر کرنے کا عثمانی صاحب کا مقصد بھی اصلاح عقائد تھا

آج اہل حدیث کہتے ہیں مردہ صرف چند لمحات کے وقت سنتا ہے جب اسی دنیا کی قبر میں فرشتے سوال و جواب کے وقت آتے ہیں — اس کو یہ استثنا کہتے ہیں

میت جوتوں کی آواز سنتی ہے۔ اس میں نیک اور بد دونوں شامل ہیں یعنی خواہ میت مسلم ہو یا کافر۔ دونوں دفنا کر جانے والوں کے جوتوں کی آواز سنتے ہیں۔ لہٰذا سماع موتی پر اسے دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔ کیونکہ اگر یہ سماع موتی کی دلیل ہے تو ضروری ہے کہ کفار کے متعلق بھی یہ اعتقاد رکھا جائے جو مسلمان میت سے رکھا جاتا ہے۔ یقیناً اس سے فریق ثانی بھی متفق نہیں ہوگا۔

اور یہ جوتوں کی آواز سننا بھی محدود وقت کے لیے ہے اس میں وسعت نہیں دی جاسکتی کیونکہ احادیث میں صرف یہی تذکرہ ہے کہ میت جانے والے کے جوتوں کی آواز سنتی ہے۔ اس کے علاوہ کسی بیرونی آواز کے سننے کا کوئی تذکرہ نہیں اگر اس موقع پر لوگ لاؤڈ سپیکر میں بھی بولیں تو اس کے میت کو سنائی دیئے جانے کا کوئی ثبوت نہیں، جانے والوں کے جوتوں کی آواز سنانے میں حکمت یہ ہوسکتی ہے کہ میت کو لوگوں کے چلے جانے کا احساس دلایا جائے۔

بہرحال میت کا زندوں کے جوتوں کی آواز سننا یہ عام اصول سے ایک استثنائی حالت ہے اور استثنائی حالتوں یا معجزات کو دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔

المسند في عذاب القبر 233

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب بندے کو اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ آنے والے دفنا کر واپس چلے جاتے ہیں تو ((اِنَّهٗ يَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ……)) وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے، دو فرشتے آ کر اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے سوالات کرتے ہیں۔'' [1]

## تجزیہ

(۱) قائلین سماع موتی کے متفقہ اصول کے مطابق اس روایت سے عقیدے کا مسئلہ اخذ نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ خبر واحد ہے۔

(۴) یہ بھی خاص اور استثنائی صورت ہے کیونکہ اس سے عام قاعدہ ماننے کی صورت میں قرآن مجید سے تعارض لازم آتا ہے جو کہ محال ہے۔

(۳) بعض علما نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ فرشتوں کے جلدی آنے سے کنایہ ہے یعنی حدیث میں سماع موتی بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ فرشتوں کا فوراً آنا بیان کرنا مقصود ہے کہ ابھی دفن کرنے والے واپس لوٹتے ہی ہیں اور ان کی آواز بھی سنائی دے رہی ہوتی ہے کہ فرشتے آ جاتے ہیں۔

المسند في عذاب القبر 254

١٣٤/ ١۔ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رضی اللہ عنہ ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ: ((اسْتَغْفِرُوْا لِأَخِيكُمْ وَسَلُوْا لَهُ بِالتَّثْبِيْتِ، فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ)) ❶

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جب میت کو دفن کر کے فارغ ہو جاتے تو قبر پر رکتے اور فرماتے: ''اپنے بھائی کے لیے بخشش طلب کرو اور ثابت قدمی کی دعا کرو۔ بے شک اب اس سے سوال کیا جائے گا۔''

معلوم ہوا کہ فتنہ قبر یعنی قبر میں سوال و جواب کا ہونا برحق ہے۔ اس میں جسد عنصری اور روح دونوں شریک ہوتے ہیں جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے تاہم اس کے علاوہ روح کا جسم میں آنا اور قبر میں دونوں کا اکٹھے رہنا ثابت نہیں۔ عالم برزخ میں روح اور جسم دونوں کے لیے عذاب برحق ہے لیکن یہ ہر ایک کو اس کی جگہ پر ہوتا ہے یعنی جسد عنصری کو قبر اور روح کو جہنم میں۔ قیامت کے دن روح کو جسم میں ڈال کر انسان کو باقاعدہ زندہ کر کے انجام تک پہنچایا جائے گا۔

ان لوگوں کے نزدیک مٹی کی موٹی دبیز تہہ کے نیچے مردہ قدموں کی چاپ سن لیتا ہے وہ باہر کھڑے لوگوں سے مانوس ہو جاتا ہے اور دوسری طرف اہل حدیث کا کتاب المسند فی عذاب قبر میں ص ۲۳۷ پر کہنا ہے

(۴) اگر مٹی کی اتنی موٹی تہہ کے نیچے مردے کا سلام سننا تسلیم کر لیں تو اس کا زندوں سے ادراک، فہم و شعور میں بڑھ جانا لازم آتا ہے کیونکہ زندہ انسان اتنی موٹی تہہ کے نیچے سن نہیں سکتا، اور جناب سرفراز خاں صفدر صاحب کا یہ قانون پیش کرنا کہ ادراک و شعور و فہم میں مردے اور زندے برابر ہیں۔ غلط ٹھہرتا ہے۔

مثل مشہور ہے

چور چوری سے جائے - ہیرا پھیری سے نہ جائے

سن ۲۰۰۲ میں زبیر علی نے اثبات عذاب قبر از بیہقی کا اردو میں ترجمہ کیا اور روایات کی تصحیح و تضعیف کی

قال الامام ابوبكر البيهقي أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، وأبو عبد الرحمن السلمي، وأبو سعيد بن أبي عمرو قالوا: ثنا أبو العباس محمد بن يعقوب، ثنا الحسن بن علي، يعني ابن عفان العامري، ثنا عباءة بن كليب الليثي، عن جويرية بن أسماء، عن نافع، عن ابن عمر قال: " بينا أنا صادر عن غزوة الأبواء، إذ مررت بقبور فخرج علي رجل من قبر يلتهب نارا وفي عنقه سلسلة يجرها، وهو يقول يا عبد الله اسقني سقاك الله قال: فوالله ما أدري، باسمي يدعوني أو كما يقول الرجل للرجل: يا عبد الله، إذ خرج على أثره أسود بيده ضغث من شوك وهو

يقول: يا عبد الله لا تسقه، فإنه كافر فأدركه فأخذ بطرف السلسلة، ثم ضربه بذلك الضغث ثم اقتحما في القبر، وأنا أنظر إليهما، حتى التأم عليهما وروي في ذلك قصة عن عمرو بن دينار قهرمان آل الزبير، عن سالم بن عبد الله بن عمر عن أبيه وفي الآثار الصحيحة غنية ”

**۲۳۲)** ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں غزوہ ابواء سے واپس لوٹ رہا تھا کہ میں (کچھ) قبروں کے پاس سے گزرا۔ ایک آدمی (اچانک) قبر سے نکل کر میری طرف آیا۔ اسے آگ لگی ہوئی تھی۔ اور اس کی گردن میں ایک زنجیر تھی جسے وہ گھسیٹ رہا تھا اور کہہ رہا تھا: اے عبداللہ! (اللہ کے بندے) مجھے پانی پلاؤ، اللہ تجھے پانی پلائے۔ اللہ کی قسم! مجھے معلوم نہیں کہ اس نے مجھے (پہچان کر) عبداللہ کہا یا ویسے ہی کہہ دیا جیسے ایک آدمی دوسرے آدمی کو: اے اللہ کے بندے! کہہ کر پکارتا ہے۔ اس شخص کے پیچھے ایک کالا شخص نکلا جس کے ہاتھ میں کانٹوں والی ٹہنی تھی اور وہ کہہ رہا تھا: اے عبداللہ! اسے پانی نہ پلانا کیونکہ یہ کافر ہے۔ پھر اس (کالے) شخص نے اسے پکڑ لیا۔ اس کی زنجیر لے کر اس ٹہنی سے اسے مارتا ہوا دوبارہ قبر میں لے گیا۔ میں ان دونوں کی طرف دیکھ رہا تھا حتی کہ وہ قبر میں غائب ہو گئے۔ یہ قصہ ایک دوسری سند سے بھی مروی ہے اور صحیح آثار کافی ہیں۔

**۲۳۲)** إسناده حسن، كتاب الروح (ص ۹۳، ۹٤) میں اس کے شواہد ہیں۔

تنبیہ: دوسری سند والی روایت معجم ابی یعلی الموصلی (ص ۱۰٤) میں ہے اس میں عمرو بن دینار قہرمان آل زبیر ضعیف ہے۔

مردے کا جوتی کی چاپ کو استثنا کہنے والے اس حدیث کو بھی مان رہے ہیں کہ مردہ قبر سے باہر نکل بھی اتا ہے — کہاں گیا استثنا؟

زبیر کی موت اس عقیدے پر نہ ہوئی جو آجکل جمہور اہل حدیث کا ہے کہ عود روح استثنائی ہے بلکہ ان کے ہاں مردے قبروں سے باہر چھلانگ بھی لگاتے ہیں۔ اهل حدیث اپنے عقائد بدلتے رہتے ہیں کبھی ابن تیمیہ و ابن قیم کی طرح کہتے تھے کہ روح جسم میں آتی جاتی رہتی ہے (روح عذاب قبر سماع الموتی از عبد الرحمان کیلانی) اور سن ۲۰۰۰ سے کہنے لگے کہ روح ایک بار ضرور جسم میں آتی ہے (دامانوی و غیرہم) اور اب طالب رحمان کا قول ہے کہ روح جسم سے نکلنے کے بعد قیامت تک نہیں آتی۔

https://www.youtube.com/watch?v=aioZAJI3d1Y

ایسا ہی قول قاری خلیل صاحب کا کتاب پہلا زینہ میں ہے

غیر مقلدین کے رسالہ **محدث** شمارہ: 100 مئی جون 1982 رجب شعبان 1402 جلد: 12 میں مضمون **الٰہی اسماء و صفات میں تاویل و تحریف کے اسباب و علل۔۔اثرات و نتائج حقائق کی روشنی میں از ناصر الدین البانی** میں البانی اقرار کرتے ہیں کہ آج کل سلفی علماء توحید پر لوگوں کو جمع نہیں کرنا چاہتے

میں تادمِ حیات وہ مناقشہ فراموش نہیں کر سکتا جو تقریباً دس سال پہلے مدینہ منورہ میں میرے اور ایک ایسے خطیب اور وعظ کے درمیان ہوا تھا جو صاحب صدر مجلس بن کر خود کلامی کے شوقین تھے۔ایک مرتبہ جب کہ ہم لوگوں کا ایک شب سلفی طلباء کے ساتھ اجتماع تھا، موصوف تشریف لائے مگر مالک مکان کے علاوہ کسی نے اُن کی آمد پر تعظیماً قیام نہ کیا۔ شیخ نے تمام شرکاء اجتماع سے دائیں جانب سے یکے بعد دیگرے مصافحہ کیا، مجھے یہ ادا بڑی پسند لگی۔ یہاں تک کہ میرے پاس پہنچے (میں سب سے اخیر میں بیٹھا تھا) تو میں نے شیخ موصوف کی پیشانی پر قیام نہ کرنے کی وجہ سے تکدر اور شکن محسوس کیا اس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ موصوف کے اس تاثر پر ایک لطیف اشارہ کس دوں تو میں نے مصافحہ کرتے وقت شیخ سے ازراہِ مذاق کہا: "عَزِیْزٌ بِدُوْنِ قِیَامٍ یَا اُسْتَاذ" یعنی "قیامِ تعظیمی کے بغیر ہی آپ معزز ہیں استاذ" یہ جملہ اس طرح کی تقریبوں میں ہمارے یہاں شام میں کہا جاتا ہے، اس پر موصوف نے بیٹھتے ہوئے جبکہ غصہ و ناراضگی کے آثار موصوف پر نمایاں تھے، فرمایا:

"یقیناً آنے والے کی تعظیم میں قیام کرنا بالکل خلافِ سنت ہے اور میں بھی اس مسئلہ میں تمہارا ہمنوا ہوں مگر ہم لوگ ایسے دور سے گزر رہے ہیں جس میں مسلمانوں کو ہر چہار جانب سے مختلف فتنوں نے آگھیرا ہے، ایسے فتنے جو ڈائریکٹ ایمان و عقیدہ پر اثر انداز ہو رہے ہیں، پھر شیخ موصوف نے اس کی تشریح میں لمبی چوڑی تقریر کی اور ملحدین، کمیونسٹوں اور نیشنلسٹوں وغیرہ کا ذکر کیا اور فرمایا کہ ضروری ہے کہ ہم لوگ اس دور میں ان ملحدوں کے مقابلہ کے لیے، ان کی جانب سے پیدا ہونے والے خطرات کو مسلمانوں سے دفاع کریں اور قیامِ تعظیمی نیز وسیلہ وغیرہ اختلافی مسائل میں بحث و مباحثہ ترک کر دیں۔"

اس پر میں نے کہا: "ذرا ٹھہریئے محترم شیخ! ہر موقعہ و محل کے لیے کچھ موزوں کلام ہوتے ہیں۔اس وقت ہم آپ کے ساتھ اس خوشگوار مجلس میں کسی خاص بحث کے لیے جمع ہوئے ہیں اور نہ ہی کمیونسٹ وغیرہ کی تردید جیسے اہم مسائل کے علاج کا پلان بنانے کی خاطر اکٹھا ہوئے ہیں، جبکہ آپ ابھی بیٹھے ہی نہیں ہیں پھر آپ کا اختلافی مسائل پر بحث نہ کرنے کا مطالبہ میرے خیال سے علی الاطلاق نہ ہو گا کیونکہ مسلمانوں کے اختلافات اعتقادی مسائل یہاں تک کہ " شہادۃ ان لا الہ الا اللہ" کے مفہوم میں بھی ہیں۔آپ

سے مخفی نہیں کہ اس دور کے اکثر علماء و مشائخ غیر اللہ سے استغاثہ اور مُردوں سے مرادیں مانگنا جائز قرار دیتے ہیں، جبکہ یہ چیزیں ہم سب کے نزدیک شہادتِ توحید کے مفہوم کے منافی ہیں۔ تو کیا آپ کا مطلب یہ ہے کہ ہم لوگ "شہادۃ ان لا الہ الا اللہ" کے معنی کی تصحیح کی بابت بھی بحث و مباحثہ نہ کریں؟

اس کے جواب میں شیخ نے فرمایا: "ہاں، ہاں مسلمانوں کی منتشر ٹولیوں میں اجتماعیت پیدا کرنے اور کلمۃ المسلمین کے اتحاد کی خاطر اس پر بھی بحث و مباحثہ ترک کرنا ضروری ہے تاکہ خطرِ اکبر یعنی الحاد و بے دینی کا دفاع کیا جا سکے۔

پھر میں نے عرض کیا: "اس طرح کا تجمع، جو اقامتِ توحید اور شرک کے استیصال کی بنیاد پر نہ ہو، اگر حاصل بھی ہو جائے تو اس سے کیا فائدہ حاصل ہو گا؟ جبکہ آپ کو معلوم ہے کہ جاہلی دور میں عرب لوگ اللہ کی خالقیت پر ایمان رکھتے تھے، البتہ صرف اللہ کے معبودِ حق ہونے کے منکر تھے: ﴿إِنَّهُم كانوا إِذا قيلَ لَهُم لا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ يَستَكبِرونَ (٣٥) ... سورۃ الصافات" (یعنی جب اُن سے کہا جائے کہ صرف اللہ ہی معبودِ برحق ہے تو تکبر و غرور کرتے ہیں) مگر کفارِ مکہ کا خالقیت خداوندی پر ایمان کچھ بھی مفید نہ ثابت ہو سکا اور نہ ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محاربت سے انہیں نجات دلا سکا۔"

"پھر موصوف فرمانے لگے: "اس وقت ہم، مسلمانوں کو کلمہ لا الہ الا اللہ کے جھنڈے تلے صرف جمع کرنا چاہتے ہیں۔

"میں نے کہا: "اگرچہ اس کے غلط مفہوم کے ساتھ؟

تو کہنے لگے: "ہاں، ہاں اگرچہ غلط مفہوم ہی کے ساتھ کیوں نہ ہو۔

البانی نے کھلے الفاظ اقرار کیا ہے کہ لوگوں کو صحیح عقائد پر نہیں صرف کلمہ پر جمع کیا جا رہا ہے جبکہ ان کو اس کلمہ کا مطلب تک معلوم نہیں ہے-ظاہر یہ منہج تبلیغ اہل حدیث و غیر مقلدین و سلفی فرقوں کا آج ہو چکا ہے اور حوالہ جات سے ثابت ہے

امت مسلمہ کے فرقے عقائد میں اللہ تعالی کے حکم کے خلاف محاذ بنا کر اگر یہ فیصلہ دے دیں کہ فلاں چیز پر کفر کا فتوی لگے گا اور فلاں پر نہیں اور کافروہ ہے جس کو ہم کافر قرار دیں تو پھر سوال آتا ہے کہ ہم میں اور اہل کتاب کے علماء میں کیا فرق رہا؟ دور نبوی میں اہل کتاب بھی یہی دعوی کرتے تھے کہ آخری فیصلہ احبار و رہبان کا فیصلہ لیا جائے گا-